ebooks.i360.pk

سلطنتوں کے باہمی برتاؤ کا دستور العمل

(یعنی)

قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں

(از)

محمد حمید اللہ

ایم، اے۔ ایل، ایل، بی (عثمانیہ) ڈی، فل (بون جرمنی) ڈی لٹ (پیرس) وغیرہ

لکچرار قانون بین الممالک (جامعہ عثمانیہ)

سابق اعزازی ریڈر بون یونیورسٹی (جرمنی)

۱۳۵۵ھ ہجری — ۱۳۴۵ فصلی

طابع و ناشر و فروشندہ

مکتبۂ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

قیمت —

ebooks.i360.pk

سلطنتوں کے باہمی برتاؤ کا دستور العمل

(یعنی)

قانون بین الممالک

(کے)

اصول اور نظیریں

(از)

محمد حمید اللہ

ebooks.i360.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

مضمون	فقرہ نشان
پیش لفظ	ابتدا
املا و اعراب	ابتدا
(۱) مبادی	
تمہید	
تاریخ	۱
کنبوں سے شہری مملکت تک	۱
شہری مملکتیں	۳
مصر و فلسطین	۵
ہندوستان	۶
یونان	۷

ebooks.i360.pk

روما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۸
مسیحیت کے اثرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۹
اسلام کے اثرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۰
جدید یورپ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۲
اصل آغاز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۴
تعریف اور نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۵
قانون کی تعریف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۷
موضوع بحث ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۹
مملکت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۰
خود مختاری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۱
خود مختار مملکتوں کی قسمیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۲
حیدرآباد کی حیثیت قانون بین الممالک کی رو سے	۲۵
ہندوستان کی دیگر ریاستیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۵
نیابتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۶
تعاونت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۷
تشامن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۹
مجلس اقوام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۳۰

ebooks.i360.pk

انتداب ۳۲

بین الممالک شخصیت کا تسلیم کیا جانا ۳۴

ماخذ ۳۵

وسعت و حیثیت ۳۸

(ب) مقاصد

۱- مسالمانہ تعلقات

تقسیم مواد ۳۹

خود مختاری کے حقوق و فرائض ۴۰

عام پابندیاں ۴۱

مداخلت ۴۳

جائدادی حقوق و فرائض ۴۴

زمین ۴۵

تحت علاقہ سمندر ۴۶

ہوا ۴۷

حصول علاقہ کے طریقے ۴۸

قبضہ - قدرتی یا مصنوعی اضافہ .... ؍؍

ebooks.i360.pk

سپردگی بذریعۂ بیع، ہبہ، تبادلہ ....
یادداشت۔ فتح۔ حق قدامت ....
ماتحت علاقے ....
نوآبادیاتی محمیہ ....
دائرۂ اثر ....
پٹہ ....
مشترکہ سیادت ....
تفویض ....
سند یافتہ حکمران کمپنی ....
اختیار سماعت کے حقوق و فرائض ....
اشخاص ....
اشیاء ....
مستثنیات ....
تحویل ملزمین ....
مساوات کے حقوق و فرائض ....
سلامی ....
سفارتی تعلقات کے حقوق و فرائض ....

ebooks.i360.pk

یوروپی تاریخ سفارت	۶۴
عربی تاریخ سفارت	۶۵
اقسام سفرا	۶۶
سفیر کا تقرر و تبدل	۷۰
سفیر کے حقوق	۷۷
نمائندگان مجلس اقوام اور ہیگ کورٹ کے جج	۸۰
قونصل	۸۱
معاہدہ سازی	۸۲

(۳) مخاصمانہ تعلقات

تمہید	۸۳
اقسام مخاصمت	۸۴
جنگ کی تعریف	۸۶
اعلان جنگ	۸۷
اعلان کے فوری اثرات	۸۸
متامنوں پر	۸۹
معاہدات پر	۹۰

ebooks.i360.pk

دشمن اشخاص کے اقسام	۹۵
دشمن اشیاء کے اقسام	۹۷
دشمن اشخاص سے برتاؤ	۹۸
مقاتل و غیر مقاتل	۹۹
انسداد بیرحمی	۱۰۰
قیدی	۱۰۲
زخمی اور بیمار	۱۰۳
لوٹ اور قتل عام	۱۰۴
دشمن کی جائداد سے برتاؤ	۱۰۵
سرکاری جائداد	۱۰۶
خانگی جائداد	۱۰۷
مال غنیمت	۱۰۸
فراہمیٔ مایحتاج، چندے اور جرمانے	۱۱۱
بحری جنگ	۱۱۲
سرکاری جہاز	۱۱۳
دشمن کے مامون جہاز	۱۱۴
غنیم کی خانگی تجارت	۱۱۶

ڈاک ۱۱۷

جہاز کا فدیہ ۱۱۸

تلاشی اور ضبطی ۱۱۹

جانباز سپاہی ۱۲۳

بے قاعدہ فوج ۱۲۴

وحشی فوج ۱۲۵

جاسوس ۱۲۶

سند یافتہ خانگی بحری لٹیرے ۱۲۸

رضاکار بیڑہ ۱۲۹

تجارتی جہازوں کو جنگی بنانا ۱۳۰

آبدوز سرنگ ۱۳۱

آبدوز کشتیاں ۱۳۲

ہوائی جنگ ۱۳۳

نظر بازگشت ۱۳۴

ہتھیار رکھانا ۱۳۵

امان نامے ۱۳۶

اقسام صلح ۱۳۷

مستقل صلح ۱۳۸

ebooks.i360.pk

اجزائے صلح ۱۴۱

(۳) غیر جانبداری

تعریف ۱۴۳

تاریخ ۱۴۴

اصول ۱۴۵

غیر جانبدار بنا دیا جانا ۱۴۶

غیر جانبدار کے حقوق ۱۴۹

غیر جانبدار کے فرائض ۱۵۴

رکنا ۱۵۵

روکنا ۱۵۶

گوارا کرنا ۱۵۷

بحال کرنا ۱۵۸

ہرجہ دینا ۱۵۹

غیر جانبدار تجارت ۱۶۰

غیر جانبدار قابل ضبطی جہاز ۱۶۱

بحری ناکہ بندی ۱۶۲

ممنوعہ تجارت ۱۶۷

خلاف غیر جانبداری خدمات ۱۷۱

خاتمۃ الکتاب

ebooks.i360.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹۵۶۷

اِملا اور اِعرا

باوجود بہت سی خامیوں کے واقعہ یہ ہے کہ ہماری زبان کا رسم الخط لاطینی، یونانی، روسی، دیوناگری، چینی، جاپانی سب خطوں سے زیادہ جامع ہے (خاص کر انگریزی اِملا اور تلفظ کی بے اصولیوں سے کون واقف نہیں)۔ ہمارے اسلاف نے عربی خط میں پ چ ژ گ ٹ ڈ ڑ بڑھا لئے تھے اور ن ں، ی ے، ﮩ ھ میں فرق کر لیا تھا۔ چند ایک اور اضافوں سے ہمارا خط جرمن، فرانسیسی، اطالوی اور انگریزی کا تلفظ بہت اچھی طرح ادا کر سکتا ہے:۔

موجود:
- ً ٓ ْ ّ تنوین، مد، جزم اور تشدید
- ںٛ نون غنہ لفظ کے بیچ میں ہو تو الٹا جزم
- ِ َ ُ معروف زیر، زبر اور پیش
- وٗ ۓ صرف زبر اور جزم کے بعد واو معروف پر الٹا پیش اور یائے

ebooks.i360.pk

موجودہ | معروف کے نقطوں کے نیچے کھڑی لکیر کھینچی جاتی ہے

مجوزہ:

ـــ مجہول زبر، زیر اور پیش۔

ڤ — فے اور واؤ کے بین بین آواز
انگریزی اور فرانسیسی (V) اور جرمن (W) کے لئے۔

ۑ — واؤ معروف اور یائے معروف کے بین
بین آواز فرانسیسی (u) اور جرمن (ü) کے لئے۔

ۄ — الف اور واؤ مجہول کے بین بین،
انگریزی (o) کے لئے۔

ݜ ݜ — الٹے نقطوں والی شین کی آواز نرم تر ہوتی
ہے اور جرمن (ch یا ög) کے لئے۔

مثلاً | دُود دُہتے وقت ایک تھن خالی ہونے پر دوسرا نچوڑا
جاتا ہے نہ کہ دونوں ایک ساتھ۔

مونتس کیو فرانس کا ایک مشہور سیاست دان گزرا ہے۔
جرمن جنرل بلوچر کی مدد کے بغیر ولنگٹن جیت نہ سکتا۔
انگریزی زبان میں آٹ اور آن اور آف کے بہت سے معنے
ہیں — لوفر کا عجائب خانہ — کفُ کے معنے ہیں چھت — انٹر
نا شنل کا ہماری زبان کے لئے ایک نیا تلفظ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ebooks.i360.pk

پیش لفظ

اس کتاب کا موضوع ہمارے ملک کے لئے تو نہیں البتہ ہماری زبان کے لئے بالکل نیا ہے۔ اس پر کوئی کتاب ہی نہیں، کوئی مضمون تک ہندوستانی زبان میں میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس سال جامعہ عثمانیہ میں اس کا پڑھانا بالکلیہ میرے سپرد کیا گیا تو وقت کم تھا اور چیزیں بہت، میں نے طلبا کے سامنے جو زبانی لکچر دئے یا جو ابھی دینے باقی ہیں، ان کو سردیوں کی تعطیلوں سے فائدہ اٹھا کر قلمبند کرتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا رسالہ طلبا کی امتحانی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ اگر ضرورت سمجھی گئی تو آئندہ زیادہ ٹھوس اور زیادہ پھیلا ہوا مواد پیش کیا جائے گا۔ اور علوم و فنون کے برخلاف قانون بین الممالک کا تعلق زیادہ تر مملکتوں کے باہمی برتاؤ سے ہے اور اسی لئے روز ہی اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ نصاب میں جس انگریزی کتاب کے دیکھنے کی سفارش کی گئی ہے وہ گیارہ سال کی پرانی ہے۔ اس کے مواد کو

ebooks.i360.pk

عصری بنانا پہلا مقصد ہے۔

درسی کتابوں میں صرف یوروپ یا امریکا کی نظریں دی گئی ہیں ہماری اپنی تاریخ کی مثالیں بھی جابجا دینا سامعین اور ناظرین کی دلچسپی بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے مواد کو "اپنانا" یہ دوسرا مقصد ہے۔

ہر خود دار اور روشن خیال قوم کے لئے بین الممالک سماج میں اپنی حیثیت کو جاننے اور اپنے حقوق اور واجبات کو پہچاننے نیز بین الممالک سرکاری تعلقات کی آئے دن چھپنے والی خبروں کو سمجھنے کے لئے قانون بین الممالک سے واقفیت ناگزیر ہے۔ اس موضوع پر پہلی کتاب پیش کرنے کی عزت حاصل کرنا آخری مقصد ہے ــــ اور یہ حقیر سعی علمی شائع کی جاتی ہے۔ فقط

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ جمعۃ الوداع

خانۂ خلیل
حیدرآباد دکن

1 ٢ ٣

ebooks.i360.pk

حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ

یعنی انسانیت ساز کے قواعد کا مقصد و مطمح نظر یہ ہے کہ فتنہ و فساد دور ہو اور رام راج قائم ہو۔

مبادیات

ف۱ ٹولیوں اور ریوڑوں میں مل جل کر رہنے والے جانوروں میں انسان سب سے زیادہ علاحدگی پسند ہے مگر اس کی بے قرار طبیعت جدائی میں بھی ملاپ کو ڈھونڈھتی ہے۔ آدم و حوا کا کنبہ ابھی گنتی کے افراد پر مشتمل تھا کہ ان کا بیٹا قابیل (یا قابن) اپنی بیوی کے ساتھ الگ ہو گیا۔ عمرانیوں کے مطابق جب نسل پھیلنے سے کنبوں کی شاخیں بھی کئی ہو گئیں تو آپس کی رقابتوں کے باعث اپنی ذات اور اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے چند چند رشتہ دار کنبے مل کر رہنے لگے اور اس طرح گھرانے بنے۔ لیکن جب گھرانوں سے بھی یکجہت ہو سکنے اور سلامت رہنے کے سامان نہ ہوئے تو متعدد رشتہ دار گھرانے قریب رہنے اور امداد باہمی کر کے دوسرے گھرانوں کی دراز دستیوں سے اپنی مدافعت کرنے لگے۔ یہ قبیلے تھے۔ لیکن زن، زمین، زر اور زور کی چاہت جو ناحق کام کرنے پر برابر آمادہ کرتی ہے اس لئے ردعمل سے بچنے کے لئے قبیلوں کو

ebooks.i360.pk

بھی حلیفی وغیرہ کے ذریعے اپنی قوت بڑھانے کی ضرورت پیدا ہوتی گئی۔
اب زمانہ آگیا کہ لوگ خانہ بدوشی اور بدویت کے تلخ تجربوں کے باعث جہاں جغرافی سہولتیں ملیں بستیوں کی مستقل زندگی بسر کرنے لگیں چنانچہ کئی کئی رشتہ دار یا حلیف قبیلے مل کر شہری مملکتوں کی بنیاد ڈالنے لگے۔

۵۔ ۳۔ کنبوں گھرانوں، قبیلوں اور شہروں کے باہمی تعلقات ہمیشہ صرف مخاصمانہ اور جھگڑالو ہی نہیں رہے: باہمی ضرورتوں سے لے اور دے پر عمل کرنے اور مسالمانہ اور ملاپ کی زندگی بسر کرنے کے بھی ـ جس کا بڑا ذریعہ بیوپار تھا۔ مواقع مہیا ہوتے گئے۔ مگر ان کے اختلاف کا تسویہ تلوار سے نہیں بلکہ آشتی اور انصاف کے ساتھ کرنے کے لئے قواعد اور قوانین کی ضرورت تھی چنانچہ انفرادی فیصلوں کی صوابدید رفتہ رفتہ رواج بن کر قاعدے اور قانون کی اہمیت اختیار کر گئی۔ غرض جنگ اور امن ہر دو حالتوں میں ان خود مختار وحدتوں کا برتاؤ جن قواعد اور اصول کے مطابق رہا اسی سے ہمیں بحث ہے۔ کسی وحدت کے افراد میں اختلاف پیدا ہوتا تو اُس وحدت کا صدر حکم دے کر یکسوئی کر دیتا۔ لیکن اختلاف اگر ایسے افراد میں ہوتا جن کا تعلق مختلف وحدتوں سے ہوتا تو مسالمانہ یکسوئی یعنی عدل گستری کے لئے جو کھم (آرڈیل)، قربانی، دیوبانی (اوراکل) کہانت اور تحکیم وغیرہ سے مدد لی جاتی اور اس سے اطمینان نہ ہوتا تو آخر العلاج السیف بہرحال موجود تھا۔ اور تمدن و تہذیب میں جوں جوں ترقی ہوتی گئی خود جبر و زور کے طریقۂ تسویہ یعنی جنگ میں بھی انسانیت برتنے اور بے رحمی کو

ebooks.i360.pk

گھٹانے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔ بین العائلات اور بین القبائل تعلقات اگرچہ اب بھی ہیں لیکن ہم لوگ اب خود مختار شہروں کے دور سے بھی گزر کر خود مختار ملکوں میں رہنے کے عادی ہو گئے ہیں اور خود بین المدن دور کے تعلقات کا ذکر بھی صرف ایک سرسری ذکر سے زیادہ کا محتاج نہیں معلوم ہوتا۔

۳۔ ہر متمدن قوم کو شہری مملکتوں کے دور سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ "مدینہ" (یعنی شہر) ہی سے لفظ "تمدن" بنتا ہے۔ فینیقیا اور یونان مصر اور ایران یا چین اور ہندوستان کے زرخیز علاقے ہی نہیں عرب کے ریگستانوں نے بھی یہی نظارے دیکھے ہیں اور مکہ[عله] سبا طائف یثرب اور دومۃ الجندل کی شہری مملکتوں کے دستور بھی ہمیں حیرت زدہ کرتے ہیں اتنا کہ اگر نام حذف کر دیں تو ایتھنس اور اسپارٹا کا دھوکہ ہو۔

۴۔ ایک طرف یہ ظاہر ہے کہ وہ جذبہ جو انسانوں میں انفرادیت کہلاتا ہے کنبوں اور گھرانوں میں یگانوں اور بیگانوں کے درمیان امتیاز کے وقت اپنوں کی پچ کہلاتا ہے وہی جذبہ قبیلہ واری عصبیت کہلاتا ہے اور اسی کو ہم اس سے بھی بڑی انسانی ٹولی میں "قومیت" کا اثر انداز نام عطا کر کے فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ سماجی اور سیاسی جماعتیں جن کا ہم ذکر کرتے رہے ہیں وہ عموماً باہم قریبی رشتہ دار اور ایک ہی جد کی اولاد ہوتی ہیں۔ رشتہ جتنا قریب کا ہوتا ہے سلوک بھی

عله دیکھئے میرا زیر طبع مضمون "شہری مملکت مکہ عہد آغاز اسلام پر اور اس کے اور یونانی شہری مملکتوں کے ساتھ تقابل"۔

ebooks.i360.pk

اتنا ہی زیادہ نرم اور مشفقانہ ہوتا ہے چونکہ ہم جدا اور ہم نسل ہونے کے باعث کسی علاقے کی شہری مملکتوں کا تمدن بھی ایک ہی سا ہوگا اسی لئے خاص کر حالت جنگ میں "ہم تمدن" حریف کے ساتھ جو رعایت کی جاتی اور کی جا سکتی ہے وہ غیر تمدن کے حریف کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

۵۵۔ مصر کے فرعون رامسیس دوم (حکومت ۱۲۹۲ تا ۱۲۲۵ ق م) نے شمالی شام کے ایک حطی بادشاہ سے ایک جنگ کے بعد جو صلح کی (اور جس کی چاندی کی تختی پر کندہ اصل دستاویز دستیاب ہو گئی ہے) اس میں صراحت سے اس کا اقرار ہے کہ دونوں بادشاہ نہ صرف ہمیشہ دوست رہیں گے — (یعنی ایک دوسرے کی خود مختاری کو تسلیم کریں گے) بلکہ اجنبی حملہ آوروں کے خلاف حلیف رہیں گے۔ تاجر اور کاریگر ایک کے ملک سے دوسرے میں امن سے جا آ سکیں گے۔ ایک کے ملک سے جو ملزم فرار ہو کر دوسرے کے ملک میں پناہ گزیں ہو اس کی تحویل عمل میں آیا کرے گی۔

فلسطین کے یہودی بادشاہ حضرت داؤدؑ (حکومت ۹۹۹ تا ۹۵۹ ق م) اور حضرت سلیمانؑ (حکومت ۹۵۹ تا ۹۲۹ ق م) نے بھی ہمسایہ بادشاہوں مثلاً فینیقیا کے شہر طائر کے (جسے آج کل غالباً صور کہتے ہیں اور جو دمشق کے مغرب میں ایک بندرگاہ ہے) بادشاہ حیرام (حکومت ۹۸۰ تا ۹۴۶ ق م) سے دوستی کے معاہدے کئے۔

۱؎ ہوئن سن ڈوروف، ج ۱ ص ۱۶۸، بر یسٹید ج ۳ ص ۱۶۳ الخ۔
۲؎ ملوک اول ج ۱ ص ۳۱ الخ۔

ebooks.i360.pk

اس زمانے میں صرف یہودی ہی موحد تھے اس لئے دوسری قوموں کو وہ اپنے مساوی سمجھنے سے انکار کرتے رہے۔ عمالقہ کی سات قوموں سے وہ کبھی صلح کرنی نہیں چاہتے تھے اور ان کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ دوسری قوموں سے وہ صرف اسی وقت صلح کرنی چاہتے تھے جب وہ ماتحت اور باج گزار بن کر رہنے پر آمادہ ہوں۔ اگرچہ یہودی مذہب یا یہودی نسل کی بادشاہتیں حضرت سلیمانؑ کے بعد ایک سے زاید ہو گئیں لیکن ان کو زیادہ دن رہنے کا موقع نہیں ملا ورنہ شاید ان میں ایک قسم کا "بین ممالک یہودیہ" قانون ترقی کر جاتا۔

ہم نسل اور ہم تمدن قوم کا یہ کثرت خود مختار سیاسی وحدتوں میں بٹنا اگرچہ ہندوستان، وسط ایشیا، چین، یونان اور متعدد ممالک میں نظر آتا ہے لیکن قدیم ترین تاریخی دا خلے یار کارڈ جتنے زیادہ اور واضح یونان کے ہیں اب تک ہمارے پاس کسی اور کے نہیں۔ یوں بھی یورپی قانون بین الممالک کی تاریخ میں اس کی اہمیت اور اثرات سب سے زیادہ ہیں۔

ف۱۔ اگرچہ ہندوستان کے حالات سے ہمیں زیادہ دلچسپی ہو سکتی ہے لیکن ہندوستان کی تاریخ زیادہ تر ایک ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے جب کہ آریاؤں کی آمد ہوئی۔ اس سے پہلے کی دراوڑی اور دیگر ہندی نسلوں کی سیاسی تاریخ ابھی تک ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ اسی لئے ان کے بین الممالک قانون کا پتہ چل نہ سکا ہے۔ مسکی ضلع رائچور وغیرہ کی اثریاتی کھدائی کے نتائج کے طور پر ممکن ہے آئندہ کم از کم دکن کے

متعلق کچھ حالات معلوم ہو سکیں۔ آریائی ہندوستان میں رگ وید منو سمرتی (سنہ ۵ ق م) مہابھارت (ارسطو اور سکندر اعظم کے ہمعصر اچاریہ چندر گپتا کے وزیر کاوٹلیا کی طرف منسوب) ارتھ شاستر سنہ ۳۰۰ ق م دیگر پرانوں اسمرتیوں اپنشدوں ویدوں وغیرہ سے ہم جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان سے بین الممالک برتاؤ کے بہت سے قواعد مستنبط ہو سکتے ہیں لیکن جانوروں کی چہار گانہ تقسیم (علماء سپاہی پیشہ ور اور غلام میں) گائے کی عزت اور آلیر (حیدر آباد) وغیرہ میں کھدائی ہوئی قدیم قبروں (کیبرن) میں ملی ہوئی چیزوں اور دریافت شدہ باتوں سے مصر کے قدیم[1] تمدن سے جو حیرت انگیز مماثلت نظر آتی ہے اس کا اشارہ یہاں بے جا نہ ہوگا۔ قانون بین الممالک کی تفصیلی تاریخ لکھنے والا ان چیزوں کا زیادہ ذکر کرے گا۔ یہاں صرف اتنا بیان شاید کافی ہوگا کہ ہندوستان میں بھی آریائی نسل کی مملکتوں میں جو خاص[2] اصول برتاؤ کے تھے ان کے ملیچھ اور غیر ملکی مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے۔ ان کے متعلق سپہ سالار کی [illegible] ہی سب کچھ تھی۔ مزید تفصیلیں وِسوا ناتھ کی کتاب میں ملیں گی۔

۵۔ بہر حال جیسا کہ بیان ہوا یونان کے حالات ہمیں نسبتہً زیادہ معلوم ہیں خود سنہ ۱۲۰۰ ق م میں جب کہ الیون (ٹروے) پر سارا یونان چڑھ دوڑا تھا اور جس کا جزوی ذکر ہومر نے اپنی رزمیہ نظم ایلیاڈ میں کیا ہے، یونان میں بہ کثرت ہم نسل ہم رواج ہم زبان ہم مذہب خود مختار سلطنتیں

عله بیان فلاروس حصہ تاریخ قدیم باب اوّل۔ عله۲۔ پاسکال ص ۵۔

ebooks.i360.pk

نظر آتی ہیں۔ ڈیلفی میں جو مندر تھا اور اولمپیا میں جو میلہ لگتا اور کھیل کے مقابلے ہوتے تھے اس میں یونان کی ہر مملکت سے لوگ آتے تھے۔ اگرچہ ارسطو کا نہیں کے الفاظ میں "فطرت نے غیر یونانیوں کو غلام ہونے کے لئے ہی پیدا کیا ہے"[1] لیکن اندرون یونان جو بیسیوں خود مختار شہری مملکتیں تھیں، (جن میں سے بعض جمہوری تھیں تو بعض شاہی یا اعیانی، نیز بعض بڑی اور بعض چھوٹی) ان کے باہمی تعلقات میں برتنے کے لئے نوامیس یونان (لاز آف دی ہیلینیس)[2] پیدا ہو گئے۔ ان مملکتوں میں محالفے بھی قائم ہوتے تھے چنانچہ جو مملکتیں ڈیلفی کی امفکتیونک لیگ ("یونانی مجلس اقوام") میں شریک ہوتی تھیں، وہ حلف لے کر اقرار کرتی تھیں کہ:۔

"ہم کسی امفکتیونی شہر کو نہ تو تباہ کریں گے اور نہ اُسے بہتے پانی سے"
"کاٹ دیں گے حالت امن ہو کہ جنگ۔ اگر کوئی اس کے خلاف"
"کرے تو ہم خلاف ورزی کرنے والے پر حملہ کر کے اس کے شہر کو"
"تباہ کر دیں گے۔ اگر کوئی خدا کی جائداد کو لوٹے یا لٹنا دیکھ کر چپ"
"رہے، یا ڈیلفی کے مندر کی خدائی جائداد کے خلاف غدارانہ"
"مشورے سُنے تو ہم اس کو سزا دینے میں تدمے، قدم سے اور زبان"
"اور ہر اس چیز کے ذریعے حصہ لیں گے جو ہمارے مقدور میں ہو۔"[5]

---

[1] کتاب سیاسیات حصہ اوّل باب دوم و ششم ارسطو کی۔ [2] فنک ص۸، فلپسن حصہ ۱ صفحہ ۵۲ تا ۵۴۔ [3] فلپسن حصہ ۱ صفحہ ۶۲ بحوالہ ہیرو ڈوٹس۔ [4] ہسٹری آف دی ورلڈ صفحہ ۱۱۰۷۔ [5] فلپسن حصہ ۲ ص ۱ بحوالہ ہاربرک دستاویز ۱ م۔ نیز ولسن ص ۱۶۔

وقت بوقت ان امفکٹیونیوں کے جلسے ہوتے اور مفاد باہمی اور آپس کے جھگڑوں کے متعلق قرار دادیں اور فیصلے ہوتے۔ بعض وقت اعلان جنگ کا فیصلہ بھی وہیں ہوتا تھا[عہ]۔

تفصیلات کا یہاں موقع نہیں (جس کے لئے دیکھو فلپسن) لیکن یہ بیان کرنا ہے کہ یونانیوں نے بڑے قدیم زمانے میں اس بات کی نظیر چھوڑی ہے کہ بہت سی خود مختار سلطنتیں ایک دوسرے کی خود مختاری کو مانتی ہوئی پُرامن طور سے ہمسایہ رہ سکتی ہیں اور ان کے باہمی تعلقات، برتاؤ کے چند ایسے مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوسکتے ہیں جن کو سب مانتے ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ ان قواعد کا اطلاق صرف ہم نسلوں (یونانیوں) کے مابین ہوتا تھا، بربری (غیر یونانی) قومیں کسی بات پر حق نہیں جتا سکتی تھیں۔ ان سے یونانی قانون نہیں بلکہ قوانین انسان یعنی عالمگیر (یا معقول و مناسب) قانون" متعلق ہوتا تھا مگر اس کی سختی اور نامعقولیت بڑی تھی۔

۵۔ اگرچہ سکندر اعظم نے ایک عالمگیر حکومت قائم کی مگر وہ زیادہ دن باقی نہیں رہی۔ روما جب تک شہری مملکت رہا رومیوں نے کوئی نئی بات پیدا نہیں کی وہ یونان سے متاثر رہے[عہ]۔ البتہ تیسری صدی قبل مسیح کی ابتدا میں رومیوں نے ایک وسیع سلطنت قائم کرلی اور دنیا کے مالک ہونے کا دعوا شروع کیا۔ اس کی ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بہت سی قومیں رہتی تھیں۔

عہ بیتھی لارنس (لفظ امفکٹیونیہ) عہ آماری ص ۱۵۶ ۔ عہ فلپسن ج ۱ ص ۱۱۴ تا ۱۰۰

ebooks.i360.pk

سلطنت روما کا اصول یہ تھا کہ مفتوحہ علاقوں کو بڑی حد تک اندرونی خود مختاری عطا کرے۔ ان ماتحت حکمرانوں میں اگر کوئی جھگڑے پیدا ہوتے تو "قیصر روم" کے پاس مرافعہ ہوتا اور اس کا حکم فیصلہ کن ہوتا۔[1] اس طرح ایک "عالم برتر حاکم" کا تصور پیدا ہو گیا جو بعد میں بہت سی قوموں میں موروث ہو کر بہت دن تک باقی رہا۔ لیکن سلطنت روما کے اندر بسنے والوں کے قانون بین الاقوام کو قانون بین الممالک کہنا سخت غلطی ہے:

اس دور کا اصلی قانون بین الممالک وہی ہے جو سلطنت روما کے ساتھ اُن ممالک کے تعلقات میں برتا جاتا تھا جو سلطنت روما کے باہر اور اس کی سرحد پر تھے مثلاً ایران وغیرہ اور جس کو "قانون جنگ" اور "قانون مجلس خارجہ" (یُس فیتیالی) کہتے تھے۔

رومیوں نے دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا،[2] رومی سلطنت، معاہد ممالک اور حربی ممالک۔ معاہد ممالک کی رعایا سلطنت روما میں آتی تو محفوظ رہتی اور اُن کے لئے کوئی شکایت یا مخاصمت پیدا ہوتی تو پربیٹر پیریگرینس (مفتی عدالت خارجہ) کے مشوروں سے یُس گینٹیم (قانون اقوام) کے مطابق انصاف رسانی بھی ہوتی (جو موجودہ "تصادم قوانین" سے مشابہ اور جس کو رفتہ رفتہ قانون فطرت کے مطابق سمجھا جانے لگا تھا) جن ممالک سے دوستی، مہمان نوازی یا حلیفی کا کوئی معاہدہ نہ ہوتا وہ حربی سمجھے جاتے۔ بہ جز سفیروں کے، حربی باشندے سلطنت روما میں اور رومی باشندے حربی ممالک میں

[1] نانک[?] ص۱۱ ۔ [2] ادپن ہائم جلد نمبر(۱) ص۵۹ ۔

جان و مال کی حفاظت پانے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ اور جب کبھی جنگ چھڑتی یا صلح یا دوستی ہوتی یا کسی اجنبی مملکت سے کوئی مطالبہ ہوتا تو قبیلائی مجلس (جس میں بیس بیس پجاری ہوتے تھے) کام انجام دیتی لیکن جنگ کی صورت میں بجز اس کے کہ اعذار و انذار اور اعلان جنگ ہو، حربی کے کوئی قانونی حق نہیں مانے جاتے تھے اور صرف صوابدید پر عمل ہوتا۔[1]

۹۔ اس اثنا میں مسیحیت جو فلسطین میں پیدا ہوئی تھی، سینٹ پیٹر وغیرہ کے ذریعے اٹلی پہنچ گئی اور کئی صدیوں کی کشمکش کے بعد وہ سرکاری مذہب بن گئی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مسیحیت کے ساتھ بین الممالک قانون ایک ناممکن سی چیز ہے کیونکہ حضرت مسیح کی تعلیم یہ رہی ہے کہ کسی عیسائی کے لئے نہ صرف اپنی مدافعت قوت کے ذریعے کرنی ناجائز ہے بلکہ خود حکومت کے قانون کی امداد بھی چاہی نہیں جا سکتی۔[2] روما کے مسیحی شہنشاہ قسطنطین اعظم (۲۷۴ تا ۳۳۷ء) کی ملک گیرانہ سرگرمیوں نے اور پھر سینٹ آگسٹائن (۳۵۴ء تا ۴۳۰ء) کے خیالات نے عیسائیوں کے ہاں جنگ کو جائز بنانے میں کامیابی حاصل کی۔[3] دوسرے الفاظ میں جب انھوں نے اپنے مذہب کے بانی کی اصولی تعلیم ترک کر کے دنیا پرستی شروع کی تو پھر اُن کے ہاں بھی رزم کی بزم آرائیاں شروع ہوئیں۔ اگرچہ جنگ کے جواز کے بعض مؤلف اب بھی مخالف رہے لیکن نقار خانے میں ان طوطیوں کی آواز کون سنتا۔ آخر چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں صدی کی ابتدا میں نوبہ نو رے لیتے اور گرشن

علہ فنیاب صہ ۱۱ الخ۔ اوپن ہائم علہ صہ ۵۹ الخ۔ علہ نیس صہ ۴۲۔ علہ نیس صہ ۴۵۔

"پیروان نے خونناک جنگوں کے متعلق یہ نظریے پھیلائے کہ وہ انسان کی شامت اعمال کے باعث خود خدا کی طرف سے آتی ہیں۔ اور سپاہی ایک اچھے اور نیک کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔[1] قرون متوسطہ میں اگر کہیں کہیں سے مذہبی علماء امن و سلامتی کی آوازیں بلند بھی کرتے تو وہ پیروان مسیحیت کی حد تک تھا ورنہ غیر مذہب والوں کے حق میں وہ بھی کھلم کھلا مخاصمت کا اظہار کرتے تھے۔ "خدا کشی" کے الزام میں یہودیوں سے اس بے رحمی کا برتاؤ کیا گیا کہ بابد و شاید عیسائیت کے گہوارے اور ارض مقدس یروشلم پر مسلمانوں کے قبضے اور اُن کی ناقابل شکست قوت نے ان کو بھی عیسائیت کے نزدیک مطعون کر کے کچھ ایسا قابل گردن زدنی قرار دیا کہ آج ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو آئے مگر یہ مخالفت پھر بھی کم ہوتی نہیں معلوم ہوتی خلفائے راشدہ نے عیسائیت کے مرکزوں بیت المقدس اور اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ اُمویوں، عباسیوں، اندلسیوں اور پھر عثمانی ترکوں نے عیسائیت کو جو نیچا دکھایا تو اس کا ناگزیر نتیجہ شاید یہی تھا کہ "جنگ کی شدت کو کلیسا نے شدید تر کر دیا"[3] اور ستم ظریفی دیکھئے کہ راہبوں نے جنگی نظام قائم کئے ٹمپلر، ہاسپٹالر، آرڈر آف سینٹ جان، ٹیوٹانک آرڈر وغیرہ مذہبی راہبوں کے جنگی نظاموں[4] اور ان کی کارگزاریوں سے کون واقف نہیں۔ ان نظاموں اور صلیبی جنگوں کا ایک منشا کلیسا کے روبہ زوال اثر کا اعادہ بھی تھا۔ اور بلجیم کا نامور پروفیسر اور ماہر تاریخ قانون بین الممالک نیس[5] بیان کرتا ہے کہ جب امریکا دریافت ہوا تو شہزادۂ امن

[1] نیس ص ۲۷۔ [2] ایضاً ص ۱۳۰۔ [3] ایضاً ص ۱۴۱ الخ۔ [4] ایضاً ص ۱۴۲ الخ۔ [5] ایضاً ص ۱۵۳۔

ebooks.i360.pk

کے نام لیواؤں نے اسپینی پادری لاس کاز اس (۱۴۷۴ء تا ۱۵۶۶ء) کے مطابق اڑتیس سال کے عرصے میں ایک کروڑ بیس لاکھ "کافر" امرنڈیوں (امریکی ہندیوں) سے دنیا کو پاک کیا۔ آکسفرڈ یونیورسٹی کے اطالوی پروفیسر آلبیریکس جینٹیلس (جس نے ۱۵۹۸ء میں قانون جنگ پر ایک بڑی مشہور کتاب شائع کی تھی اور جسے اپنے وطن سے پروٹسٹنٹ خیالات کی بنا پر مجبوراً اٹھ کر نکلنا پڑا تھا) یہ کہتا ہے کہ "مذہب کی بنا پر کوئی جنگ نہیں ہونی چاہئے"[1]۔ اور پھر یہی مولف یہ عجیب جملہ لکھتا ہے کہ "عیسائیوں اور ترکوں (مسلمانوں) میں ایک ناقابل مصالحت جنگ ہے"۔[2] یہی نہیں بلکہ غیر عیسائی ممالک سے تجارت تو جائز تھی لیکن حلیفی کی مذہب مخالفت کرتا تھا[3]۔ عیسائی بادشاہوں کی باہمی جنگوں نے بالآخر اس کو بھی جائز کر دیا اور غیر عیسائیوں خاص کر مسلمانوں کی حلیفی سے بھی مدد لی جانی شروع ہو گئی چنانچہ ۱۵۳۵ء میں فرانس اور ترکی میں دوستی کا معاہدہ ہوا اور ۱۵۴۳ء میں شہر نیس کے محاصرے میں ترکی امیر البحر باربروسہ بھی فرانسوا اوّل کے ساتھ شریک تھا[4] مگر یہ ۱۸۵۶ء تک ممکن نہ ہوا کہ کسی غیر عیسائی مملکت کو "یورپی قانون بین الممالک" کے حقوق و مراعات سے متمتع ہونے کی اجازت دی جاتی۔ اُس سال ایک صلح نامے کی شرطوں کو طے کرنے کے لئے مجبوراً ترکی کو یورپی سلطنتوں کے سماج میں صراحت کے ساتھ شریک کیا گیا[5]۔ ۱۸۹۵ء میں جاپان نے چین کو شکست دے کر اپنی قوت قائم کی

---

[1] جینٹیلیس، حصہ اول باب نہم۔ [2] ایضاً حصہ اوّل باب دوازدہم، (بحوالہ نیس ص ۱۵۷)۔
[3] نیس ص ۱۵۸ [4] ایضاً ص ۱۶۲۔ [5] فنک ص ۱۰۴ اوپن ہائم حصہ ۱ ص ۳۹۔

ebooks.i360.pk

تو اس کو بھی مہذب تسلیم کیا گیا پھر رفتہ رفتہ چین، ایران اور سیام کو بھی مشروط طور سے تسلیم کیا گیا۔ پھر ابی سینیا، عراق، افغانستان وغیرہ کی بھی باری آئی۔

غرض جیسا کہ بیان ہوا کہ عیسائیوں کو حکمرانی کی ضرورتوں کے لئے جب اپنے مذہب کی اصولی چیزیں چھوڑنی پڑیں تو پھر انھوں نے سیاست اور بین الممالک معاملت کے لئے انجیل کی جگہ رومی قانون پر دوبارہ توجہ کی۔ اور شاید اسی کا اثر تھا کہ رومی شہنشاہت ختم ہونے کے بعد بھی اس کا نام باقی رکھنے کی کوشش صدیوں باقی رہی۔

ف ۱۱۔ رومی قانون کی خصوصیتیں ہم اوپر دیکھ چکے ہیں۔ یوروپ میں اس کے احیا اور تجدید کے بعد خود بخود وہ صورت حال قائم نہیں ہو گئی جو ہم اب دیکھ رہے ہیں بلکہ جیسا کہ ہم معلوم کر چکے ہیں، ان کو اس دوران میں مسلمانوں سے بھی سابقہ پڑا۔ یہ کس طرح ہوا اور اس کے کیا اثرات ہوئے کسی قدر تفصیل کے محتاج ہیں خاص کر اس لئے کہ اس سے ہماری انگریزی درسی کتابیں عمداً یا ناواقفیت کی بنا پر خاموش رہتی ہیں۔

سنہ ۵۷۰ء میں حضرت محمدؐ کی شہر مکہ میں ولادت ہوئی۔ چالیس سال کی عمر میں انھوں نے خدا کے نبی اور رسول ہونے کا دعوا کر کے اپنے ہم وطنوں اور ہم عصروں کی ہر جہتی اصلاح شروع کی۔ سنہ ۶۲۲ء میں ہم وطنوں کی مخالفت سے مجبور ہو کر آپ مدینہ ہجرت کر گئے اور اس شہری مملکت کے باشندوں کے بہ کثرت مسلمان ہونے کے باعث وہاں کے مختار کل ہو گئے۔ ہجرت کے بعد آپ صرف دس سال زندہ رہے لیکن اس عرصے میں ایک سیاسی امت (پارٹی) کی بنا ڈالی

ebooks.i360.pk

جس کا دستور العمل کلام اللہ یعنی قرآن مجید مقرر کیا گیا جو آپ پر وحی کے ذریعے وقتاً فوقتاً الہام ہوا تھا۔ اور تمام مذہبی پیشواؤں کے برخلاف آپ نے ایک مملکت قائم کی اور خود چلا کر نمونہ عمل بھی چھوڑا۔ دس سالہ مدنی زندگی میں آپ کا اقتدار شہر مدینہ سے پھیل کر جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین کے دس لاکھ مربع میل رقبے پر محیط ہو گیا۔ اس عرصے میں آپ کو بہت سی لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں لیکن اس پوری فتح کے لئے دشمن کے بمشکل ڈھائی سو آدمیوں کا خون بہایا گیا اور اگر بیر معونہ میں دھوکے سے اور احد میں فوجی نافرمانی کے نتیجے بھاگڑ کے وقت قتل شدہ (۱۳۰) آدمی مستثنا کر دئے جائیں تو مسلمانوں کے بمشکل ایک سو آدمی مارے گئے تھے۔ بہ غرض عہد نبوی میں دس سال تک اوسطاً روزانہ دو سو چھہتر مربع میل کا رقبہ فتح ہوا اور مسلمان فوج سے دس سال تک اوسطاً ماہانہ صرف ایک آدمی مارا جاتا رہا۔ کوئی حیرت نہیں جو انسانی خون کی اتنی عزت کرنے والے موسس سلطنت ہی کی تعلیم سے جنگ کی بے رحمی کم ہو گئی ہو۔ آنحضرت صلعم کے بعد دس ہی بارہ سال میں مسلمان شدہ عرب مشرق سے مغرب تک پھیل گئے اور مصر و طرابلس، فلسطین و شام، عراق و آرمینیا، ایران و ترکستان سب ان کے زیر نگیں ہو گئے اور قیصر و کسرا کی حکومتیں انھوں نے زیر و زبر کر دیں۔ ابھی ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ اسپین و فرانس اور اٹلی و ہندوستان تک ان کے قدم پہنچ گئے اور صدیوں وہاں داد حکومت دیتے رہے۔ اور اکثر مقاموں کا نہ صرف مذہب بلکہ زبان تک بدل دی۔ (اس سلسلے میں میرے فرانسیسی مقالے "لا دپلوماسی مسلمان" میں کافی تفصیلیں ملیں گی)۔

آنحضرت صلعم نے جس امت (سیاسی و مذہبی وحدت) کی بنا رکھی اس میں

اخوت، مساوات اور یکجہتی کی تعلیم کار فرما[۲۱] تھی اسی لئے یہ ناممکن تھا کہ ایک قانون مابین ممالک اسلامیہ کی (یعنی ایسے قواعد کی جو صرف خود مختار اسلامی ملکوں میں آپس میں برتے جاتے ہیں) نشو و نما ہو سکے۔ قرآن اور آنحضرت صلعم کی تعلیم یہ تھی کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں ان میں آپس میں جدال و قتال نہ ہو اور سب ایک ہی امیر کی اطاعت کریں۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں حقیقی معنوں میں "قانون مابین ممالک اسلامیہ" ہمیں نہیں ملتا سوائے اس ایک آیت کے کہ "اگر مومنوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔ اگر ایک نے دوسرے سے بغاوت کی ہو تو باغی سے لڑو تا آنکہ وہ خدا کا حکم پھر مان لے" (قرآن سورہ ۴۹ آیت ۹۔۱۰) پیغمبر کے لگ بھگ جب مسلمانوں میں پہلی بار خانہ جنگی ہوئی تو ایک فریق کے سرگروہ حضرت علی کے سے خدا ترس، رحمدل اور اصول پسند شخص تھے۔ حریف جماعت کے ساتھ جنگ میں برتاؤ کے انھوں نے جو احکام دئے وہ اتنے مثالی تھے کہ شاید انھیں کی بنا پر وہ ناکام رہے اور جنگی فتح پر فتح کے باوجود بالآخر بعض اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

جیسا کہ عرض ہوا، قانون اسلامی کے اصل ماخذوں یعنی قرآن اور سنت میں اسلامی قانون مابین ممالک اسلامیہ بالکل نہیں پاتا لیکن مسلمانوں کا قانون بین الممالک بڑی تفصیل سے ملتا ہے کہ مسلمان حکمران غیر مسلم ممالک سے حالت امن و جنگ و غیر جانبداری میں کس طرح برتاؤ کرے۔ (اس پر جرمن زبان میں میں نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جس کا ایک حصہ چھپ بھی گیا ہے)۔

۲۱؎ یہ تفصیل مسعودی کی مروج الذہب میں حضرت علی کے حالات کے تحت ملے گی۔

ebooks.i360.pk

اس طرح یہ ناگزیر بات تھی کہ حقیقی اور عالمگیر قانون بین الممالک سب سے پہلے مسلمانوں میں پیدا ہوتا۔ چنانچہ عربوں نے احکام، نظائر اور رواج وغیرہ کو مدوّن کر کے اس قانون کو نہ صرف بڑی ترقی دی بلکہ پہلی صدی ہجری کے اواخر ہی میں اسے ایک مستقل اور علاحدہ فن بنا دیا۔ عربوں نے اس قسم کے قانون کو (جس کی پابندی ان پر ویسی ہی تعبّدی تھی جیسی عام قانون ملک کی) سِیَر یعنی "برتاؤ" کا نام دیا۔ ابن ہشام (ق ۲۱۸ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عہدِ نبوی ہی سے کم از کم جنگ میں برتاؤ کے متعلق برتا جانے لگا تھا۔ اور ابن حبیب (ق ۲۴۵ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ نہ صرف جنگ بلکہ امن کے زمانے میں بھی غیر ممالک کے ساتھ سرکاری برتاؤ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اور سرخسی (ق ۴۸۳ھ) نے قانون بین الممالک کی تعریف اور لفظ "سِیَر" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے جو الفاظ لکھے ہیں[۱] ان سے زیادہ جامع و مانع الفاظ ممکن نہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ لفظ سِیَر "سیرت" کی جمع ہے۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مشرک حربیوں، معاہَدوں، مستامنوں، مرتدّوں اور باغیوں سے مسلمانوں کے برتاؤ کا ذکر ہوتا ہے۔[۱]

آنحضرت اور آپ کے بعد خلفا نے سپہ سالاروں کو روانگی کے وقت جو ہدایتیں دیں وہ تاریخ نے محفوظ رکھی ہیں[۲]۔ اور ہالینڈ کے ترقیاتی دخویہ (آنجہانی) کو اعتراف ہے[۳] کہ فاتح عربوں کے برتاؤ کو دیکھ کر مفتوح ممالک کے باشندے بے اختیار ان کی طرف مائل ہو گئے اور ان کی ہر طرح مدد کرنے لگے تھے۔

---

[۱] اس فقرے کے جملہ معلومات کے حوالے میرے جرمن مقالے میں مل سکیں گے۔ [۲] عہد نبوی کیلئے صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۳۹ الخ میں، عہد ابوبکرؓ کیلئے تاریخ طبری ص ۱۸۴۹ الخ میں اور عہد عمرؓ کیلئے ابن قتیبہ کی عیون الاخبار ج ۱ ص ۱۰۱ الخ میں بھی دستاویزیں ملیں گی۔ [۳] کتاب المبسوط ج ۱۰ ص ۲۔ [۴] دخویہ ص ۱۰۴۔

ف ۱۱ جب اسی قوم سے عیسائیوں اور یوروپیوں کو سابقہ پڑا تو ان کا متاثر ہونا ناگزیر تھا۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تصورات قانون بین الممالک، یوروپ کے رومی دور اور جدید دور کے مابین ایک مستقل وحدت اور ایک حلقۂ انفصال کا کام دیتے ہیں۔ اس کی تائید میں اور بھی کئی باتیں عرض کرتی ہیں۔

ف ۱۲ رومی سلطنت جب عمر طبعی کو پہنچ کر خانہ جنگیوں اور اجنبی حملوں کا شکار ہوگئی تو قدر نعمت بعد زوال، اس کے امن و امان اور عظمت کا یوروپ میں ہر طرف حسرت کے ساتھ ذکر ہوتا تھا۔ اپنے عروج کے زمانے میں رومی غرور کا یہ حال تھا کہ روما کو "سدا آباد شہر" سمجھا جاتا تھا اور خود "سلطنت روما" کی بطور دیوتا پرستش ہوتی تھی۔ چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں سلطنت روما کے خاتمے کے بعد یوروپ میں خانہ جنگیوں اور تاراج کی سی کیفیت تھی جو صدیوں تک جاری رہی اور ساتویں صدی عیسوی کے ثلث دوم کے آغاز پر متحد عربوں میں خلافت کا آغاز اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس پر ابھی چودہ برس بھی نہیں گذرے تھے کہ ۲۷ھ/۶۴۷ء میں خلیفہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے اسپین پر حملہ کرکے اس کے کچھ حصے پر قبضہ کرلیا[1] اور ۳۲ھ/۶۵۲ء میں بیزنطینی سلطنت سے فلسطین، شام، مصر اور آرمینیا چھین لینے کے بعد خود اس کے پائے تخت قسطنطنیہ پر دھاوا بول دیا حالانکہ اس سے کچھ پہلے تک قیصر روم خود ہم لوگوں کے دستوری معاملات میں مداخلت کیا کرتا تھا۔[2] یوروپ پر مشرق اور مغرب سے ان

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۸۱۷ نیز گبن جلد ۵ ص ۵۵۵۔ [2] ایک واقعہ معارف ابن قتیبہ طبع یوروپ ص ۳۱۳ اور دوسرا سہیلی کی الروض الانف جلد ۱ ص ۱۴۶ میں ہے۔

حملوں کا لگاتار سلسلہ جاری رہا اور ابھی ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ موسیو پشیر[1] کے الفاظ میں مسلمانوں کی حکومت ایک ہلال کی شکل میں دنیا میں پھیل گئی جس کا ایک سرا پیرینیز کی چوٹیوں پر تھا تو دوسرا سرا ہمالیہ کے پہاڑوں پر۔ اور اس سب علاقے پر صرف ایک خلیفۃ المسلمین حکمرانی کرتا تھا جو مذہبی امام بھی تھا اور سیاسی امیر بھی تھا۔ اہل یوروپ اس کو دیکھتے تھے اور کچھ کر نہ سکتے تھے۔ یوروپ میں عیسائیت پھیل چلی تھی اور پوپ کا روحانی اقتدار جو بے حد منظم تھا، ہر کوئی مانتا تھا۔ اس کا شہر روما میں رہنا بھی ایک عجیب اتفاق تھا جہاں کی عظمت ماضی اب بھی ضرب المثل بنی ہوئی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی کے اختتام پر یوروپ کی صورت حال نے پلٹا کھایا۔ فرنگی بادشاہ شارلمان (۷۴۲ء تا ۸۱۴ء) نے یوروپ میں ایک بڑی سلطنت قائم کرلی۔ ادھر اسی زمانے میں لیو سوم (پاپائی ۷۹۵ء تا ۸۱۶ء) سا بیدار مغز اور زمانہ شناس شخص پوپ منتخب ہوا تھا۔ شارلمان کی مذہبیت نے انجیل اور تلوار کے آب و آتش کا اتحاد ممکن کردیا۔ چنانچہ ۸۰۰ء کی کرسمس کے دن پوپ لیو نے شارلمان کو رومی سلطنت کا تاج شہنشاہی پہنایا[2]۔ اس "مقدس رومی سلطنت" کے مذہبی فرائض پوپ کے قبضے میں رہے اور سیاسی فرائض شہنشاہ کے اور جملہ عیسائی یوروپ کے گویا یہ مشترکہ سردار ہوگئے۔ اور پوپ اور شہنشاہ ایک دوسرے کی تائید سے اپنی اس برتری اور اقتدار کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ آدمیوں کی طرح سلطنتوں کے طرز عمل کی نگرانی اور جھگڑوں کی تحکیم پوپ کے ہاتھ میں رہی۔ اور شہنشاہی کا عہدہ مختلف خانوادوں اور مختلف ممالک کے بادشاہوں

۱؎ سوانح حجاج بن یوسف (فرانسیسی) کا مقدمہ ص ۱۲۔ ۲؎ اوپن ہائم ج ۱ ص ۶۲ بحوالہ فنک ص ۱۴۳۔

کے ہاتھ میں گھومتا رہا اور جرمن شہنشاہ سنہ ۱۴۹۳ء تک دنیا کے بادشاہ رہے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ اسی تنازل سلطان کے کچھ ہی بعد سے بغداد میں بھی مسلمان خلفا اپنے دنیاوی اقتدار سے محروم ہو کر امیرالامرا اور پھر بعد میں سلطانوں کو اپنا اقتدار عملاً سپرد کر دینے پر مجبور ہو گئے۔

۱۳۵ ظاہر ہے کہ تقسیم فرائض شہنشاہ اور پوپ میں ایسی نہ تھی کہ ان میں تصادم نہ ہوتا۔ چنانچہ جلدی ہی یہ دونوں اقتدار حلیف کی جگہ رقیب بن گئے اور ابتداً پوپ کو جو فوقیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سنہ ۱۰۷۷ء میں شہنشاہ ہنری چہارم جیسے باجبروت حکمران کو پوپ سے ہار ماننی پڑی۔ اسی زمانے میں اسلامی ممالک خاص کر سسلی اور اسپین کے تہذیبی اثرات[1] کے تحت یوروپ میں جو ذہنی آزاد خیالی پیدا ہوتی تھی اس کے باعث پوپ کے اقتدار سے ناراضی بڑھتی ہی گئی اس کو سنبھالنے کے لئے کی ہوئی صلیبی جنگوں (سنہ ۱۰۹۶ء تا سنہ ۱۲۹۱ء) کے سلسلے میں مغرب کی طرح مشرق کے اسلامی اثرات بھی یوروپ میں آنے لگے۔ اور اگرچہ خلافت عباسیہ کے آغاز کے ساتھ ہی سنہ ۷۵۶ء سے اسپین خود مختار ہو گیا تھا لیکن وہاں کے باجبروت سلاطین کو بھی دو سو سال تک ہمت نہ ہوئی کہ اپنے کو خلیفہ کہیں۔ جب بغداد میں خلافت ایک واقعی کی جگہ ایک نظری ادارہ ہو گئی تو عبدالرحمان ثالث (حکومت سنہ ۹۱۲ء

---

[1] یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یوروپ میں قانون بین الممالک کے ابتدائی مولف عموماً اسپینی اور اطالوی ہی ہیں جو اندلس اور سسلی کے اثرات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ عیسائی اسپین کے قانون جنگ پر اسلامی اثرات کی اہمیت کے اعتراف کے لئے دیکھئے نیس ص ۲۰۹ الخ۔

تا سنہ ۹۶۱ء) نے جمعہ ۱۶ر جنوری سنہ ۹۲۹ء سے "امیر المومنین الناصر لدین اللہ" کا لقب اختیار کر لیا، اور اسلامی داخلی یکجہتی پر پہلا وار ہوا جب سنہ ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء کی ابتدا میں بغداد کی خلافت عباسیہ کا ہلاکو خاں کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا تو پھر یکے بعد دیگرے اسلامی خود مختار ملک وجود میں آتے گئے جن پر قاہرہ اور پھر استانبول کے خلفا کا برائے نام بھی اثر نہیں رہا۔ یہی حال یوروپ کی پاپائی کا بھی رہا۔ پندرھویں صدی سے اس کی جو مخالفت شروع ہوئی تھی اور گناہوں سے برات جب بکثرت "فروخت" ہو کر اباحیت عام ہونے لگی تو پھر لوتھر وغیرہ نے خلوص سے مذہبی اصلاح کی تحریک شروع کی اور جس کو انگلستان کے ہنری ہشتم وغیرہ کے بوالہوسانہ اغراض سے بھی بڑی مدد ملی اور بالآخر یوروپ کے بہت سے ممالک میں پروٹسٹانٹزم یا جدید "احتجاجی مذہب" پھیل کر سولھویں صدی کے اواخر سے ایسی یوروپی عیسائی سلطنتیں وجود میں آنے لگیں جو قومی خود مختاری کی اساس پر قائم تھیں اور برائے نام بھی کسی بیرونی اقتدار کی ماتحتی ناپسند کرتی تھیں اور یہ ایک عجیب انقلاب کا زمانہ تھا کہ فلارنس کے دانتے (سنہ ۱۲۶۵ء تا سنہ ۱۳۲۱ء) نے جو نظریۂ اتحاد پیش کیا تھا اس کو اسی کے ایک ہم شہری ماکیاویلی[عہ] (سنہ ۱۴۶۹ء تا سنہ ۱۵۲۷ء) نے دو ہی سو سال بعد نیست و نابود کر کے بین الممالک تعلقات میں سیاسی اباحیت پھیلا دی مگر خوش قسمتی سے آیالا اور جنتی لیس نے قوانین فطرت کو حالت جنگ میں ملحوظ رکھنے پر زور دے کر یوروپ میں پیدا ہونے والے قانون بین الممالک کے خدوخال

عہ تلفظ کے لئے دیکھئے کتاب کی ابتدا میں "املا اور اعراب"۔

ebooks.i360.pk

بدل دیے۔ فریڈرک سوم (فوت ۱۴۹۳ء) وہ آخری شہنشاہ تھا جس کی پوپ کے ہاتھوں روما میں تاج پوشی ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب قومیت کی تحریک عام ہو گئی تو ضرورت پیدا ہوئی کہ ان خود مختار سلطنتوں کے باہمی برتاؤ کے لئے قواعد بنیں چنانچہ مشہور جنگ سی سالہ ختم ہو کر جب ۱۶۴۸ء میں ویسٹ فالیا میں معاہدہ صلح مرتب ہوا تو پہلی مرتبہ صراحت کے ساتھ سلطنتوں کی مکمل خود مختاری تسلیم کی گئی اور بین الممالک کانفرنسوں کے ذریعے باہمی برتاؤ کے قاعدے بنانے کا آغاز ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے تک غیروں سے برتاؤ کے لئے قانون فطرت سے مدد لینے کی ترغیب دی جاتی اور کوشش کی جاتی رہی تھی۔ ۱۵۸۲ء میں آیالا نے اور ۱۵۹۸ء میں جنٹیلیس نے قوانین جنگ پر کتابیں لکھیں اور قانون فطرت کی اتباع پر زور دے کر جنگ کی بیرحمیوں کو گھٹانے کا مشورہ دیا اور ۱۶۲۵ء میں گروتیوس نے یہ دیکھ کر کہ اس کے زمانے میں جنگ میں وہ وہ باتیں روا تھیں کہ جن پر وحشی اقوام بھی شرما جائیں" بین الممالک تعلقات میں اخلاقی برتاؤ پر زور دیا تھا جس کو تمام کمزوروں نے بدل وجان پسند بھی کیا۔ گروتیوس نے قانون فطرت کے ساتھ ساتھ رضا مندی ممالک متعلقہ کو بھی قانون بین الممالک کا ایک ماخذ قرار دیا۔ اگرچہ زوش نے ۱۶۵۰ء میں دوبارہ رسم و رواج ہی کو قانون بین الممالک کا ماخذ بنانے کی کوشش کی مگر پوفنڈورف نے ۱۶۷۲ء میں قانون فطرت پر بے انتہا زور دے کر اس رد عمل کو روکا اور آخر ۱۷۴۹ء میں واتل نے قانون فطرت کے نظریوں کی تشریح اور

۱؎ لارنس ص ۱۱۶۔ ۲؎ تلفظ کے لئے دیکھئے کتاب کے شروع میں "املا اور اعراب"۔

ebooks.i360.pk

قانون رواجی و معاہداتی کی اصلاح و ترقی میں قانون فطرت سے رجوع کیا کرنے پر زور دیا تاکہ مطلوبہ صورت حال پیدا ہو سکے اور موجودہ قانون کی برائیاں دور ہو سکیں اور معاہدات میں قانون فطرت کا لحاظ رکھا جایا کرے۔ اس کے بعد سے معاہدات کی اہمیت روز افزوں ہے۔

ف ۱۴۷ جیسا کہ اوپر ف ۹۵ میں بیان ہوا، ۱۸۵۶ء سے یورپ کے قانون بین الممالک کا حقیقی دور شروع ہوتا ہے۔ معاہدات کے ذریعے آئندہ جنگ کے لئے برتاؤ کا مقرر کر لینا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں خاصا قدیم رہا ہے۔ چنانچہ امام محمد الشیبانی (ف ۱۸۹ھ) نے اپنی کتاب السیر[۱] میں اس سے بحث کرتے ہوئے بہت سی مثالیں دی ہیں کہ اسیروں سے برتاؤ، مفتوحہ ملک کی تباہی و غیر تباہی سے امور کے متعلق کس قسم کے پیشگی معاہدے مناسب اور کیسے نامناسب ہیں۔ یورپ میں عیسائی و غیر عیسائی، یورپی و غیر یورپی کا امتیاز اٹھا کر ہر قسم کی خود مختار مملکتوں کا مل کر باہم بین الممالک تعلقات کے برتاؤ کے قواعد بنانا بھی ۱۸۵۶ء ہی سے شروع ہوتا ہے چنانچہ دستخط کنندگان کے علاوہ اوروں کی آئندہ شرکت کی گنجائش رکھی جانے لگیں اور ۱۶۲۳ء میں ایمرک کروسے[۲] نے تمام دنیا کی مملکتوں کا ایک اتحاد یا عہدیہ قائم کرنے کی جو تجویز پیش کی تھی وہ قسمت کی بہت سی گردشوں کے بعد ۱۹۱۹ء میں مجلس اقوام کی صورت میں وجود میں آتی ہے۔

---

۱ شرح السیر الکبیر مطبوعہ دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۱۰۲ الخ

۲ اوپن ہائم ج ۱ ص ۶۶

ebooks.i360.pk

اِس وقت ہم نے[1] جو کچھ اب تک دیکھا ہے اس کا اپنے موقع پر ذکر آئے گا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مرکز گریز انسانی کنبوں کی مرکز کشش کا جو مظاہرہ مختلف دوروں میں مختلف صورتوں سے ہوتا آرہا تھا، مجلس اقوام اس کا جدید ترین ارتقائی مظاہرہ ہے اور کسے معلوم کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

---

[1] اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا بانی امریکا اس میں شریک ہونے سے انکار کر گیا۔

ebooks.i360.pk

تعریف اور نام

۵۱۔ لارنس کے الفاظ میں "انٹرنیشنل لا [قانون بین الممالک] سے مراد وہ قاعدے ہیں جو متمدن مملکتوں کی جماعت عامّہ کے باہمی برتاؤ میں ان کے کردار کا تعین کرتے ہیں"۔

دوسرے الفاظ میں ان قاعدوں کا جاننا مطلوب ہے جن پر واقعی عمل کیا جاتا ہے کہیں کہیں اور کبھی کبھی خلاف ورزی ہو تو اس سے بحث نہیں۔ اسی طرح، مملکت سے مراد حقیقی مملکت بھی ہے اور صرف واقعی بھی مثلاً باغی علاقہ۔ قاعدے کا لفظ بھی عام ہے یعنی قانون، رواج، معاہداتی پابندی وغیرہ سب اس میں شامل سمجھے جائیں۔ تمدن سے مراد ظاہر ہے کہ یورپی مولفوں کے نزدیک جدید مغربی تمدن ہے اور کسی قوم خاص کر غیر یورپی قوم کے لئے اپنے آپ کو متمدن منانے کے لئے قوت کی حقیقی ضرورت ہے اس کو بیان کرنے سے ہمیشہ گریز کیا جاتا رہا ہے

ہر مولف اپنی تعریف الگ دیتا ہے اور دوسروں کی خامیاں بتاتا ہے۔ لارنس کی اوپر دی ہوئی تعریف بھی بے داغ نہیں مثلاً یہ کہا گیا کہ "مملکتوں کے برتاؤ" کا لحاظ ہے۔ لیکن ہمارے مبحث میں مملکت سے ہی نہیں بعض وقت اس کی رعایا سے بھی بحث ہوتی ہے مثلاً جنگ چھڑنے پر ایک حربی کی رعایا دوسرے

ebooks.i360.pk

کے علاقے میں ہو تو اس کی نظربندی، اخراج وغیرہ یا غیر جانبدار مملکت کا فریقین جنگ کی فوجوں کو اپنے علاقے میں آکر لڑنے سے جبراً روکنا یا حربی ملک کی رعایا کی خانگی تجارت کو متاثر کرنا وغیرہ۔

اسی طرح اس تعریف سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ بعض قاعدے ہمہ گیر ہوتے ہیں اور بعض، خاص کر معاہداتی واجبات، کسے محدود حلقے پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ مہذب ممالک، غیر مہذب مملکت سے معاملت کرتے وقت جو برتاؤ اختیار کرتے ہیں اس کو قانون بین الممالک سے خارج کر دینا اور مقتضائے انسانیت قرار دے کر ایک اخلاقی قاعدہ قرار دینا، یہ البتہ تعریف کا قصور نہیں بلکہ مغربی نقطۂ نگاہ اور اعتقاد کا ہے۔

ف (۱۴) اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عرب مولف اس علم کو "سیر" کا نام دیتے رہے ہیں۔ بنتھم کی بنائی ہوئی اصطلاح "انٹرنیشنل" اتنی عام پسند ہو گئی ہے کہ اب فرانسیسی، اطالوی، اسپینی وغیرہ میں اسی کا ترجمہ کر لیا گیا ہے۔ یہ اصطلاح اس زمانے کی ہے جب ہر مملکت ایک "قوم" ہوتی تھی اور قوم سے صرف سیاسی قوم مراد ہوتی تھی نسل، زبان اور جغرافیائی امور کا لحاظ نہیں تھا۔ اب تصورات بدل چکے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ایک قوم کی دو مملکتیں ہوں، یا دو قوموں کی ایک ہی مملکت ہو۔ اور انگریزی لفظ "نیشن" قدیم اور جدید دونوں معنوں کے لئے برتا جاتا ہے۔

ہمارے مضمون میں قوموں سے بحیثیت قوم کوئی بحث نہیں ہوتی ہمیں صرف مملکتوں سے سروکار ہے اس لئے اگر اصطلاح کا ترجمہ ہی کرنا ہے تو صحیح مفہوم

ebooks.i360.pk

ادا کرنے والا لفظ زیادہ بہتر ہوگا۔ ہندوستانی صحافت نگاروں میں جو ہمارے مضمون سے محض ناواقف رہے ہیں، "بین الاقوام" کا لفظ چل پڑا ہے۔ ہمارے ایک سابق پروفیسر نے لفظی ترجمے کی دھن میں صرف و نحو کی بھی پرواہ نہ کر کے انٹرنا شنل کے لئے "بین قومی" کا محاورہ برتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہماری مجوزہ اصطلاح "بین الممالک" زیادہ بہتر سمجھی جائے کیونکہ اس قانون میں قوموں سے نہیں بلکہ مملکتوں کے آپس کے برتاؤ سے بحث ہوتی ہے۔ اگر قوم کو کسی ملک کی رعایا کا مجموعہ بھی مان لیا جائے تو ہمیں اس سے نہیں بلکہ اس کی ہیئت حاکمہ سے بحث ہوتی ہے خاص کر اس کے سرکاری برتاؤ سے۔

۱۷ھ) ایک بات البتہ صاف کر دینی ہے کہ لفظ قانون کے معنے دو ہوا کرتے ہیں:-

۱۔ وہ قاعدے جن کو کوئی اعلا اقتدار اپنے ماتحتوں کے لئے بناتا ہے اور ان کی بہ جبر تعمیل کراتا ہے۔

۲۔ وہ قاعدے جن کے مطابق کوئی طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے۔

یہاں دوسرے اور وسیع تر معنے ہی ملحوظ ہیں کیونکہ اب تک یہ بات ممکن نہیں ہوئی ہے کہ دنیا کی تمام مملکتیں کسی مشترکہ برتر اقتدار کے ماتحت آجائیں گو یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی طرح انگریز اور بعض دیگر مغربی قومیں قانون بین الممالک کو اپنے قانون ملکی ہی کا جز سمجھتی ہیں اور اسے بن لکھا قانون ہی مانتی آئی ہیں۔

۱۸ھ) ایک تاریخی واقعہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ ہر خود مختار سلطنت اپنا

ebooks.i360.pk

قانون بین الممالک خود بناتی ہے۔ اس سلطنت کے تمدنی اور سیاسی اثر کی جوں جوں ترقی ہوتی اور وقار قائم ہوتا ہے، اس کا قانون اتنا ہی زیادہ وسیع حلقے میں مقبول ہو جاتا ہے۔ جدید مغربی قانون بین الممالک اصل میں مغربی یورپ میں پیدا ہوا لیکن رفتہ رفتہ پورا یورپ، پھر امریکا اور پھر مشرقی ممالک بھی اس میں شریک ہوتے جا رہے ہیں گو اسپین وغیرہ کے کم مہذب یوروپی علاقوں میں اب بیسویں صدی کے ثلث دوم میں بھی آدمیوں کو جلانا اور بے قصور یرغمالوں کو قتل کرنا مروج ہے یا ممالک متحدہ امریکا میں "لنچنگ"، یہ ——— جس کا مرادف لفظ دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے ——— اب بھی تجربۂ عمل کیا جاتا ہے۔

ebooks.i360.pk

موضوعِ بحث

ف ۱۹) جس چیز کے ذاتی یا عرضی امور سے کسی علم میں بحث کی جاتی ہے وہ چیز اس علم کا موضوع کہلاتی ہے۔

قانون بین الممالک کے موضوع یہ ہیں:-

۱۔ ہر مقتدر مملکت۔

۲۔ ہر وہ جزءً مقتدر مملکت جسے خارجہ تعلقات کی کسی نہ کسی حد تک آزادی ہو۔

۳۔ نیابتیں۔

۴۔ باغی۔

۵۔ مستامن۔

۶۔ مجلس اقوام۔

ان کی کچھ تفصیل ضروری ہوگی۔

ف ۲۰) مملکت سے مراد یہ ہے کہ جب لوگ کسی ملک میں خود اپنی حکومت کے تحت بس جائیں جو داخلی اور خارجی تمام معاملات میں خود مختار ہو غرض انسانی آبادی کے لیے کسی زمین اور علاقے کا ہونا ضروری ہے خانہ بدوش قبائل یا ایسی ٹولیاں جو کسی علاقہ میں جم کر نہ رہتی ہوں مثلاً بنی اسرائیل جب فرعون کے

ebooks.i360.pk

ظلم سے بیزار ہو کر مصر سے بھاگ نکلے اور صحرائے تیہ میں چالیس سال تک بھٹکتے رہے، مملکت نہیں سمجھے جا سکتے۔ اگرچہ ہزار بڑے بڑے، آدمیوں سے بھرے ہوئے جہاز مثلاً بحر الکاہل میں پائے جا رہے ہیں اور ان کا انتظام خود مختار ہو تو بھی یہ مشتبہ ہے کہ ان کو مملکت کہا جائے گا۔

۲۱ھ خود مختاری کے معنے غیر محدود آزادی کے نہیں ہیں کیونکہ معاہدات کی بنا پر یا اور طور سے کسی خود مختار مملکت پر عارضی یا دائمی پابندی عائد ہو سکتی ہے مثلاً شمالی اور جنوبی امریکا کی آزاد مملکتیں مقولہ منرو کے تحت ممالک متحدہ امریکا کے تحت ہیں اسی طرح چونکہ حقوق کے ساتھ فرائض بھی ناگزیر ہوتے ہیں اس لئے ایک خود مختار مملکت کو دوسری مملکت کی خود مختاری کے خلاف عمل کی بھی آزادی نہیں ہوتی ورنہ اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ قانون بین الممالک کے اغراض کے لئے خود مختاری کا معیار صرف خارجہ تعلقات کی آزادی ہے مستقل طور سے اور ہمیشہ کے لئے غیر جانب دار بنائی ہوئی مملکتیں بھی جب چاہیں حقوق سے دست بردار ہو کر اپنی خود مختاری کو کام میں لا سکتی ہیں لیکن جب تک وہ غیر جانب دار بنائی ہوئی رہیں، جارحانہ جنگ کرنے کی انھیں آزادی نہیں رہتی اور ایک معنے میں وہ جزءً مختار ہوتی ہیں مکمل خود مختار نہیں۔

۲۲ھ مملکت کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اکہری یا فردیہ اور دوہری یا مرکبہ۔ فردیہ جمہوریت بھی ہو سکتی ہے، اعیانیت بھی، شاہی بھی شہنشاہی بھی، دستوری بھی اور استبدادی بھی۔ تا استائی کے مزاج سے البتہ ہمیں بحث نہیں ہے، کسے را با کسے کارے نہ باشد، اور کسی حکومت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی پیرا نس

ebooks.i360.pk

ایک جمہوریت ہے، جاپان، ایران، افغانستان، حجاز، عراق اور مصر شاہی ہیں۔ مغلیہ سلطنت ایک شہنشاہت تھی۔ برطانیہ اور آج کل کی اکثر خود مختار سلطنتوں میں دستوری حکومت ہے۔ جدید ترکی، اٹلی اور جرمنی کو دستوری کہیں یا استبدادی، یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی بحث میں نہ پڑنا ہی بہتر ہے۔

مرکب مملکتوں کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان کا کسی تقسیم میں حصر کرنا ممکن نہیں ان کی قسموں کی جگہ ان کے چند اہم نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ "انضمام" سے مراد لارنس نے یہ لیا ہے کہ دو یا زیادہ خود مختار سلطنتیں کسی خاص وجہ سے مل کر بین الممالک اغراض کے لئے ایک ہو جائیں مثلاً ۱۷۰۷ء میں اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ ایک ہی بادشاہ کے تحت ہو گئے، جس طرح موجودہ کشمیر اور جموں، یا اننگ پال کے مرنے پر دہلی کی حکومت اس کے داماد راجہ پرتھی راج کی حکومت میں ضم ہو گئی تھی[1]۔ مگدھ کے راجہ کو کاشی کی ریاست بیوی کے جہیز میں ملی تھی[2]۔ بھوپال کی ولی عہد کا نکاح ریاست کوروائی کے ولی عہد سے ہوا ہے۔ ان کا لڑکا دونوں ریاستوں کا "ولی عہد ولی عہد" ہے۔

۲۔ عملی اتحاد سے مراد یہ ہے کہ ایک مشترک حکمران کے ماتحت دو ریاستیں ہوں جو اندرونی معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل خود مختار رہیں البتہ ان کے خارجہ تعلقات اس مشترکہ حکمران کی جانب سے متحدہ طور سے قائم ہوں۔ ایسی اب کوئی سلطنت باقی نہیں ہے ۱۹۱۸ء تک آسٹریا ہنگری ایسی

۱؎ تاریخ ہند نصاب میٹرک جامعہ عثمانیہ ص ۶۳۔ ۲؎ ایضاً ص ۱۹۔

ebooks.i360.pk

ہی ڈھیری شہنشاہی تھی۔ ۱۸۱۴ء کے بعد سے سویڈن اور ناروے بھی ایسے ہی تھے اور ۱۹۰۵ء میں معاہدۂ کارل اِسٹاڈ کے بعد دونوں الگ ہو گئے۔

۴۳۔ وفاق (فڈریشن، بُونڈس اِشٹاٹ) سے مراد چند ریاستوں کا اتحاد ہوتا ہے جو خارجہ تعلقات کے لئے مشترکہ ادارہ قائم کرتی ہیں اور اندرونی معاملات میں ہر ریاست کم یا زیادہ خود مختار ہوتی ہے گو مرکزی حکومت کو (جو ان وفاقی وحدتوں ہی کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے) بہت سے اختیار دیدئے جاتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکا، سوئٹزرلینڈ، اس کی پرانی مثالیں ہیں۔ ہندوستان میں بھی اب اسی طرح کے اتحاد کی کوشش ہو رہی ہے جس سے گوا وغیرہ کے پرتگالی اور پھلچری (پانڈیچری) وغیرہ کے فرانسیسی مقبوضات غالباً الگ ہی رہیں گے۔ اتحاد شوراے روس بھی وفاق ہے اور ساتھ ہی اشتراکی نظام رکھتا ہے۔

۴۴۔ شخصی اتحاد کی بھی کوئی مثال باقی نہیں رہی ۱۷۱۴ء سے ۱۸۳۷ء تک انگلستان کا بادشاہ ہانوفر کا الکٹر (صدر) بھی ہوتا تھا۔ اس شخصی اتحاد کو چھوڑ کر ان علاقوں میں سے ایک کو دوسرے کی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

۴۵۔ عہدیہ (کنفڈریشن) ان ریاستوں کے اتحاد کو کہتے ہیں جو (وفاق کی طرح) اپنی ایک مشترکہ مرکزی حکومت بھی قائم کرتی ہیں لیکن ان ریاستوں میں سے ہر ایک یا چند یا کسی ایک کو خارجہ تعلقات کی محدود آزادی بھی حاصل رہتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا اتحاد شروع میں ایسا ہی تھا مگر ۱۸۴۷ء سے خارجہ

علہ تلفظ کے لئے کتاب کے شروع میں "املا اور اعراب" پڑھئے۔

تعلقات کا اقتدار ریاستوں سے لے کر پوری طرح مرکز کو دے دیا گیا۔ ۱۸۱۶ء سے جرمنی میں بھی یہی حال رہا اور وہاں کے خارجہ تعلقات کی مجلس فرینکفورٹ میں اجلاس کیا کرتی تھی۔ ۱۸۷۱ء میں اتحاد زیادہ مستحکم ہو گیا گو ریاستوں کو پھر بھی علاحدہ سفارت کا اختیار رہا۔ علاحدہ معاہدوں کی بھی اس شرط سے اجازت رہی کہ مرکزی حکومت کے سپرد جو فرائض کئے گئے ہیں ان کے متعلق ریاستوں کو معاہدہ کرنے کی اجازت نہیں رہے گی۔ ۱۹۱۹ء میں دستور فائمار نے جرمنی کو جمہوریت بنا دیا مگر ریاستوں کا خارجہ تعلقات کا سابقہ اختیار باقی رہا البتہ ان معاملات کے معاہدوں کے لئے مرکز کی منظوری کی شرط بڑھا دی گئی۔ باویریا کے صدر مقام میونک میں فرانسیسی سفیر بھی حال حال تک رہا کرتا تھا۔ ۱۹۳۳ء کے نازیسی دستور سے اس کا بھی خاتمہ ہو گیا اب جرمنی کو عہدیہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ برطانوی ہند اور حیدرآباد کا اتحاد بھی اس قسم کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ مفصل بحث ہو گی۔ (دیکھئے ۲۵۹)

۱۰- زوال پذیر اتحاد سے میں یہ مراد لیتا ہوں کہ کسی بڑی اور وسیع سلطنت کے انحطاط کے زمانے میں اس کے مختلف اجزا اپنی خودمختاری بڑھتی جاتی ہے۔ گو برائے نام وہ پھر بھی مرکزی حکمران کو اپنا حاکم اعلیٰ مانتے ہیں مثلاً خلافت عباسیہ کے متاخر زمانے میں اس کے مختلف صوبے مصر، حلب وغیرہ کی صوبہ داریاں موروثی اور خودمختاری ہو گئی تھیں۔ اسی طرح سلطنت عثمانیہ (ترکی) کے صوبے یونان، بلغاریہ، مصر، قبرص، سربیا، مونٹی نگرو، رومانیا، البانیا وغیرہ۔ یا سلطنت مغلیہ کے ساتھ صوبہ دار دکن کے تعلقات کہ ۱۸۵۷ء تک حیدرآباد میں جانشینی موروثی تو ہوتی تھی مگر سند

دہلی سے آتی تھی اور سکے اور خطبے میں مغل شہنشاہی کا نام لیا جاتا تھا۔ اسی سلسلے میں شاید خود برطانوی قلمروؤں کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء کے قانون ویسٹ منسٹر کے بعد سے آئرلینڈ، کناڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، جنوبی افریقہ اور بڑی حد تک خود ہندوستان کے تعلقات لندن کی حکومت سے ایسے ہی ہیں۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء سے تو آئرلینڈ کے دستور سے بادشاہ کا نام اور گورنر جنرل کا عہدہ دونوں حذف کر دئے گئے ہیں۔ اس سے پہلے ہی وہاں کی پارلیمان پر حلف لیتے وقت بادشاہ کی وفاداری کا ذکر نکال دیا گیا ہے۔

جزئی مقتدر مملکتیں

۲۳ـ جب کوئی مملکت کسی دوسری مملکت کی اس طرح ماتحت ہو کہ خارجہ تعلقات کا اختیار بالکل باقی نہ رہے تو معاہدۂ ماتحتی کو چھوڑ کر ایسی ماتحت مملکت کی دوسری باتوں سے قانون بین الممالک میں بحث نہیں ہوتی گو اس قسم کی بعض بڑی عجیب مثالیں ملتی ہیں مثلاً ہز ہائنس سلطان مکلا (مستقر حیدرآباد) میں ایک موروثی جمعدار نظم جمعیت اور جاگیردار ہوتے ہیں۔ ہز ہائنس مہاراجہ اندور حیدرآباد کے ضلع بیدر کے مواضع پارنہ دیال گاؤں کے موروثی پٹیل ہیں اور سنہ ۱۹۳۳ء میں حیدرآباد کے محکمۂ مالگذاری نے اس تعلق کو ختم کرنا چاہا تو دربار ہولکر کی باصرار درخواست پر کہ یہ بزرگوں کی نشانی ہے حسب فرمان خسروی مورخہ ۱۸ ذی حجہ سنہ ۱۳۴۱ھ ان کے حقوق کی حفاظت منظور کی گئی۔ بعض مہاراجگان راجپوتانہ و بندیل کھنڈ مثل جے پور، جودھپور، بیکانیر وغیرہ کی جاگیریں اور انعام

حیدرآباد کے صوبۂ اورنگ آباد میں ہیں اور اُن کے نائب عیدین کے موقع پر صوبہ دار
(گورنر) اورنگ آباد کو نذر پیش کرتے ہیں۔ یہ علاقے مغلیہ سلاطین کے عطا کردہ
ہیں۔ حال میں استحقاق دفینہ، مقدمات عدالتی، جانوران شکاری، قبرستان، مرگھٹ
وغیرہ کے متعلق اختیار سماعت کی بحث ہوئی تھی اور حکومت حیدرآباد کے اس
استدلال کو ان انعام دار راجاؤں اور حکومت برطانوی ہند نے بھی تسلیم کیا کہ
ممالک محروسہ سرکار عالی کی حد تک حکومت حیدرآباد حقوق و فرائض کے لئے
حکومت مغلیہ کی جانشین ہے اور اب ان انعامداروں کو حکومت حیدرآباد
کے ساتھ مساوات کا حق نہیں۔ قانون ملک کی طرح قانون بین الممالک
کسی شخص کو دو حیثیتوں میں دو الگ شخص مانتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی ایک
جگہ مملکت کا حکمران ہو اور دوسری مملکت میں محض رعیت، (جس کے باعث
اس پر معمولی عدالتوں میں مقدمہ چلایا جا سکے گا گو اس کی اپنی مملکت میں نیز اپنی
علاقوں میں اس کو شاہی مراعات حاصل رہیں گے) یہاں پر مِگل بنام سلطان
آف جوہور کے مقدمے کے انگلستانی فیصلے کا ذکر غیر متعلق نہ ہوگا۔ جسٹس کے نے
اس مقدمہ میں فیصلہ کیا ہے کہ:۔ "سلطان نے ممالک غیر سے معاہدہ نہ کرنے کا
جو عہد کیا ہے میری رائے میں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سلطنت نے معاہدہ
کرنے کا حق ہی زائل کر دیا ہو بلکہ یہ صرف اس بات کی شرط ہے کہ برطانیا ان
کی حفاظت کرے۔ اگر سلطان اپنے عہد کو نظر انداز کرنا چاہیں تو حفاظت برطانیا کو
ہاتھ سے کھو دیں گے یا ممکن ہے کہ برطانیا کے ساتھ دیگر مشکلیں پیدا ہوں لیکن
میری رائے میں سلطان کے معاہدے میں ہرگز کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے

ebooks.i360.pk

سلطان جوہور کے خود مختار مقتدر اعلا (انڈیپنڈنٹ ساورین) ہونے پر کوئی قید عائد ہو یا وہ خود مختار مطلقاً تسلیم نہ کئے جائیں"۔ (اسکاٹ صفحہ ۲۸۴)

۲۴۵ قانون بین الممالک میں کسی جزئ مقتدر مملکت سے صرف اسی وقت بحث ہوگی جب اسے خارجہ تعلقات کی کچھ نہ کچھ آزادی ہو۔ اس کی دو بڑی قسمیں قرار دی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ جس متولی مملکت کے سپرد خارجہ تعلقات کے اقتدار کا کچھ حصہ کیا گیا ہے اس میں خود اس ماتحت مملکت کو بھی دخل ہو جیسے عہدیہ میں ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ متولی مملکت کے انتظام میں اس کو کوئی دخل نہ ہو۔

عہدیہ (کانفڈریشن، اِسٹاٹن بُونڈم) کا اوپر ۲۲۵ میں ذکر آچکا ہے۔ کسی عہدیے کی وحدتیں یا ریاستیں جزئ مقتدر ہوتی ہیں مگر اقتدار کا بقیہ حصہ بھی جس ادارے کے قبضے میں ہوتا ہے اس میں ایسی ہر وحدت برابر کی حصہ دار اور شریک ہوتی ہے۔

دوسری قسم کی ایک مثال تو وہ ہے جو زوال پذیر اتحاد کے ضمن میں بیان کی گئی۔ انحطاط پذیر سلطنت کے جو اجزا ہوتے ہیں وہ مکمل خود مختار نہیں جزئ مقتدر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی ایک اور صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی کمزور مملکت پر کوئی دوسری قوی مملکت اپنا اثر جمانا شروع کرکے آہستہ آہستہ اختیارات سلب کرنے لگتی ہے مثلاً سنہ ۱۹۰۴ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک کوریا پر جاپان کی تولیت قائم رہی گو کوریا کی شہنشاہت کو بھی برقرار رکھا گیا۔ پھر بعد میں جاپان میں ضم کر لیا گیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ متولی ایک سے زیادہ ممالک ہوں اور ایک مملکت کئی مملکتوں کی ماتحت ہو۔ مثلاً حضرت عثمانؓ کے زمانے میں

مسلمانوں نے سنہ ۲۸ھ میں جزیرۂ قبرص فتح کیا پھر اس شرط پر وہاں کی حکومت سے صلح کی کہ وہ:-

۱۔ حکومت اسلامیہ کی باج گزار رہے۔

۲۔ مسلمانوں کو کوئی عذر نہ ہوگا اگر وہ حسب سابق بیزنطینی سلطنت کی بھی باج گزار رہے۔

۳۔ اسلامی حکومت کے راز اس کے دشمنوں پر فاش نہ کرے لیکن بیزنطینی سلطنت کی کارروائیوں سے مسلمانوں کو باخبر رکھے۔

زمانۂ حال میں بھی ایسی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں کہ ایک سے زاید ممالک کسی مملکت یا اس کے کسی جزء پر اپنا اثر جمالیں گو عموماً آخر میں یہ متولی سلطنتیں حصے بخرے کر لیتی ہیں اور کل پر مشترکہ اثر رکھنے کی جگہ اجزا پر منفردہ اثر رکھنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ مراکش کے شمال میں طنجہ (ٹانجیر) پر اب بھی بین الممالک اثر ہے۔ اسی طرح مراکش ایک ہی سلطان کے ماتحت ہے مگر اس کا کچھ حصہ اسپین کے تحت ہے اور کچھ حصے پر فرانس کا بول بالا ہے۔

حیدرآباد کی حیثیت قانون بین الممالک میں

۱۲۵) یہ مختلف زمانوں میں بدلتی رہی ہے سلطنت مغلیہ کے شروع کے زمانے سے ہم فی الحال بحث شروع کریں گے جب کہ وہ سلطنت کا محض ایک صوبہ تھا اور دہلی سے وقتاً بوقتاً صوبہ دار (گورنر) وہاں بھیجے جاتے تھے۔ دہلی میں مرکزی حکومت کی ابتری اور جا و بیجا مداخلتوں اور دہلی کے بادشاہ گروں کی فوج کشی

سے مجبور ہو کر صوبہ دار آصف جاہ نے (آصف جاہ اول) کی حیثیت سے ۲۹ رجب
۱۱۳۶ھ کو اپنی عملی خود مختاری کا اعلان کیا۔ البتہ اور خود مختار شدہ صوبوں کے
برخلاف مغلیہ سکہ اور خطبہ ہی اپنے علاقے میں جاری رکھا اور وارن ہیسٹنگز کی
استدعا کے باوجود شہنشاہی کا خطاب برتنے سے انکار کیا۔ نادر و ابدالی کے
حملوں کے وقت تن من دھن سے دہلی کی مدد کی بلکہ جانشین کی منظوری بھی دہلی
کے لال قلعے ہی سے منگائی جاتی تھی اس کے بعد جو طوائف الملوکی اور لاقانونی راج
شروع ہوا اس میں ہمسایوں کے تعلقات نے اس بات پر مجبور کیا کہ ۱۷۹۸ء
میں "ایسٹ انڈیا کمپنی" اور "حیدرآباد" بعض ممالک سے تعلقات کی حد تک
باہمی مشورے کی پابندی منظور کریں اور ۱۲۱۵ھ میں، نظام حیدرآباد،
ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگریزی "حکومت" سے اس بات کا معاہدہ کریں:

"موجودہ معاہدے سے دونوں مملکتوں کا اتحاد اور دوستی اس قدر مضبوطی
دوسرے سے جڑ گئے ہیں کہ ان کو ایک ہی قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے"
"ہز ہائینس دی نظام اپنے آپ کو پابند کرتے ہیں کہ آئندہ کسی بھی"

ـه جریدۂ غیر معمولی حیدرآباد بسلسلہ جشن دو صد سالہ سالگرہ خود مختاری مورخہ
یکم شعبان ۱۳۴۲ھ۔ ۲ـه آکسفرڈ ہسٹری آف انڈیا مولفہ اسمتھ صـ۔ چونکہ
جب تک چند بادشاہ کسی کو شہنشاہ تسلیم نہ کریں کسی شخص کا شہنشاہ کہلانا منطقی طور سے ممکن
نہیں اس لئے ۱۹۱۱ء میں دہلی کے دربار تاج پوشی میں قیصر ہند کی جانب سے حضور نظام
(آصف جاہ ششم) کو ہز مجسٹی کے خطاب سے مخاطب کیا جانا طے ہو گیا تھا لیکن اس سے
چند ماہ قبل آصف جاہ ششم کا انتقال ہو گیا۔ اگر ان کے جانشین کے حقوق کیلئے حکومت حیدرآباد نے
اصرار نہ بھی کیا تو قیصر ہند کی حکومت ہی کا قرینہ تھا کہ یہی کارروائیوں میں منطقی معقولیت باقی رکھنے کی کوشش کرتی۔
ـه پانکر (انڈین اسٹیٹس) صـ ۱۲۶، بحوالہ لنگڈن ...

ebooks.i360.pk

"سلطنت سے کوئی گفت و شنید نہ تو شروع کریں گے اور نہ جاری"
"رکھیں گے جب تک کہ معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کو پیشگی اطلاع دیکر"
"باہم مشورہ نہ کرلیں اور معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اپنی جانب"
"بذریعہ ہٰذا اعلان کرتی ہے کہ اسے ہز ہائینس کے بچوں، رشتہ داروں"
"رعایا یا ملازمین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کی حد تک"
"ہز ہائینس مختار مطلق ہیں۔" (ایچیسن ص ۵) ۔

اس معاہدے سے جو آج بھی نافذ ہے، خارجہ آزادی محدود تو ہو گئی لیکن سلب نہیں ہوئی۔ دو حلیفوں میں باہمی مشورے سے مشترکہ خارجہ پالیسی مقرر کرنے کا کافی رواج ہے (چنانچہ حال میں سعودی عرب اور یمن میں بھی یہی ہوا ہے۔ اسی طرح ترکی، افغانستان اور ایران نے جنگ اور صلح میں متحدہ طور سے شریک رہنا منظور کیا ہے) اگر اسے ماتحتی کہتے ہیں تو ۱۷۹۸ء کے معاہدے کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بعض خارجہ ممالک سے تعلقات معین کرتے وقت حیدرآباد سے مشورہ کرنا منظور کیا تھا۔ کیا وہ بھی ماتحتی تھی؟

اسی اثنا میں اور اس کے بعد بھی بہت سے وسیع علاقے مثلاً شمالی سرکاریں، اضلاع مفوضہ اور برار وغیرہ فوجی امداد کے لئے بطور "انعام" جاگیریں دئے گئے یا یوں ہی انتظام میں تفویض کئے گئے یا فوجی اخراجات کے لئے گرو رکھ دئے گئے۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ حیدرآباد ان علاقوں میں اپنے اقتدار اعلا کے نفاذ، اور ڈاک، سکے، عدالتی اختیارات سماعت وغیرہ کا مطالبہ کرے۔

ebooks.i360.pk

۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۸ء میں "تاجروں کی حکومت" کی بڑھتی ہوئی ہوس اور منفعت ستانی کو ناقابل برداشت پاکر ہندوستان میں ہر جگہ جو شورش اور جنگ حریت طلبی ہوئی، اس کا اختتام ایک طرف افغانستان کی دوستی اور دوسری طرف حیدرآباد کی مدد سے قضا و قدر کے باعث مغلیہ "شہنشاہ" کا نام بھی مٹا کر ہوا اس لئے ادھر سے حیدرآباد کی جو خود عائد کردہ رضاکارانہ اور اخلاقی پابندیاں تھیں وہ تو ختم ہو گئیں لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز تاجروں کو اتفاقات زمانہ نے جو وسیع علاقہ تسلط میں دیدیا تھا اس کو معاوضہ دے کر (جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے) انگلستان کے بادشاہ نے حاصل کرلیا اور وہ سب حقوق و فرائض اپنی طرف راست طور سے منتقل کر لئے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو حاصل تھے۔

کسی فرد رعیت کے لاوارث مرنے پر اس کا ترکہ جس طرح قانون ملک کی رو سے بحق سرکار ضبط ہو جاتا ہے، اسی کی توسیع کر کے ڈلہوزی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان کا جائز حکمران اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے بادشاہوں اور راجاؤں کو جو کمپنی کے آورد ے ہوں ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کی رعایا قرار دیا اور ساتھ ہی ان ریاستوں کو ان بادشاہوں یا راجاؤں کی خانگی جائداد۔ اولاد نہ ہونے کی صورت لے پالک کو ولی عہد تسلیم کرنے سے انکار کر کے ایسی لاوارث ریاستوں کا ایسٹ انڈیا کمپنی سے الحاق شروع ہوا۔ اور کثرت سے ضبطیاں عمل میں آئیں اس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے حلیفوں میں جو بے چینی پیدا ہوئی وہ بھی ۱۸۵۷ء کی خونریزیوں کی

ebooks.i360.pk

بڑی حد تک ذمہ دار تھی یعنی تاجروں کی "حکومت" کے خاتمے پر اس سے سبق لے کر اس خود ساختہ حق غصب سے بالآخر دست برداری دی گئی اور ماتحت اور حلیف تمام ہندوستانی ریاستوں کے فرماں رواؤں کی خدمت میں ایک ہی نمونے اور الفاظ کا ۱۸۶۲ء میں ایک اقرار نامہ بھیجا گیا جو رسمی دربار میں انگریزی سفارتی افسروں نے ان حکمرانوں کی خدمت میں پیش کیا۔[1]

نشانِ عزّ و اکرام

"ملکہ معظمہ کی خواہش ہے کہ ہند کے مختلف رؤسا اور حکمران"

"اپنے جن علاقوں پر حکومت کرتے ہیں وہ سدا برقرار رہیں"

"اور نیز ان کے گھرانوں کی نمائندگی اور عظمت باقی رہے"

"اسی بنا پر میں اس خواہش کی تکمیل میں آپ کو یقین دلاتا"

"چاہتا ہوں کہ اگر آئندہ حکمران کو اولادِ صلبی نہ ہو تو شرع"

"اسلام کے لحاظ سے جو صحیح حق دار ہوگا وہی جانشین ہوگا"

"یقین فرمائیے کہ آپ سے کیے ہوئے اس عہد کو کوئی چیز"

"نہ توڑ سکے گی جب تک کہ آپ کا گھرانہ تاج کا وفادار اور"

"معاہدوں، عطیوں اور عہدوں کا جن سے برطانوی"

---

[1] یہ دستاویز ایچیسن کے مجموعۂ معاہدات جلد پنجم میں انگریزی میں ہے۔ اصل فارسی سند کی نقل کے لئے حیدرآباد کی رکارڈ آفس کے علم دوست ناظم مولوی سید خورشید علی صاحب کا ممنون ہوں۔

"حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ پابند رہے"۔[۴۶]

دستخط

کیننگ ۔ ۱۱ مارچ ۱۸۶۲ء

بداہتہً یہ اطمینان دہانی ایک طرفہ چیز ہے جس سے مکتوب الیہ پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی معلوم ہوتا ہے کہ "ورثا تاج سے وفاداری" کے حیلہ پر جو ماتحت ریاستوں کے لئے موزوں تھا، حیدرآباد نے فوراً کوئی توجہ نہیں دلائی تھی کیونکہ ۱۹۲۶ء میں برار کے جھگڑے کے موقع پر لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل نے اسی اطمینان دہی کو اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کیا تھا کہ قیصر ہند کا فیصلہ دیسی ریاستوں کے لئے بھی امر منفصلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اطمینان دہانی کو "سند" کہنا بھی جیسا کہ لارڈ ریڈنگ کا اصرار ہے محل نظر ہے۔ اصل دستاویز میں لفظ سند نہیں ہے۔ بعد میں اگر ریزیڈنسی یہ خط لکھے کہ اسے سند تصور کیا جائے، تو اس سے اس کی حیثیت بڑھ نہیں جاتی یوں بھی۔ جیسا کہ فروری ۱۹۳۰ء میں نریندر امنڈل (ایوان رؤسا) نے مہاراجہ پٹیالہ کی کوشش سے جو قراردادیں منظور کیں (دیکھئے پانکر کی کتاب انڈین پرنسیز ان کونسل ص ۲۹ تا ۳۱ مطبوعہ ۱۹۳۶ء) ان میں سے پہلی اور ساتویں قرارداد کے مطابق ___ کسی مملکت کو کوئی ایسا حق بذریعہ سند دینا جو اسے خود بخود ہی حاصل ہو، اس بات کے مرادف نہیں کہ وہ حق سند دہندہ نے عطا کیا۔ اور اس طرح کی سند سے موجودہ معاہدے اور پابندیاں کالعدم نہیں ہو جاتیں۔ دیسی ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے تعلقات یا تو معاہدات

ebooks.i360.pk

موجودہ پر مبنی ہو سکتے ہیں یا ان رواجات پر جو "باہمی رضامندی" سے قائم کیے جائیں۔

لارڈ ریڈنگ کے دوسرے استدلال یہ تھے:۔

۱۔ حیدر آباد کی جانشینی کو تسلیم کرنا حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔

۲۔ دیسی ریاستوں میں برطانیہ کو، بطور "اقتدار برتر"، کے، مداخلت کا حق حاصل ہے۔

حضور نظام نے فوراً ان دعووں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اپنا حق احتجاج محفوظ رکھا۔ یوں بھی ظاہر ہے کہ ہر ملک میں کوئی نیا حاکم منتخب ہوتا ہے تو اس کی اطلاع ہونے پر ہمسایہ اور دوست ممالک اس کو تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں۔ تسلیم کرنے اور اجازت دینے میں بہت فرق ہے۔ حیدر آباد میں تخت نشینی کے لئے آج تک برطانوی حکومت کی اجازت نہیں لی گئی۔ موجودہ حکمران آصفجاہ سابع کی تخت نشینی کے وقت بے شک بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ انگریزی ریزیڈنسی سے استمزاج کر لیا جائے لیکن مدار المہام مہاراجہ کشن پرشاد اور بعض دیگر امرا خاص کر شہاب جنگ مرحوم کے زور دینے پر عمائد سلطنت نے خود تخت نشینی اور بیعت کر کے اطلاع شائع کی۔ مداخلت بھی حیدر آباد میں اب تک کبھی نہیں ہوئی۔ جب کبھی حکومت برطانیہ کو کوئی ضرورت معلوم ہوئی تو ہمیشہ "دوستانہ مشورے"، کے نام سے توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ جنگ عظیم کے بعد شاہ برطانیہ نے حضور نظام کو "حلیف صادق حکومت برطانیہ"، کا خطاب دیا۔ لائی

ebooks.i360.pk

آف دی برٹش گفرنمنٹ) کے نام سے خطاب کرنا شروع کیا ہے، جو والسرائے ریڈنگ کے انکار کے باوجود ہمارے خیال میں حیدر آباد کی بین الممالک حیثیت کو واضح کرنے کے لئے اچھا معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ شاہ برطانیہ کے خطاب "قیصر ہند" سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر اس خطاب کو با معنا قرار دینے کی کوشش کی جائے تو فوراً فرانس، پرتگال اور نیپال نیز بھوٹان سے اعلان جنگ کرنا ہوگا، جن کے علاقے ہندوستان میں ہیں۔ صرف شہر گوا کے مالک پرتگالی بھی کسی زمانے میں اپنے کو "ہندوستان اور اس کے سمندروں کا شہنشاہ" لکھا کرتے تھے۔ جہانگیر، شاہ جہاں، عالمگیر، شاہ عالم اور جہاندار بھی خطاب رہے ہیں لیکن شرمندۂ معنا نہیں۔ چاروں طرف برطانوی ہند سے گھرا ہوا ہونے سے بھی کوئی اثر نہیں پیدا ہوتا۔ جمہوریۂ سان مارینو، اٹلی کے اندر ہے اور اسپینی صوبہ لیقیا، فرانس کے اندر ہے۔

۲۶۵ موروثی جاگیرداریوں اور زمینداریوں کو خارج کر دیں تو ہندوستان کی دیسی ریاستوں کی تعداد (۲۳۵) اور ان کا رقبہ کل ہندوستان کا تہائی (⅓) ہے۔ یہ ریاستیں چوطرف پھیلی ہوئی ہیں۔ بعض کی سرحد کسی دوسری ریاست سے ملتی ہے تو بعض کے چاروں طرف برطانوی ہند ہی کا علاقہ ہے۔ بعض مثلاً ٹینکا پہاڑی کا رقبہ صرف پانچ مربع میل ہے تو بعض مثلاً حیدر آباد و برار کا بہ استثنائے شمالی سرکار و اضلاع مفوضہ کوئی ایک لاکھ مربع میل۔ لیکن معاہدات کے لحاظ سے سبھوں نے خارجہ تعلقات کے حق سے دست کشی اختیار کر لی ہے سوائے حیدر آباد اور کشمیر کے۔ خارجہ تعلقات کے حق سے دست کشی کے اقرار کا اثر مشکل سے نام

ebooks.i360.pk

سلطان آف جوہور کے مقدمے میں (دیکھو ادبرہ ۱۳۲) واضح کیا گیا ہے۔ حیدرآباد نے بھی اپنی آزادی کو محدود اور برطانیہ کو اطلاع دینے اور مشورہ کرنے سے پابند کر لیا ہے گو مشورہ ماننے کی پابندی نہیں ہے۔ صرف کشمیر ہی ایسی ریاست ہے جس نے خارجہ تعلقات کے متعلق کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے اور یوں بھی اس کی سرحد تبت، روس اور افغانستان کی تین اجنبی مملکتوں سے ملتی ہے مگر اس آزادی سے کشمیر کے کسی فائدہ اٹھانے کا پتہ نہیں چلتا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سکھوں سے فتح کرنے کے بعد انگریزوں نے یہ علاقہ فی بردہ ستر بندگان خدا اور پانچ مربع میل کے حساب سے موجودہ حکمران خاندان کے مورث اعلا کے ہاتھ (۷۰) ہزار روپوں میں فروخت کر دیا اور اس کی حیثیت انگریزوں کے سندی عطیے کی ہے۔ کشمیر و جموں کا رقبہ کوئی پچاسی ہزار مربع میل ہے اور کشمیر کا (۸۰،۹۰۰) مربع میل۔ اور کشمیر کا وزیر خارجہ کوئی انگریز ہی ہوا کرتا ہے۔

نیابتیں

۲۷۵) نیابتوں سے مراد یہ ہے کہ کوئی سلطنت اپنے کسی سرکاری منشور یا سند کے ذریعے اپنی رعایا کی ایک شراکت یا کمپنی بنائے اور وہ غیر ممالک میں جا کر مقامی رعایا وغیرہ سے معاشی اور دیگر حقوق و مراعات حاصل کرے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی شراکتیں وسیع علاقوں پر واقعی حکومت کرتی رہی ہیں۔ اور اس علاقے کا الحاق ان کی اصل مملکت کے ساتھ بڑی دیر سے ہوا۔ وہ اپنی

ebooks.i360.pk

مملکت کی تو ماتحت رہیں مگر جنگ و صلح کرتی رہیں، قانون سازی اور عدل گستری انجام دیتی رہیں اور قریب قریب وہ تمام فرائض خود ہی صوابدید پر ادا کرتی رہیں جو کسی مملکت پر عائد ہوتے ہیں۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی سے ہندوستانیوں کا عرصے تک راست تعلق رہا ہے۔ برٹش نارتھ بورنیو کمپنی، برٹش ساؤتھ افریقا کمپنی، وغیرہ بھی بڑی اہمیت رکھتی تھیں۔

ایسی جزوی خود مختار نیابتوں کو جزوی مقتدر مملکتوں سے الگ کرنا ضروری

شورش، بغاوت اور خانہ جنگی

۲۸۴۔ قانون بین الممالک کا تیسرا موضوع بحث بغاوت اور خانہ جنگی ہے کسی ملک کی متصرف و مستقل حکومت کو ہٹانے کے لئے اس سے مقابلہ کرنا بغاوت کہلاتا ہے۔ بغاوت ابتدا میں شورش ہوتی ہے جس کا تعلق صرف قانون ملک سے ہے۔ شورشیوں میں جب اتنی طاقت آجائے کہ وہ کسی علاقے پر تصرف کر کے وہاں کسی باقاعدہ مہذب حکومت کے فرائض انجام دینے لگیں تو وہ باغی کہلاتے ہیں۔ اگر باغیوں میں اتنی قوت تو نہ ہو کہ اصل حکومت کی جگہ لے سکیں لیکن اس سے مستغنی ہو کر مستقل ہو جائیں اور اس کے حریف بن کر جنگ جاری رکھیں تو یہ خانہ جنگی کہلاتی ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ اصل حکومت کے کسی صدر کی وفات یا علاحدگی پر حکومت کے دو مدعی کھڑے ہوں یا کسی موجودہ حاکم کے خلاف شورش شروع ہو کر طاقتور ہو جائے۔

۲۸۵۔ جوں ہی کوئی شورش بغاوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور باغیوں کی

ebooks.i360.pk

حکومت قائم ہوجاتی ہے تو ناگزیر ان کے تعلقات آس پاس کے علاقوں سے ہونے لگتے ہیں۔ باغیوں کی حکومت کو مملکت تسلیم کر لینے سے بڑھ کر ان کی اصل حکومت کی کوئی اور توہین نہیں۔ اس لئے بغاوت کو بغاوت تسلیم کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باغیوں کی فوجوں کو فوج سمجھا جاتا ہے، ڈاکوؤں کا جتھا نہیں؛ نہ ان کے جنگی جہازوں کے کام کو بحری ڈاکہ اور نہ مفتوحہ علاقے میں اُن کے فوجی جرمانوں اور استحصال کو رہزنی اور غصب۔ ان کے بحری محاصرے اور ناکہ بندی کا احترام غیر جانبدار ممالک پر واجب ہے۔ غرض ان کو وہ سب حقوق حاصل ہوجاتے ہیں جو کسی جائز فریق جنگ مملکت کو۔ اور چونکہ اس طرح اصل حکومت غیر جانبداروں کے مقابل باغیوں کے افعال کی ذمہ داری سے بری ہوجاتی ہے اس لئے وہ بھی اس تسلیم بغاوت کو ناپسند نہیں کرتی۔

مُستامن

(۲۹) ایک مملکت کی رعایا جب امن اور اجازت لے کر دوسری مملکت میں جائے تو وہ مُستامن کہلاتی ہے جیسے سیاح، تاجر وغیرہ (سفیروں کا ذکر الگ ہوگا)۔

غیر ملک کے باشندوں پر مقامی حکومت کو جو عدالتی اقتدار اور اختیار عمل حاصل ہوتا ہے اس کا بڑا حصہ قانون ملک سے متعلق ہے لیکن اگر مستامن کی اصل حکومت اور اس کی مقامی حکومت میں جنگ چھڑ جائے تو مقامی حکومت، مُستامن کی نظر بندی، اخراج وغیرہ کے متعلق جو کارروائیاں کرتی ہے ان کا تعلق قانون بین الممالک سے ہے۔ اسی طرح کسی مملکت کو اس کی رعایا سے جو غیر ملک میں گئی

ebooks.i360.pk

ہوئی ہو تعلق خاطر ہوتا ہے اور اس کے بعض حقوق مثلاً مراعات خصوصی (کاپیچولیشن) کا تعلق قانون بین الممالک ہی سے ہے۔

یہاں ایک بات واضح کر دینی ہے کہ غیر ملکی مستامن سے جو برتاؤ مقامی حکومت کرتی ہے، اُسے قدیم سے خصوصی قواعد کا تابع رکھا گیا ہے اور مستامنوں سے عام قانون ملک متعلق نہیں ہوتا ہے۔ رومی اسے "یُس گنتیُم" کہتے تھے اور ایک خصوصی عہدہ دار (پریٹر پریگرینیس) ان کی انصاف رسانی کے لئے مامور تھا۔ حضرت عمرؓ نے قوم وار عدالتیں مقرر کر دی تھیں مثلاً یہودی، عیسائی، مجوسی وغیرہ کی اور یہ مستامن اپنی ہم قوموں کی عدالتوں سے داد فریاد کرتے تھے۔ قدیم زمانے میں تجارتی جھگڑے بھی اسی سے متعلق تھے۔ اب زیادہ تر نکاح، نسب، وراثت، طلاق، حضانت سے ان کا تعلق ہے۔ حقیقت میں مقامی حکومت ہی کو مستامنوں پر اختیار سماعت حاصل ہوتا ہے لیکن اجنبی مستامنوں کے متعلق بین الممالک تلطّف نے معاہدات کی بنیاد ڈالی ہے اور عام قانون ملک ان سے متعلق نہیں کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے قانون کو "بین الممالک خانگی یا خصوصی قانون" یا "تصادم قوانین" بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے تمام تعلقات جو خانگی امور سے متعلق ہیں، سرکاری نہیں، اور ساتھ ہی جن سے بین الممالک نتائج پیدا ہوتے ہیں، ایک مستقل قانون بن گیا ہے جس کو "عام سرکاری قانون بین الممالک" سے امتیاز کرنا چاہئے۔

مجلسِ اقوام

۱۳۰۵) بھی کچھ عرصہ سے موضوعِ بحث بن گئی ہے۔ ناپولیون (بوناپارٹ) کی تباہ کن ڈالنے والی جنگیں ختم ہوئیں تو کاسلری انگریزی وزیر خارجہ نے ایک انجمن وزرائے خارجہ قائم کی جس نے پانچ سات سال تک سالانہ جمع ہو کر خارجہ مسائل اور تعلقات پر غور اور مشورہ بھی کیا۔[1] اسی زمانہ میں زار روس، شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پروشیا (جرمنی) نے ایک تحالف مقدس (ہولی الائنس) کی بنیاد ڈالی کہ حلف گیرندہ بادشاہ اپنے داخلی انتظامات اور خارجی تعلقات میں عیسائی اخلاق کو ملحوظ رکھیں۔ یہ ایک بین الملوک حلف تھا جس سے ان کی حکومتوں کو کوئی تعلق نہ تھا بعض دستوری مشکلوں سے برطانیا اس میں شریک نہ ہو سکا ورنہ اکثر یوروپی بادشاہ اس میں شریک ہو گئے۔[2] یہ تحالف خوشنما سی کے تحت یوروپ میں دستوری انقلابوں کو روکنے اور موجودہ حکمران خاندانوں کی مدد کرنے اور عیسائیوں کو غیر عیسائیوں (مثلاً ترکوں) سے آزاد کرانے میں مسلح امدادی حصہ لیتا رہا۔ اور اسی جوش اور زعم میں حلف گیروں نے جنوبی امریکا خاص کر میکسیکو کے معاملات میں مداخلت شروع کی۔ اس کا ردِ عمل[3] وہ مشہور مقولہ تھا جو منرو ڈاکٹرن امریکا کے ایک صدر منرو کی جانب منسوب ہے چنانچہ اس نے ۲ دسمبر ۱۸۲۳ء کو امریکی پارلیمان سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ امریکی معاملات میں

۱؎ نیپولین (؟) ۔ ۲؎ ڈپلومیٹک ہسٹری جلد ۱ صفحہ ۲۷۷۔ ۳؎ ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۷۳

غیر امریکیوں کو دخل دینا نہیں چاہیے اور نہ اپنے اصول حکومت امریکا میں رائج کرنے کی کوشش کرے ورنہ ممالک متحدہ امریکا کی حکومت جسے دونوں امریکاؤں میں ایک برتری اور اولیت حاصل ہے، اسے اپنے خلاف ایک خطرناک فعل تصور کرے گی۔ ممالک متحدہ امریکا کی روز افزوں قوت اس یکطرفہ اعلان کا احترام کرنے پر دنیا کو مجبور کرتی رہی ہے۔ اس کے رد عمل نیز یورپ کے واقعات نے تحالف مقدس کا جلدی ہی خاتمہ کر دیا۔ پھر توازن قوت کی کوشش ہوتی رہی تاکہ یورپ میں امن قائم رہے۔ اس عرصے میں دستوریت کی ہر دلعزیزی، بین الممالک کانفرنسوں کے ذریعے قانون سازی کی روز افزوں صحافت، اور ذرائع حمل و نقل کی ترقی سے بین الاقوامی تعلقات اور باہمی احتیاج کا بڑھنا اور انسانیت کی خدمت کے جذبے کا پھیلنا۔ ان سب باتوں نے مل کر ایک "سلطنتوں کی انجمن" بنانے اور بین الممالک امن و آشتی کے لئے متحدہ حکمت عملی پیدا کرنے کا راستہ صاف کر دیا۔ ۱۹۱۴ء کی بڑی جنگ چھڑی تو متعدد بلند خیال اور بلند مرتبہ لوگوں نے پھر ایک مرتبہ اس کا زور و شور سے اعادہ کیا اور اس کے قواعد بھی بنائے جاتے رہے۔ امریکا بھی جب جنگ میں شریک ہو گیا تو اس کے عالی صدر جمہوریہ (ولسن) نے اختتام جنگ پر اپنے مشہور چودہ نقاط شائع کیے جن کے مطابق صلح کی جانی چاہیے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ مفتوحہ ممالک مال غنیمت نہ سمجھے جائیں، سلطنتوں کا قیام اور حدود قوموں کے لحاظ سے ہو، نیز ایک مجلس اقوام قائم ہو جس نے ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء کو اس کا دستور

۱؎ اوپن ہائم جلد اول ص ۱۲ ۲؎ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا "ووڈرو ولسن" فورٹین پوائنٹس"۔

ebooks.i360.pk

منظور کیا گیا[۱] اور صلح نامہ ورسائی کے ساتھ نافذ بھی ہوا

۱۵ (۳) مجلس اقوام میں صرف خود مختار سلطنتیں رکن ہو سکتی ہیں[۲]۔ برطانوی حکومت نے اپنی مصلحت سے اپنی بڑی قلمروؤں کو بشمول ہندوستان اس کا رکن بنا دیا۔

مجلس اقوام کی تنظیم یوں ہے:-

(۱) مجلس عام (اسمبلی)

(۲) مجلس عاملہ (کونسل)

(۳) معتمدی انتظامی (سکریٹیٹ)

مجلس عام میں جملہ ارکان شریک ہوتے ہیں۔ ارکان گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں مثلاً امریکا، حجاز اور ایکویڈر ابانیوں میں سے ہیں لیکن اس میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ برازیل اور جاپان شروع سے شریک رہ کر خارج ہو گئے۔ جرمنی بعد میں شریک ہو کر خارج ہو گیا۔ روس، ترکی، افغانستان، عراق وغیرہ بعد میں شریک ہوئے۔ مصر ایک تازہ امیدوار ہے، شام اور لبنان کی قریبی شرکت کے بھی امکانات ہیں۔ اور اس وقت حبشہ کو ملا کر (۵۹) ممالک اس میں شریک ہیں۔

مجلس عاملہ میں چار ممالک مستقل نشست رکھتے ہیں (انگلستان، فرانس، اٹلی، روس) ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ جاپان اور جرمنی بھی مستقل رکن تھے۔ امریکا کو بھی مستقل نشست پیش کی گئی تھی۔ ان کے علاوہ بارہ غیر مستقل ارکان ہیں جن کا مجلس عام تین سال کے لئے انتخاب کرتی ہے۔

عملہ معتمدی جو جنیوا میں ہے، جملہ اقوام کے افراد سے بھرتی ہو سکتا ہے معتمدی میں

---

[۱] اوپن ہائم جلد ۱ ص ۳۱۵۔ [۲] ایضاً جلد ۱ ص ۳۱۲ حوالہ ۲ میں شرائط شرکت دیکھئے۔ [۳] اسٹیٹس مینس ایر بک ۱۹۳۷ء ص ۱۹ (زیر موقع)۔

ebooks.i360.pk

(جو اجلاس ہائے مجلس عام و مجلس عاملہ کا انتظام کرتی ہے) حسب ذیل شعبے ہیں:۔

(۱)۔ قانونی بشمول رجسٹری معاہدات بین الممالک۔

(۲) سیاسی۔

(۳) معاشی و مالی۔

(۴) نگرانی انتظامات (سندر گاہ دانشینشس [یا ڈانزگ] سابق میں یہ بھی اس کے تحت تھا) اقلیتوں سے سلوک کی نگہداشت بھی اس کے فرائض میں ہے۔

(۵) حمل و نقل۔

(۶) حفظان صحت۔

(۷) سماجی مسائل۔

(۸)۔ انتدابات۔

(۹)۔ ذہنی و علمی تعاون عالم۔

(۱۰)۔ تجدید اسلحہ۔

(۱۱) معلومات عامہ۔

ف ۳۳ چونکہ مفتوحہ ممالک کو بطور مال غنیمت تقسیم کرنے کی امریکا نے مخالفت کی تھی اور قومی حکومتیں قائم کرنا مقصود تھا، اس لئے مفتوحوں کی بعض سلطنتیں برخاست اور بعض نئی سلطنتیں مثلاً یوگوسلافیا، چکوسلفاکیا، پولینڈ وغیرہ قائم کی گئیں ترکی کے غیر ترکی علاقوں (شام، عراق، فلسطین) اور جرمنی کے نوآبادیات کے متعلق طے ہوا کہ خود مختار ہونے کی مستحق ہیں لیکن ابھی خود مختاری کی صلاحیت ان میں نہیں ہے

ؔلہ ادین ہائم جلد ۱ صفحہ ۳۴ تا ۳۵ -

اس لئے انہیں جدید سلطنتوں کی نگرانی میں تربیت حاصل کرنی چاہیئے۔ قبرص اور مصر سے انگریزی مفاد وابستہ ہونے کے باعث ان سے بحث نہیں کی گئی۔ البتہ عراق اور فلسطین انگریزی نگرانی میں دے دیئے گئے۔ شام و لبنان فرانس کو ملے۔ آرمینا امریکا کو پیش کیا گیا اور اناطولیا کا اٹلی سے وعدہ تھا۔ لیکن ترکی کی حیرت انگیز آزادی نیز اس کے استحکام سے اناطولیا اور آرمینا کے مسائل خود بخود ختم ہو گئے۔ چونکہ جنگ عظیم میں متحدین کو عربوں اور آرمینیوں سے مدد ملی تھی اور ان کو آزاد کرانے کے وعدے کئے گئے تھے شاید اسی لئے ان کو درجۂ اول کا انتداب قرار دیا گیا کہ تھوڑی سی تربیت کے بعد وہ خود مختاری اور مجلس اقوام کی شرکت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ مالی، مداخلتی اور عدالتی اور انتظامی خود اکتفائی اور قابل اعتماد نظام ثابت کرنے پر عراق کو آزاد تسلیم بھی کر لیا گیا اور انتداب ختم ہو گیا اور پھر وہ رکن منتخب ہو (جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ)۔

وسطی افریقہ کے بعض جرمن نوآبادیات کی انتظامی قابلیت اور صلاحیت ایسی نہیں سمجھی گئی کہ وہ آزاد کئے جائیں۔ البتہ وہاں کے باشندوں کو مذہبی آزادی دی گئی اور یہ حکم دیا گیا کہ وہاں امن و اخلاق قائم رکھے جائیں لیکن نہ تو وہاں قلعے بنائے جائیں اور نہ وہاں کے باشندوں کو پولیس سے زیادہ کوئی فوجی تربیت دی جائے۔ غلاموں اور ہتھیاروں کی خرید و فروخت نہ ہونے دی جائے اور تمام اراکان مجلس اقوام کو مساوی تجارتی مراعات وہاں دی جائیں۔ چنانچہ کیمرون اور ٹوگولینڈ کے کچھ کچھ حصے فرانس کو اور بقیہ انگریزوں کی نگرانی میں دیئے گئے۔ تنگانیکا انگریزوں کو اور رونڈا و ارونڈا بلجیم کو۔ بعد ازیں

ebooks.i360.pk

دوم کا انتداب تھا۔

درجہ سوم کا انتداب جنوب مغربی افریقہ اور بحر الکاہل کے جرمن نو آبادیات کا تھا جو آبادی کی کمی، رقبے کے چھوٹے پن اور دیگر وجوہات سے علاحدہ ہونے کے قابل نہ تھے۔ طے ہوا کہ انتدابی حکومت ان کا اپنے علاقوں سے الحاق کرلے البتہ اصلی باشندوں کے ساتھ مشترکہ بالا تحفظات ملحوظ رہیں۔ چنانچہ:۔

۱۔ جنوبی مغربی افریقہ ہمسایہ انگریزی قلمرو جنوبی افریقہ کو،

۲۔ ساموا نیوزیلینڈ کی انگریزی قلمرو کو،

۳۔ ناورو۔ برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کو مشترکہ طور سے،

۴۔ خط استوا کے جنوب کے جزائر آسٹریلیا کی انگریزی قلمرو کو،

۵۔ " " شمال کے جزائر جاپان کو،

دیئے گئے۔[۱] انتدابی متولیوں سے سالانہ رپورٹ کا منگانا طے ہوا جو مجلس اقوام میں پیش کی جاتی ہے۔ لیکن زیر انتداب باشندوں کی مجلس اقوام تک کوئی شنوائی نہیں ہے کہ ان پہ ظلم تو نہیں ہو رہا ہے۔ انتداب کے بعد عراق، شام اور فلسطین کے ہنگامے اور قتل عام کے کئی واقعے پیش آچکے ہیں خاص کر دمشق کی گولہ باری جنرل سرائے ہائی کمشنر[۲] کے زمانے میں جس پر پارلیمان میں ایک سوال کے جواب میں بروایت لنڈن ٹائمز وزیر اعظم مسٹر بالڈون نے کہا تھا "ہمارے رفیق فرانس کی اس حرکت پر ہمیں چپ رہنا ہی مناسب ہوگا کیونکہ ہم سے بھی ایسی ہی حرکتیں ہوتی رہی ہیں"۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتدابات ان ملکوں کی

عہ۱ اوپن ہائم حصہ ۱ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۰۹ ۔ عہ۲ ٹائمز بی۔ سروے آف انٹرنیشنل افیئرس سنہ ۱۹۲۵ جلد ۲ صفحہ ۳۴۴

ebooks.i360.pk

شخصی حیثیت میں دئے گئے ہیں مجلس اقوام کے رکن ہونے کی حیثیت سے نہیں چنانچہ جاپان نے جب مجلس اقوام سے علاحدگی اختیار کی تو شمالی استوائی جزائر کی واپسی کے مطالبہ پر اس نے یہی جواب دے کر حوالگی اور واپسی سے انکار کیا۔

ف ۳۳۔ ذیلی مجالس میں جو مجلس اقوام سے متعلق مگر خود مختار کام کرتی ہیں، ہیگ کی بین الممالک عدالت اور جنیوا کی تنظیم محنت (لیبر آرگنائزیشن) ہیں اول الذکر میں مختلف اقوام عالم کے ماہرین قانون کو جج بنایا جاتا ہے۔ اور اس عدالت میں صرف سلطنتوں کے باہمی جھگڑے پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی معاہدے کی تعبیر، کسی خلاف ورزی قاعدۂ بین الممالک کے ہرجے کا تعین وغیرہ۔ تنظیم محنت میں جو ملک شریک ہو سکتے ہیں، ان کے لئے مجلس اقوام میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کی کوشش سے دنیا کے مزدوروں کی حالت کچھ نہ کچھ بہتر ہو رہی ہے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد غالباً بالشویت کا خوف تھا نہ کہ مزدوری پیشہ لوگوں سے کوئی خاص ہمدردی۔

بین الممالک شخصیت کا تسلیم کیا جانا

ف ۳۴۔ مغربی مولفوں کے مطابق قانون بین الممالک کے حقوق و واجبات سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ملک کو مہذب مملکتوں کے سماج میں شریک کیا جائے اور اس کی بین الممالک شخصیت کو تسلیم کیا جائے۔

کبھی تو یہ صریح اعلان کے ذریعے ہوتا ہے جیسے ۱۸۵۶ء میں یوروپ کی بڑی سلطنتوں نے ترکی کے متعلق کیا۔ پھر بعد میں ایران، چین، اور جاپان وغیرہ

ebooks.i360.pk

کے متعلق بھی عمل میں آیا۔

کبھی کسی معاہدے کے ضمن میں اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ بعض وقت شرائط کے تابع تسلیم کیا جاتا ہے مثلاً ۱۸۷۸ء میں بلغاریا، رومانیا، سربیا، اور جبل اسود کو معاہدہ برلین میں ترکی سے الگ خود مختار اس شرط سے تسلیم کیا گیا کہ وہ اقلیتوں کے متعلق رواداررہیں [1]۔ یا یونان کو اس شرط سے کہ وہاں دستوری حکومت رہے [2]۔

معناً تسلیم یوں ہوتی ہے کہ یا تو وہاں سفیر بھیجے جائیں یا اس ملک سے ایسے تعلقات یا معاہدات کئے جائیں جو صرف خود مختار ممالک سے کئے جا سکتے ہیں جیسے ۱۷۷۸ء میں فرانس نے باغی امریکیوں سے کیا تھا جب وہ برطانیہ سے آزاد ہونے کے لئے کشمکش کر رہے تھے [3]۔

اب مجلس اقوام کی شرکت بھی ایک طریقہ ہو گئی ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ تسلیم ایک ہی مملکت کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب یا اکثر ممالک کریں مثلاً منچوکو کو اولاً صرف اٹلی نے تسلیم کیا۔ یا پوپ کی سلطنت فاتیکان کو صرف رومن کیتھولک عیسائی سلطنتیں مانتی ہیں۔ جدید ترکی نے تو اس کے نمائندوں کے لئے خانگی متانتوں سے بڑھ کر کسی قسم کے القاب یا سفارتی مراعات ملحوظ رکھنے سے بھی انکار کر دیا ہے [4]۔

تسلیم کرنے کا سوال نہ صرف ان ممالک کی حد تک پیش آتا ہے جو اب تک مہذب نہیں مانے جاتے تھے بلکہ اس وقت بھی جب مثلاً غیر آباد یا غیر مہذب ممالک میں مہذب نوآبادکار بس کر سلطنت کی بنا ڈالیں جیسا کہ امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ جنوبی [5]

---

[1] اوپن ہائم ج ۱ ص ۱۴۷ [2] لارنس ص ۱۲۲ [3] ایضاً ص ۸۴ [4] اورینٹے موڈ یرنو جنوری ۱۹۳۵ء ص ۸ [5] لارنس ص ۸۳

ebooks.i360.pk

یا باغی یا بیرونی حملہ آور کسی موجودہ مہذب حکومت کی جگہ لے لیں۔ اس صورت میں نئی حکومت، سابقہ حکومت کے حقوق کے ساتھ اس کے اکثر واجبات مثلاً قرضوں، معاہدات، مراعات وغیرہ کی بھی بڑی حد تک جانشین ہوتی ہے[1] (انتقام مع الغرم) جیسا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جگہ قیصر ہند کی حکومت۔ (یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانشین ہے مغلیہ سلطنت کی نہیں)۔

قانون بین الممالک کے ماخذ اور مصادر

۳۵۔ کسی قاعدے کے ماخذ سے مراد یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ، قاعدہ بن کر اور قانونی حیثیت حاصل کر کے کہاں مل سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قانونی حیثیت حاصل کرنے اور پابندی عائد کرنے والا بننے سے پہلے اس کی تجویز یا دراصل اس کا خیال کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۳۶۔ پہلے معنے میں قانون بین الممالک کا ماخذ ایک اور صرف ایک ہے یعنی بین الممالک رضامندی، یہ خواہ طوعاً ہو یا کرہاً، صریح ہو یا معنوی۔ کرہاً رضامندی کی ایک مثال مقبولہ مرد کو ماننا ہے۔ اسی طرح اسلامی حکم بھی کہ حجاز میں غیر مسلم نہ رہیں۔

۳۷۔ دوسرے معنے ہی سے ہم یہاں بحث کریں گے اس کو عرب موتف "اصول" یعنی قانون کی "جڑیں" کہتے ہیں۔ اس معنے میں جو ماخذ ہیں ان سے بین الممالک پابندی خود بخود ضروری نہیں ہو جاتی۔

---

[1] لارنس صفحہ ۹۱

۱۔ اکثر جدید ممالک کے ہاں قدیم سے بین الممالک[1] تعلقات کے کسی نہ کسی جز کے لئے قانون ملک وضع ہوتا رہا ہے۔ یہ بڑا ماخذ ہے۔

۲۔ آراء و بعض محققین بین الممالک قانون پر جو لوگ کتابیں تالیف کرتے ہیں یا بین الممالک قانون کے ماہروں کی جو انجمنیں ہیں، ان کا نہ صرف اجماع بلکہ انفرادی یا اکثریتی قیاس بھی ایک ماخذ ہے اور یہ محققین یا مولف کی ذاتی وقعت کے لحاظ سے اس کی رائے کی قدر و قیمت ہو سکے گی۔ اور رفتہ رفتہ کسی رائے پر اتفاق یا کسی اختلافی مسئلے کا تصفیہ ہو سکے گا۔ خاص کر جب بالکل نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں تو گزشتہ یا موجودہ ماہروں کی رائیں بڑی اور دور تک دیکھی جاتی ہیں مثلاً امریکا کی دریافت پر اور ہوائی جہاز کی ایجاد پر بہت سے ایسے مسئلے پیدا ہو گئے جن کے متعلق موجودہ قانون بین الممالک خاموش تھا اور جن کے لئے کوئی مدد نہیں دیتا تھا۔ یوروپی قانون میں جیسی اہمیت گروٹیوس، آماری، فاضل واتیل کی ہے اور اب بینکرشوک، ہال، لنڈ، اوپن ہائم، لارنس، فوشی، نیس، ہیریں یا کی، بلونچلی، فون لسٹ وغیرہ زمانہ حال میں مشہور مولف گزرے ہیں۔ فرانس، انگلستان، امریکا وغیرہ میں قانون بین الممالک کی علمی انجمنیں بھی ہیں جن میں دنیا بھر کے علما حصہ لیتے ہیں اور ان کے مباحث شائع کئے جاتے ہیں۔

۳۔ معاہدات۔ ان کی بہت سی صورتیں ہیں۔ کبھی ان کا منشا ہی قانون سازی ہوتا ہے یا طرز عمل اور رواج کو مدون کرنا جیسا کہ ہیگ میں منعقد شدہ ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۷ء کی دونوں کانفرنسوں میں ہوا۔ اس کی صورت اکثر یوں ہوتی ہے کہ چند ممالک کانفرنس کر کے کچھ طے کرتے ہیں اور اطلاع پر دوسرے اس کو اعلان یا خاموشی سے منظور

[1] لارنس صفحہ ۹۹۔ (پروفیسر ہیریں ہالس نے اس پر ایک مستقل کتاب ۱۹۰۹ء میں شائع کی ہے)۔

ebooks.i360.pk

کر لیتے ہیں معاہدات سے بعض وقت قانون سازی یا تدوین رواج مقصود نہیں ہوتا بلکہ کسی بین الممالک جھگڑے کا تصفیہ ہوتا ہے اور اس فیصلے سے جو نظیر قائم ہوتی ہے وہ بھی ایک ماخذ قانون بن جاتی ہے۔

۴۔ کسی تحکیم یا ثالثی کے فیصلے، کسی عدالت غنائم بحری کے فیصلے یا کسی بین الممالک قانونی عدالت (مثلاً ہیگ کی کورٹ آف انٹرنیشنل جسٹس) کے فیصلے، یا حالیہ زمانہ میں خود مجلس اقوام کے فیصلے، منشور، طرز عمل وغیرہ بھی مفید مواد مہیا کرسکتے ہیں

۵۔ معاہدات کے علاوہ دیگر سرکاری کاغذوں اور مراسلوں اور خاص کر سفارتی ماجراؤں سے مدد مل سکتی ہے۔

۶۔ آخر میں لیکن کافی اہم وہ سرکاری ہدایتیں ہیں جو سفیروں، سپہ سالاروں، امیر البحروں امیر الہواؤں کو دی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں خود عہد نبوی اور خلفائے راشدہ کے زمانے کی ایسی متعدد دلچسپ دستاویزیں تاریخ نے محفوظ کی ہیں۔ (دیکھئے اوپر ف ۱) امریکا اور جرمنی کی حکومتوں نے بھی ایسے قواعد مرتب کر کے شائع کئے ہیں۔

قانون بین الممالک کی وسعت اور حیثیت

ف ۳۸۔ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ قانون بین الممالک کے موضوع کیا کیا ہیں۔ ان موضوعوں کے جن ذاتیات یا عرضیات سے ہمیں بحث ہے، وہ تین بڑے حصوں میں منحصر ہیں:۔

۱۔ مسالمانہ یا امن و صلح کے تعلقات۔

۲۔ مخاصمانہ تعلقات اور جنگ۔

ebooks.i360.pk

۴۔ چند ممالک میں جنگ کے وقت دوسروں کی غیر جانبداری۔

مسالمانہ تعلقات سے جو حقوق و فرائض متعلق ہیں ان کو عادی کہا جاتا ہے اور ان کی خلاف ورزی کم ہوتی ہے اور وہ زیادہ معیّن ہیں۔ مخاصمانہ تعلقات کے حقوق و فرائض غیر عادی ہیں۔ جتنا زیادہ اس میں مطلبیت پیدا کرنے کی اور شرما شرما منظوری لینے کی کوشش کی جائے گی، اتنا ہی اس پر وقت پر کم عمل ہوتا ہے۔

غیر جانبدارانہ حقوق و فرائض بین بین ہیں۔

علم قانون میں قانون بین الممالک کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے میں نے جو نقشہ مرتب کیا ہے اس سے طالب علم کو شاید سہولت اور آسانی ہو۔

(ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

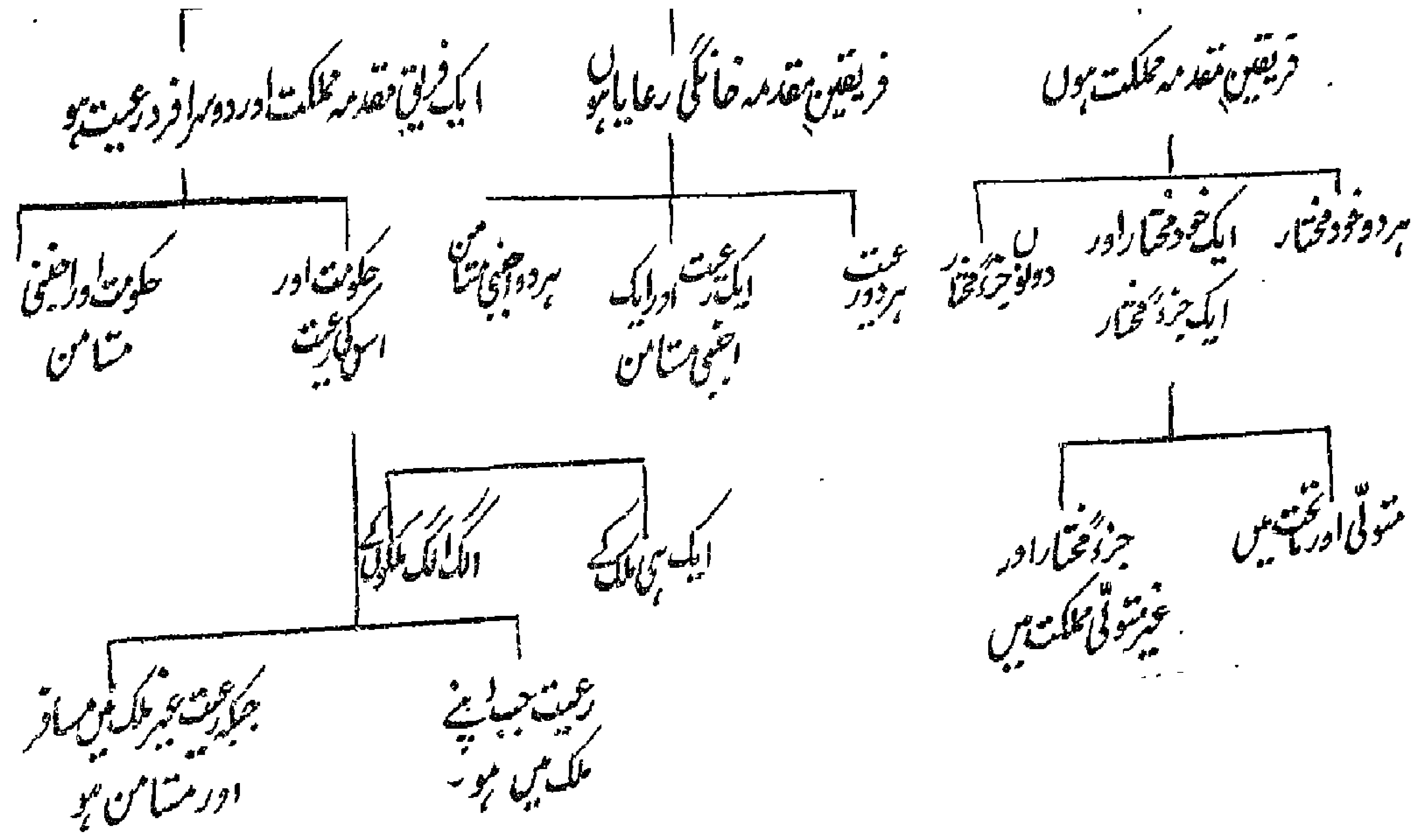

فریقین مقدمہ مملکت ہوں
ہر دو خود مختار
ایک خود مختار اور ایک جزو مختار
دونوں جزو مختار
متولّی اور ماتحت ہیں
جزو مختار اور غیر متولّی مملکت ہیں
فریقین مقدمہ خانگی رعایا ہوں
ہر دو رعیت
ایک رعیت اور ایک اجنبی مستامن
ہر دو اجنبی مستامن
ایک فریق مقدمہ مملکت اور دوسرا فرد رعیت ہو
حکومت اور اسکی رعیت
حکومت اور اجنبی مستامن
ایک ہی ملک کے
الگ الگ ملکوں کے
رعیت جب اپنے ملک میں ہو
جبکہ رعیت غیر ملک میں مسافر اور مستامن ہو

ebooks.i360.pk

مقاصد

سِلم یا امن و صلح

یٰاَیُّھَا النَّاسُ ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً

انسانو - تم سب امن و سلامتی سے رہو۔

اسلامی حکومت کا مطمح قدیم سے امن و سلم ہے اور جنگ کو ایک ناگزیر لیکن موقتی برائی کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ سلطنتوں کے بقول لارنس باہمی مسالمانہ تعلقات کے پانچ بڑے حصے کئے جا سکتے ہیں:-

۱ - خود مختاری سے متعلق حقوق و فرائض

۲ - جائداد " "

۳ - عدالتی اختیار سماعت " "

۴ - بین الممالک سماج میں مساوات "

۵ - سفارتی تعلقات " "

خودمختاری

۵۸۔ کسی سلطنت کی خود مختاری یا استقلال سے مراد یہ ہے کہ اس کے داخلی یا خارجی معاملات کی سرانجام دہی میں کسی اور سلطنت کا دخل اور قابو نہ ہو۔[1] "جیو اور جینے دو" جس طرح افراد انسانی کے باہمی تعلقات کا مسلمہ اصول ہے، اسی طرح ہر سیاسی وحدت کو اپنا علاحدہ وجود باقی رکھنے اور اپنے ذاتی معاملات میں خود مختارانہ طور سے اقتدار اعلیٰ رکھنے اور برتنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ صرف دوسروں کے مماثل حقوق کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے

قدیم مذاہب قومی ہوتے تھے اس وقت سلطنتیں بھی مکمل خودمختار ہوتی تھیں۔ جب سے مذہبی رہنماؤں کا مقصد یہ ہوا کہ کسی قوم یا ملک نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصے کی ہدایت اور فلاح ہو اور ایسے مذہب پھیلے بھی تو پھر عالمگیر حکومت کا تصور بھی ناگزیر پیدا ہو گیا، جو یونانی اور رومی عالمگیری سے اس معنے میں جدا تھا کہ ان کے ہاں مفتوحہ اقوام اور فاتح قوم میں مساوات نہیں ہو سکتی تھی۔ مذہب نے جملہ ایمان والوں کو مساوی قرار دے دیا۔ لیکن مذہبی لوگوں کے بگڑنے یا برے لوگوں کے مذہبی رہنمائی کی باگ ڈور حاصل کرنے سے جب مذہبی نظام

---

[1] لارنس ص ۱۱۵

ebooks.i360.pk

مفید کی جگہ مضر ثابت ہونے لگا تو انفرادیت پسند انسان نے پھر ایک پلٹا کھایا۔ ۱۶۴۸ء کے معاہدہ ویسٹ فالیا نے مرکز مسیحیت و عقل کے اس نتیجے پر مہر ثبت کردی اور مسیحی دنیا میں بھی مملکتوں کی مکمل خود مختاری تسلیم کی جانے لگی۔[۱] فی الحال غیر محدود خود مختاری کا کہیں وجود نہیں۔ صرف اضافی آزادی عمل حاصل ہوتی ہے چنانچہ خود مختاری کے حقوق میں جہاں اپنی بقا کی مدافعت کرنی شامل ہے، نیز دوسروں کی خود مختاری میں مداخلت نہ کرنے کا فریضہ بھی عائد ہوتا اور اسی حد تک آزادی عمل کو محدود کرتا ہے۔

اس قدرتی تحدید کے علاوہ کسی مملکت کی آزادی عمل پر بعض اور بھی پابندیاں عائد ہوتی ہیں مثلاً :-

۱۔ جب کوئی ملک اپنی قوت اور صلاحیت کی کمی کے باعث کسی قوی اور زبردست مملکت کے اثر میں آجاتا ہے اور جزوًا اپنے اقتدار اعلیٰ سے محروم ہو جاتا ہے مثلاً ۱۸۰۰ء کے معاہدے کے تحت حیدر آباد اس وقت تک خارجہ تعلقات پیدا نہیں کر سکتا جب تک انگریزی حکومت کو اطلاع دے کر مشورے میں شریک نہ رکھے۔ ایسی مختلف قسم کی پابندیاں افغانستان، عراق و مصر وغیرہ پر بھی رہی ہیں۔

۲۔ دوسرے جب خاص کر کسی جنگ میں شکست کے باعث مفتوح کو بہت سی شرطیں ماننی پڑتی ہیں جن سے اس کی خود مختاری اور آزادی عمل

---

[۱] لارنس صفحہ ۱۱۶

میں خلل پڑتا ہے اگرچہ اس شکست خوردہ مملکت کو سب خودمختار مانتے ہیں۔ مثلاً جنگ عظیم کے بعد جرمنی کو جنگی طیارے، ٹینک، آبدوز اور ایک لاکھ سے زیادہ فوج رکھنے کی ممانعت تھی۔ خاص خاص علاقوں کو بے ہتھیار رکھنا ضروری تھا جہاں نہ صرف قلعے بنانے کی بلکہ کسی سپاہی کے رکھنے کی بھی ممانعت تھی۔ ایسی تحدیدیں اس وقت تک ہی رہتی ہیں جب تک کمزوری رہتی ہے۔

۳۔ تیسرے جب بعض خودمختار ممالک اپنی خوشی سے عہد کریں اور اپنی آزادی عمل کو حدود کے پابند یا قبول کریں۔ اس کا باعث زیادہ تر ذاتی مفاد اور کبھی کبھی انسانیت کا خیال ہوتا ہے۔ جنگی طرز عمل کے متعلق جو بندشیں پیدا کی جاتی ہیں ان پر عموماً کم عمل ہو سکتا ہے۔ اگلی اور پچھلی دونوں نے رواج قائم (بہمنی سلطنت کے عہد میں) جنگ کے بعد نہ مارنے کا اقرار لیا تھا لیکن اگر ضرورت ہو تو رد ہو جاتا۔ "الضرورات تبیح المحظورات" ایک ایسا قاعدہ ہے جس کے ہوتے ہوئے بندشوں کا بھی پاس نہیں رہتا۔ ہاں مسالمانہ تعلقات کی پابندیوں کا بہت زیادہ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً ۹۹۵ھ میں نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں نے بعد از گفت و شنید یہ طے کیا کہ نظام شاہی سلطنت تلنگانہ میں دخل نہ دے گی بلکہ عادل شاہی سلطنت چاہے تو اسے مسخر کر لے لیکن وہ برار میں مداخلت نہ کرے گی جسے فتح کرنے کی نظام شاہی سلطنت کو آزادی رہے گی۔[1] یا ۱۸۵۰ء میں ممالک متحدہ امریکا اور برطانیہ دونوں نے اقرار کیا کہ وسطی امریکا میں دونوں میں سے کوئی

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد ۲ ص ۲۱۲

بھی کوئی علاقہ حاصل نہیں کریگا۔[1] یا صلح حدیبیہ میں صرف ایک طرفہ تحویل ملزمین کا معاہدہ ہوا تھا۔[2]

۴۔ چوتھے جب ایک قومی سلطنت یا ایک [illegible] ادھر طے کر کے اس کے ذریعے اوروں کی آزادی محدود کرنے کا اعلان کرتی ہے۔ منرو کے نظریے کی طرح ۱۹۳۸ء میں جاپان نے بھی ایشیائی [illegible] کے مشرق اور وہاں اپنی برتری اور اولیت کا اعلان کیا [illegible] غیر مسلموں کے آنے اور بسنے کی ممانعت رہی ہے۔ اسی طرح حاجز [illegible] (بفر [illegible]) قائم کی جاتی ہیں جن پر خاص پابندیاں ہوا کرتی ہیں۔ [illegible] کے متعلق ہوتی ہیں۔

۴۔ اگر ان پابندیوں کی خلاف ورزی ہو تو متضرر ملک کی جانب سے مداخلت ہوتی ہے۔ مداخلت کے معنی ہیں کسی مملکت کا [illegible] معاملات میں اس کی رضامندی کے بغیر دخل دینا۔

اسی لئے نو حسن مشورہ (گڈ آفسز یا گڈ [illegible]) کو مداخلت [illegible] ہیں جو کوئی دوست مملکت کی جانب سے بیچ بچاؤ کے [illegible] وساطت (میڈی ایشن) کو جس میں فریقین خصومت کسی تیسری مملکت سے استدعا کرتے ہیں کہ گفت و شنید میں واسطے کا کام دے یا [illegible] پیش کر اپنی رائے پیش کرے اور نہ ہی تحکیم اور پنچایت کو جس میں فریقین [illegible] ہیں

---

[1] [illegible] ص ۱۱۱ — [2] سیرت النبیؐ کی کسی کتاب [illegible]

ebooks.i360.pk

کہ حکم کا فیصلہ وہ تسلیم اور نافذ کرلیں گے چنانچہ حال میں افغانستان اور ایران میں سرحد کے متعلق جو جھگڑا ہوا تھا اس میں ترکی حکومت کو پنچ اور حکم بنایا گیا تھا اور اس کا فیصلہ فریقین نے مان لیا۔[1] اسی طرح خلیج ڈیلاگوا کی ملکیت کے متعلق انگلستان اور پرتگال کا جھگڑا فرانس کے صدر جمہوریہ مارشل مکموہن نے بطور حکم ۱۸۷۵ء میں پرتگال کے حق میں طے کیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا حق خلافت کے متعلق حکم مقرر کرنا[2] ایک اہم تاریخی مثال ہے جس میں دو حکم مقرر ہوئے تھے چونکہ ان کا فیصلہ متفقہ نہ تھا اسلئے حضرت علیؓ نے اپنے نامزدہ حکم کا فیصلہ ماننے سے انکار کردیا تھا۔

مداخلت تین قسم کی ہوتی ہے کبھی تو کسی مملکت کے اندرونی معاملات میں کسی تبدیلی مثلاً خانہ جنگی یا دستوری تبدیلی کو روکنے کے لئے ہوتی ہے اور کبھی خارجہ معاملات میں مثلاً کسی تیسری حکومت سے کئے ہوئے معاہدے کے نتائج سے گھبرا کر اس کو منسوخ کرانے کے لئے چنانچہ ۱۹۳۲ء میں جرمنی اور آسٹریا نے چنگی کی حد تک باہم اتحاد کا معاہدہ کیا تھا چونکہ آسٹریا کے اس طرح رفتہ رفتہ جرمنی میں ضم ہوجانے کا خدشہ تھا، اس لئے فرانس کی مداخلت کے باعث یہ معاہدہ منسوخ کردیا گیا۔ کبھی مداخلت انتقام کے لئے ہوتی ہے جس میں جنگ تو نہیں چھڑتی لیکن دھمکایا اور دباؤ ڈالا جاتا ہے اس کا تعلق اصل میں مخاصمانہ تعلقات سے ہے جن کا حصہ سوم میں ذکر ہوگا۔

---

[1] سالنامۂ کابل ۱۳۱۴ شمسی صفحہ ۶۳-۶۴ سنہ ۱۹ مع نقشہ مسلکہ صفحہ ۳ ہال اوپنہائم انٹرنیشنل لا طبع ہفتم صفحہ ۳۴۔ [2] ان کے تقرر اور اختیارات کی دستاویز کا متن تاریخ طبری صفحہ ۳۳۶ تا ۳۳۸ اور تاریخ دینوری صفحہ ۱۹۶ تا ۹۹ میں ہے۔

ف ۴۳ - غیروں کے معاملات میں مداخلت سے ہمیشہ جھگڑے کا جو کھم لگا رہتا ہے اس لئے اس کو اختیار کرنے سے پہلے سلطنتیں بہت سوچ بچار لیتی ہیں۔ بہت سی صورتوں میں انھیں بین الممالک مخالفت اور فضیحت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ صرف چند صورتوں میں مداخلت کو قانون بین الممالک درست قرار دیتا ہے:-

ا۔ حفاظت ذاتی کے لئے بشرطیکہ خطرہ یقینی ہو گیا ہو اور نقصان اتنا ہو کہ جنگ جائز ہو سکے اور بغیر مداخلت اور جبر یا دباؤ کے وہ ٹل نہ سکتا ہو۔ مثلاً گزشتہ صدی کے وسط میں میکسیکو کی بدانتظامی سے انگلستان، فرانس اور اسپین کو مالی نقصان پہنچ رہا تھا مقامی حکومت سے بے سود احتجاج کرنے کے بعد تینوں مذکورہ مملکتوں نے ۱۸۶۱ء میں میکسیکو میں فوج اتاری اور مطالبات منانے کی کوشش کی تھی [بعد میں فرانس کی بدنیتی عـ۱ دیکھ کر دونوں شرکائے کار نے اپنی فوجیں واپس بلالیں اور فرانس نے اپنے ایک پٹھو کو وہاں کا شہنشاہ بنا دیا۔ آخر ممالک متحدہ امریکا کی دھمکی پر فرانسیسی فوج بھی واپس چلی گئی جس کے بعد غریب شہنشاہ میکسیملین کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا تھا] عـ۲

یورپ میں توازن قوت کے باقی رکھنے کے لئے بھی کسی مملکت کی قوت بہت بڑھنے لگتی تو مداخلت کی جاتی رہی وہ بھی اسی اصول کے تحت تھی کہ علاج سے احتیاط بہتر ہے۔

عـ۱ لارنس ص ۱۲۴

عـ۲ لارنس ص ۱۲۴

۲۔ معاہدات کے باعث۔ چنانچہ ایک جدید مثال یہ ہے کہ ۱۸۶۳ء میں انگلستان، فرانس اور روس نے یونان کو ترکی سے آزاد کر کے خود مختار بنایا البتہ شرط یہ لگائی کہ وہاں دستوری حکومت قائم رہے۔ ۱۹۱۵ء میں جنگ عظیم کے موقع پر شاہ یونان کے جرمن نواز رجحانات دیکھ کر، دستور شکنی اور استبدادی حکومت کے قیام کے الزام پر انگلستان، فرانس اور روس نے مداخلت کی کہ بادشاہ تخت سے دستبردار ہو، فوج کے تیار رہنے کا حکم منسوخ کیا جائے اور نئے انتخابات عمل میں لائے جائیں۔[1]

۳۔ انسانیت کے نام پر بھی مداخلتیں ہوتی رہی ہیں اور اکثر کوئی اور مقصد پورا نہ ملے تو اسی کا بہانہ کیا جاتا رہا ہے۔ خاص کر ترکی کے حصے بخرے کرنے کے لیے اس کے غیر رواداری انتظام اور غیر مسلم رعایا پر مبینہ ظلم کی بنا پر بار بار یورپ کی بڑی سلطنتیں مداخلت کرتی رہی ہیں۔ کوئی خدا پرست مملکت اگر مذہب شکنی پر اشتراکیہ روس میں مداخلت کرتی یا کوئی یہودی یا یہود نواز مملکت نازی جرمنی میں ایسا کرتی تو اس کا عذر معقول سمجھا جاتا۔ کسی ملک میں انقلاب کو روکنے کے لیے یا خانہ جنگی کے کسی فریق کی درخواست پر مداخلت کرنا اب عرصے سے یورپ میں نامناسب سمجھا جا رہا ہے۔ خفیہ امداد کا تعلق قانون بین الممالک سے نہیں ہے جو ظاہر امور پر حکم لگاتا ہے۔

۴۔ مرکب وجوہات مداخلت کے کئی موقعے پیش آتے ہیں۔

---

[1] لارنس ص ۱۲۲ تا ۲۳

ebooks.i360.pk

۵ - بہانے بھی پیش کئے جاتے ہیں جیسے اٹلی نے طرابلس اور حال میں حبش پر قبضہ کرنے کے لئے کئے۔ ان موقعوں پر خود اپنے کارندوں کے ہاتھوں زیر نظر علاقے میں اپنے نقصان کا انتظام بھی کرایا جاتا ہے۔

ebooks.i360.pk

جائداد

۴۴ افراد رعایا کی طرح خود مملکت بھی جائداد کی مالک ہو سکتی اور ہمیشہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر مملکت کے قبضے میں علاوہ جائداد غیر منقولہ کے کافی جائداد منقولہ بھی ہوتی ہے، جیسے ہتھیار، حمل و نقل کے ذرائع، خزانے، دستاویزیں وغیرہ۔ غیر منقولہ جائداد میں بعض چیزیں مصنوعی ہوتی ہیں، جیسے قلعے، تالاب، مکان وغیرہ۔ لیکن قانون بین الممالک کے اغراض کے لئے قدرتی غیر منقولہ جائداد یا ان کے متعلق کسی حق آسائش کا حصول اور حفاظت ہی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

یوں تو کسی ملک کی کچھ جائداد خالص خانگی ہوگی اور کچھ خالص سرکاری۔ لیکن ہر حکومت اپنی رعایا کی محافظ ہوتی ہے اس لئے خانگی جائداد بھی اس معنے میں سرکاری ہی ہے کہ اگر کوئی غیر مملکت اس پر قبضے کی کوشش کرے تو متضرر کی حکومت ہمیشہ آڑے آتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں خانگی جائداد کی ملکیت تو افراد رعایا کو حاصل رہتی ہے لیکن اقتدار اعلا حکومت ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

۴۵ یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کسی مملکت کے لئے اراضی کا ہونا ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ جوں جوں قوائے فطرت پر عقل انسانی کو قابو حاصل ہوتا جاتا ہے اس میں نئے نئے سوال پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ ابتداً صرف زمین اور اس کے اوپر اور اندر کی چیزوں کا لحاظ ہوتا ہوگا، ندیوں اور جھیلوں سے استفادہ اپنے آپ سے

مخصوص کر لینا بند کی چیز ہو گی۔ کھلے سمندر کی اہمیت گزشتہ صدی کے دخانی اور کلوں سے چلنے والے جہازوں نے بڑھائی تو ہوا پر اسی صدی میں طیاروں اور لاسلکی کے امواج کے گزرنے کے باعث توجہ ہوئی ہے۔ اور وہ رومی مقولہ کہ کسی زمین کے مالک کو نہ صرف اس پر بلکہ اس کے نیچے اور اوپر تحت الثریٰ سے ثریا تک ملکیت اور حق استفادہ حاصل ہوتا ہے[۱۵] ——— صرف لفظی نہیں بلکہ اب ایک واقعی اہمیت پیدا کر چکا ہے۔

کسی مملکتی سرزمین کے اندر کی خشکی اور تری، اراضی، پہاڑ، معدنیات، ندی، جھیل، پٹرول وغیرہ کے متعلق تو کوئی پیچیدگی نہیں پیدا ہوتی لیکن اگر دو مملکتوں کی سرحد پر کوئی ندی یا جھیل ہو جیسے کرشنا اور گوداوری حیدر آباد و برطانوی ہند میں ہیں یا دریائے نیاگرا اور جھیل اونٹاریو کناڈا اور ممالک متحدہ امریکا میں ہیں تو بجز اس کے کہ سرحد کے متعلق فریقین میں کوئی اور معاہداتی یا رواجی فیصلہ ہو چکا ہو، ایسے پانی کے وسط تک سرحد سمجھی جاتی ہے[۱۶]۔ اور اس بیچ سے گزرنے والے ذہنی خط سرحد کے ایک طرف جو جزیرے ہوں وہ ایک مملکت کے اور دوسری طرف کے دوسری مملکت کے سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس پانی میں جہاز چلانے کا حق دونوں طرف کے ملکوں کو برابر حاصل رہتا ہے لیکن اگر کوئی ندی سرحد پر تو نہیں بلکہ اندرون ملک بہتی ہے البتہ اس کا منبع کسی ملک میں ہے اور دہانہ کسی ملک میں، تو اس کے متعلق بین الممالک رواج پہلے تو یہ تھا کہ ہر ملک اپنے مقبوضہ

---

[۱۵] اوپن ہائم جلد ۱ صفحہ ۴۱۸ — [۱۶] لارنس صفحہ ۱۳۷

حصے پر پورا اقتدار رکھتا ہے[1] اور غیروں کو گزرنے سے روک سکتا ہے اور اپنے حصے میں بند اور تالاب بنا کر نیچے کے ملک کو پانی سے محروم کر سکتا ہے لیکن جدید رجحانات، معاہدات وغیرہ کی بنا پر یہ ہو چلا ہے کہ ان تمام ممالک کو جن کے علاقوں میں سے کوئی ندی گزرتی اور سمندر میں جا ملتی ہو حالت امن میں بے روک ٹوک گزرنے کا مساوی حق ہے۔ روشنی اور دیگر ضرورتوں کے لئے البتہ ضروری ٹیکس وصول کئے جا سکتے ہیں۔ اور تالابوں کے متعلق تناسب حق ملنے چاہئیں۔

وسعت جب سے توپوں کا رواج ہوا ہے ساحل کے قریب کے سمندر کی اہمیت بھی جنگی اغراض اور مدافعت کے لئے بڑھ گئی ہے جس زمانہ میں انتہائی زد تین میل کی تھی، ہر بحری ملک کی ساحل سے تین میل تک سمندر پر ملکیت تسلیم کی گئی تھی[2] جہاں وہ اپنی غیر جانبداری کے زمانے میں فریقین جنگ کو معرکہ آرائی سے روک سکتا ہے، غیر ملک کے لوگوں کو مچھلی کے شکار سے روک سکتا ہے اور ہر طرح اپنا اقتدار جتا سکتا ہے۔ اسی کو "بحری فرسخ" اور "تحت علاقہ سمندر" کہتے ہیں۔ اس سے آگے کھلے سمندر کو ملک خدا سمجھا جاتا ہے جس میں تمام ممالک کو بے خطر استفادے کے متعلق مساوی آزادی تسلیم کی جاتی ہے۔ گو کسی زمانے میں بحری قوتیں کھلے سمندر پر بھی ملکیت کی مدعی تھیں مثلاً ریاست ہائے وینس بحر ایڈریاٹک پر اور سلطنت ترکی بحر اسود پر مکمل اقتدار کی مدعی رہ چکی ہیں۔ کئی ممالک جو زیر اقتدار سمندر میں تین میل کے اس ناکافی ہونے کے باعث اضافے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن مجموعی

---

[1] لارنس ص ۱۳۷ — [2] لارنس ص ۱۳۸ ۔

حفظانِ صحت اور جنگی کے سلسلے میں نگرانی کے دیگر امور میں بحری فرسنگ کو بڑھانے پر اکثر ممالک راضی نہیں ہیں۔ البتہ ساحل کا شمار بجائے سخت زمین کے اس مقام سے ہوتا ہے جہاں ساحل کے قریب کے جزیرے ختم ہوتے ہوں اگرچہ وہ جزیرے آباد نہ ہوں یا نہ ہو سکتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ کوئی خلیج جو چھ میل یا اس سے کم چوڑا ہو اور اس کے دونوں کناروں پر دو الگ الگ مملکتیں ہوں تو وہ کھلا سمندر نہیں رہے گا بلکہ ندیوں کی طرح خلیج کے بیچوں بیچ سرحد ہوگی۔

ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ پانی خشکی کا تابع ہے خشکی پانی کی نہیں۔[1] کسی خشکی پر قابض ملک اس سے متصل ندی یا جھیل کی ملکیت کا دعویٰ کر سکے گا لیکن کسی جھیل یا ندی کا قابض اس کی دوسری طرف کی خشکی کا مالک خود بخود نہیں ہو جاتا۔ البتہ جمہور و مصر کے لئے بین الممالک اہمیت رکھنے والے اندرون علاقہ قدرتی یا مصنوعی آبی شاہراہوں سے متعلق عموماً معاہدات ہوتے ہیں جیسے نہر سویز، آبنائے باسفورس، دردانیل، نہر کیل، نہر پاناما وغیرہ۔

مثلاً ۱۹۱۹ء میں[2] جو معاہدہ ہوا تھا انگلستان، فرانس، اٹلی پندرہ سلطنتوں یہ معاہدہ صرف حالت امن کے متعلق ہے اور ہر ایک اس کے نیچے کے ملک کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے ہر ملک کے طیاروں کے لئے بے ضرر گزرنے کی اجازت دیتا ہے۔ غیر ممالک کے جنگی اور دیگر سرکاری جہاز اس سے مستثنا ہیں۔

ف۱ لارنس ص ۱۳۸ ف۲ اوپن ہائم جلد ۱ ص ۴۱۹ تا ۴۲۳

ebooks.i360.pk

اسی طرح غیر ملک میں اجرت پر حمل و نقل کر کے تجارتی نفع کمانے کی اجازت نہیں۔ خانگی سفر میں بھی راستے، نگرانی وغیرہ کے متعلق کسی ملک کے بنائے ہوئے قواعد کا لحاظ رکھنا غیر ملکی طیاروں کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

۱۹۲۷ء میں لوزان میں انجمن قانون بین الممالک کے بین الاقوامی جلسے نے یہ سفارش کی ہے کہ لاسلکی خبر رسانی کے سلسلے میں غیر ملک کے بے ضرر پیاموں کا کسی ملک کی فضا میں سے گزرنے بے روک ٹوک ہونے دینا چاہئے لیکن خطرناک پرچار کے جس طرح مطبوعہ لٹریچر کو کوئی ملک داخل ہونے سے روک سکتا ہے اس طرح لاسلکی پر بول بھیجے ہوئے دعایے کو بھی ہر ملک روک سکتا ہے چنانچہ موسکو کی اشتراکی تقریریں ہندوستان میں سنائی نہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حکومت ہند برقی رد عمل کی تدبیریں اختیار کرتی ہے۔

نئے علاقے کا حصول

ف ۴۸ کسی نئے علاقے کو حاصل کرنے کے مختلف ذریعے ہیں۔

ا۔ پہلے قبضہ ہے۔ کوئی ملک نو دریافت ہو یا غیر آباد یا غیر مہذب اقوام کے قبضے میں، اس پر جو مملکت پہلے قبضہ کرے وہ مالک ہو جاتی ہے۔ امریکا، آسٹریلیا، وسطی اور جنوبی افریقا کے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوا تھا محض دریافت کافی نہیں، کسی سرکاری کارروائی کے ذریعے اس پر قبضہ اور الحاق ضروری ہے

۵۔ اوپن ہائم جلد ا ص ۳۶۹ حوالہ ۴

ebooks.i360.pk

حالیہ زلزلے کے موقع پر جاپان کے کئی جزیرے غرقاب ہو گئے اور کئی نئے بن گئے۔ لیکن ساحل سے قربت کے باعث وہ خود بخود جاپان ہی کی ملک سمجھے جا سکتے ہیں۔

یہ سوال بڑا پیچیدہ ہے کہ ایک مقام پر قبضہ کرنے سے آس پاس کے کتنے علاقے پر خود بخود ملکیت قائم ہو جاتی ہے۔ کسی چھوٹے جزیرے یا بہت سے چھوٹے جزیروں کے مجمع الجزائر میں کسی ایک جگہ کا قبضہ کافی ہے۔ لیکن امریکا اور آسٹریلیا جیسے براعظموں میں ظاہر ہے کہ ایک گاؤں پر قبضہ پورے ملک کا حاکم نہیں بنا دیتا۔ عموماً قابض فوج کی قوت، اور اختلاف کی صورت میں متخاصمین کی طاقت فیصلہ کرتی اور معاہدے ہوتے ہیں۔

قطب شمالی پر سمندر ہے لیکن قطب جنوبی پر خشکی ہے اور لارنس کا خیال ہے کہ چونکہ الحاق کے لئے بسنا ضروری ہے اس لئے براعظم قطب جنوبی کے ناقابل آبادی علاقے پر جہاں ایک دن کم چھ مہینے مسلسل رات اور ایک دن کم چھ مہینے مسلسل دن ہوتا ہے، معاشی استفادے کے لئے کوئی ملک بغیر آباد ہوئے قبضہ کرے تو اس کا دعوا قابل قبول نہیں۔

۲۔ دوسرا طریقہ ملکیت کے حصول کا یہ ہے کہ قدرتی یا مصنوعی اسباب سے کسی ملک میں اضافہ ہو جائے۔ یہ صرف آب برآمد زمین سے متعلق ہے۔ سمندر یا ندی میں نئے جزیرے وقتاً بوقتاً بن جاتے ہیں۔ بمبئی میں تو پچھواڑی کھاڑی کا ایک محلہ سمندر کو پاٹ کر نکالا گیا ہے۔ اگر سرحدی ندی محسوس ہوئے بغیر آہستہ آہستہ خفیف مقدار میں ہٹتی جائے تو

ebooks.i360.pk

عموماً مفاد دار ملک راضی بتقدیر رہتے ہیں لیکن اگر کسی زلزلے یا طغیانی میں کوئی ندی یک بیک راستہ بدل دے تو لارنس کا بیان ہے کہ سرحد نہیں بدلتی بلکہ سابقہ گزرگاہ دریا کا وسط یا جہاں بھی سرحد رہی ہو، سرحد رہتا ہے۔

۴۔ تیسرا طریقہ سپردگی ہے جس کی لارنس نے تین قسمیں بیان کی ہیں: بیع، ہبہ اور تبادلہ۔ گو ایک اور قسم وراثت کا اس میں اضافہ کرنا لے جانا ہوگا۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے شہر طلطیہ کو بنیر ابطلیوں سے خرید لیا تھا۔[۱] روس نے ۱۸۶۷ء میں اپنے امریکی مقبوضات کو ممالک متحدہ امریکا کے ہاتھ (۷۲) لاکھ ڈالر میں فروخت کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے کشمیر ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ لیا ہیں انگریزوں سے خرید انتھا۔ ہبہ شاذ ہی خوشی سے ہوتا ہے۔ نزاعی زمین بعض وقت جہیز میں دے کر مجبوری کو چھپایا جاتا ہے۔ اضلاع مفوضہ حیدرآباد نے فرانسیسی کمپنی کو انعام میں دئے تھے۔ انگریزی کمپنی نے جو حیدرآباد کی حلیف تھی فرانس سے وہ علاقے چھین لئے اور پھر ان کے متعلق اپنے نام انعام کا پروانہ حاصل کر لیا۔ تبادلہ اراضی کی بکثرت مثالیں قدیم تاریخ میں ملتی ہیں۔ ۱۸۰۰ء ۱۲۱۵ھ کے مشہور معاہدے

---

[۱] عیون المعارف و فنون اخبار اللطائف مؤلفہ محمد بن سلامہ بن جعفر ورق ۱۷۷
(مخطوطہ توپ قپو سرائے، استانبول)

کی دفعہ ۴ کی رو سے بھی سرحد کی درستی کے لئے حیدر آباد اور برطانوی ہند میں بعض علاقوں کا تبادلہ ہوا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں رومانیہ نے روس کو بسرابیا دے کر دوبرجہ حاصل کیا تھا۔[۵] وراثت میں ملنے کی صورت زیادہ تر یہ ہوتی ہے کہ دو ملکوں کا ولی عہد ایک ہی شخص ہو جائے۔ اس کی بعض مثالیں اوپر تقادم کے سلسلے میں ف ۲۲ میں دی جا چکی ہیں۔

۴۔ چوتھا طریقہ جبر اور فتح کا ہے۔ صرف فتح سے الحاق نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے باضابطہ اعلان یا کم از کم ایسے عمل کی ضرورت سمجھی جاتی ہے جس سے الحاق کا منشا معلوم ہوتا ہو۔ اگر مفتوحہ علاقہ پوری مملکت پر مشتمل ہو تو پھر کسی معاہدہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے جدید ترین مثال حبشہ پر اٹلی کے قبضہ کی ہے۔ گویا کی ایک مستثنا صورت جنوبی افریقا کی بوئر سلطنت کا خاتمہ ہے جب مفتوح لیڈروں سے معاہدہ ہوا تھا۔ لیکن اگر شکست خوردہ ملک کو اس کے چند صوبوں پر قابض اور خود مختار رکھتا ہو تو پھر صلح پر منتقل شدہ علاقے کے متعلق صریح یا معنوی معاہدہ اس کے سابق مالک سے ہوتا ہے۔

۵۔ پانچواں اور آخری مسلّمہ طریقہ یہ ہے کہ بغیر جنگ کے کسی علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے، تو حق قدامت بھی ملکیت پیدا کر سکتا ہے۔ عام قانون ملک کی طرح بین الممالک تعلقات میں بھی غصب پر کوئی ملک عرصۂ دراز تک چپ رہے تو پھر کوئی تحکیم اس کے حق کو تسلیم نہیں کرے گی۔

عہ ۵ لارنس صفحہ ۱۵۸

ebooks.i360.pk

۴۹ کسی مملکت کو صرف اپنے ملک[1] پر ہی اقتدار حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعض دیگر علاقوں پر بھی۔ جیسے کسی تابع، ماتحت یا زیر حمایت ریاست پر۔ مثلاً زنجبار پر انگریزوں کو اور آنام پر فرانسیسیوں کو۔ ایسی صورت میں ریاست، خارجہ تعلقات کی حد تک کسی بڑی محافظ و حامی سلطنت کے ماتحت ہوتی ہے اور اندرونی تعلقات میں کم و بیش خود مختار ہوتی ہے۔ ایسی ماتحت ریاستیں بعد میں کبھی قوت پیدا کر کے خود مختار ہو جاتی ہیں جیسے حبشہ پر ۱۸۸۹ء میں اٹلی نے اپنی حمایت جتائی۔ مگر ۱۸۹۶ء میں اطالوی فوجوں کو شکست دے کر وہ پھر آزاد ہو گئی۔[2] اس کے برعکس جزیرۂ مدغاسکر پر فرانسیسیوں نے ابتداً حمایت قائم کی پھر وہ نوآبادی اور جزو مملکت ہو گیا۔ بعض وقت کسی کمزور ملک کو اس بات پہ مجبور کیا جاتا ہے کہ اپنا کوئی خاص علاقہ کسی اور ملک کو نہ دے بلکہ خاص اسی سلطنت کو دے جس سے یہ اقرار ہوا ہو۔ چین میں برطانیا اور فرانس وغیرہ نے خاص خاص حصوں کے متعلق ایسے ہی اقرار لیے تھے چنانچہ وادی یانگسی کیانگ برطانیا کے لیئے نامزد تھی۔ ایک اور مماثل صورت مقولۂ منرو ہے جس کے تحت دونوں امریکاؤں میں ممالک متحدہ کو اوّلیت حاصل ہے اور میکسیکو اور برازیل کی آزاد مملکتیں بھی مثلاً جاپان کو اراضی پٹے پر دینے

---

[1] یہ ضروری نہیں کہ پورا ملک ایک ہی جگہ ہو۔ اسی طرح مختلف حصوں کا دستور اور حکومت کا طور طریق جدا جدا ہو سکتا ہے۔ ہمارے اغراض کے لیے گھریلو حکومت اور نوآبادی دونوں ایک ہی کل کے جز ہوتے ہیں۔

[2] لارنس ص ۱۶۴

کی مجاز نہیں ہیں۔

ف۵ اگر زیرِ حمایت علاقے میں کوئی دیسی حکومت نہ ہو بلکہ صرف قبائلی دو[illegible] دورہ ہو تو ایسی حکومت کو نو آبادیاتی محمیہ[1] کہتے ہیں۔ اس میں حامی حکومت قبائلی شیوخ سے معاہدے کرتی ہے اور ان کو دیگر مملکتوں سے تعلقات پیدا کرنے سے روک دیتی ہے۔ مغربی افریقہ میں ابتداءً یورپی اثرات [illegible] قسم کے تھے۔

ف۱۵ اسی کی ایک اور صورت وہ ہے جسے دائرۂ اثر اور بعض صورتوں میں دائرۂ مفاد کہتے ہیں۔ اگر کوئی مملکت کسی علاقے پر قبضہ کرنا چاہتی اور [illegible] ہیں ہو تو عموماً معاہدوں کے ذریعے یہ بات منوالی جاتی ہے کہ کون [illegible] کس کے اثر میں ہیں اور کہاں کس کا خاص مفاد ہے تاکہ تصادم [illegible] گزشتہ صدی کے آخر میں انگلستان، فرانس، جرمنی، اٹلی [illegible] کی حکومتوں نے وسطی، مشرقی اور مغربی افریقہ میں اسی طرح [illegible] رقابتوں کا ازالہ کیا تھا[2]۔ ایران کے متعلق بھی روس اور برطانیہ [illegible] معاہدہ ہوگیا تھا مگر ایران کو خوش قسمتی سے اندرونی استحکام حاصل ہو گیا اور یہ معاہدہ بیکار ہو گیا۔

۹۹۳ھ میں نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں نے [illegible] اور برار کے متعلق آپس میں اسی طرح کا معاہدہ کر کے تصادم کو روک دیا تھا۔ (دیکھیے ف۱۴۳ اوپر)

۱؎ لارنس ص ۱۶۴ ۲؎ لارنس ص ۱۶۷

ebooks.i360.pk

دفعہ ۵۲ کسی علاقے کو ٹھیکے پر لینے سے بھی پٹہ دار ریاست کو اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ مثلاً حیدرآباد کے صوبۂ برار کی اس حیثیت سے لوگ ناواقف نہیں ہوں گے (سنہ ۱۹۳۶ء کے نئے معاہدے میں لفظ "پٹہ" نہیں برتا گیا ہے۔) چین میں ایسا بہت ہوتا رہا ہے بعض وقت کوئی علاقہ کسی اقرار یا قرض کی ضمانت میں بھی گرو رکھا جاتا تھا۔

دفعہ ۵۳ ایک اور صورت مشترکہ سیادت کی ہے۔ سوڈان نے مصر سے بغاوت کی اور انگریزی مدد سے وہ دوبارہ زیر ہوا تو سنہ ۱۸۹۹ء سے وہاں مصر اور انگریز کی مشترکہ سیادت قائم کی گئی۔ سنہ ۱۹۳۶ء کے معاہدے سے برار کا پٹہ بظاہر ختم کر دیا گیا ہے اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہاں مشترکہ سیادت قائم کی گئی ہے[1] چنانچہ گورنر کا تقرر حیدرآباد اور انگلستان دونوں مل کر کرتے ہیں۔

دفعہ ۵۴ علاقہ ہائے مفوضہ یا زیر انتظام بھی ایک صورت ہے کہ اقتدار اعلا تو کسی حکومت کا مانا جاتا ہے مگر انتظام کسی اور کے سپرد رہتا ہے۔ چنانچہ ایک جنگ کو ختم کرانے کے معاوضے میں انگلستان نے سنہ ۱۸۷۸ء میں ترکی سے جزیرۂ قبرص اسی طرح حاصل کیا اور سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم تک (جبکہ ترکی سے جنگ کے باعث اس کے الحاق کا اعلان کیا گیا) اس کی یہی حالت تھی[2] ہندوستان میں دیسی ریاستوں سے چھاؤنیوں کے جو علاقے لیے گئے ہیں وہ بھی اسی کی ایک صورت ہیں۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ جو علاقے محض انعام

---

[1] زیادہ صحیح الفاظ میں وہاں منفردہ اقتدار اعلا اور مشترکہ حکمرانی قائم کی گئی ہے۔
[2] لارنس صد ۱۷۲۔

ebooks.i360.pk

میں دیے گئے ہیں، جیسے شمالی سرکار وغیرہ، ان کے متعلق انعام دہندہ کا اقتدار اعلا مختتم سمجھا جائے یا اس علاقے کی حیثیت کسی عام فرد کو دی ہوئی جاگیر کے مماثل نہ سمجھی جائے۔

۵۵ کسی ملک کی رعایا اپنے ملک سے ایک سند یا منشور حاصل کر کے دیگر ممالک میں اراضی حاصل کر کے حکمرانی کے فرائض انجام دے۔ اس کی بھی صورتیں پیش آئی ہیں جیسے برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی وغیرہ ایسے علاقوں پر کمپنی کے وطن کی حکومت کو بھی خاصا دخل اور اقتدار حاصل رہتا ہے۔

اختیارِ سماعت یا اقتدارِ عدالت

دنیا میں بعض نظام ہائے قانون خالص ملکی ہوتے ہیں اور بعض خالص قومی
جس مملکت کا قانون اصولاً ملکی ہوتا ہے وہ اپنے حدودِ ارضی میں ہر شخص اور
ہر چیز پر عدالتی اقتدار رکھتی ہے رعیت اور مستامن کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔
قانون روما اسی طرح کا قرار دیا جا سکتا ہے جس ملک میں قومی اصول پر قانون
بنتا ہے اُس کی رعیت ہر جگہ اسی قانون کی پابند ہوتی ہے اور مستامنوں کو
اُن کے وطن کے قانون سے مستفید ہونے کی آزادی دی جاتی ہے۔ اس قسم کے
نظام ہائے قانون میں شریعت اسلامیہ ایک نمایاں مثال ہے۔ مسلمانوں میں
ابتدا ہی سے یہ بات رائج رہی ہے کہ جس مقدمے کے دونوں فریق غیر مسلم ساکنین
ملک ہوں (خواہ رعیت خواہ مستامن) وہ قانون شخصی کے مطابق انصاف
پانے کے مستحق ہیں اور وہ اپنی ملت کی عدالت میں رجوع ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید
(سورہ ۵ آیت ۴۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے اہلِ مقدمہ اپنی ملت
کی عدالت کی جگہ مسلمانوں کی عدالت میں رجوع ہونا پسند کریں تو پھر قانون
شخصی کی جگہ شریعت اسلامیہ یعنی قانونِ ملک کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ خلافت
راشدہ میں عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں وغیرہ کی مستقل اور علاحدہ علاحدہ
ملتی عدالتوں کا پتہ چلتا ہے جن میں رعایا اور مستامن تمام ملتوں کے لیے

عدل گستری ہوتی تھی۔ عہد اموی، عہد عباسی اور عہد ترکی (عثمانی) میں بھی یہی روا رکھا جاتا رہا۔

جیسا کہ عرض ہوا، یورپی ممالک میں "ملکی قانون" کا اصول کارفرما ہے لیکن مختلف وجوہ سے ــــ اور ممکن ہے خود اسلامی ممالک کی ہمجواری کے اثر سے ــــ وہاں بھی غیر ملک کے باشندوں کے لئے بہت سی باتوں میں قانون ملک سے استثنا منظور کیا گیا اور وہ اپنے شخصی قانون کے پابند ہوتے ہیں۔ روما میں معاہد اجنبیوں کے لئے جو خصوصی انتظام تھا وہ اس سے مختلف تھا کیونکہ ان کے ساتھ ان کے شخصی قانون کے مطابق نہیں بلکہ "قانون فطرت" کے مطابق مفتیٔ عدالت خارجہ کی صوابدید پر انصاف کیا جاتا تھا۔

۵۷ بہرحال جدید یورپی قانون یہ ہے کہ:ــــ

اولاً ہر مملکت کو اپنے حدود ارضی میں اپنی رعایا پر پورا عدالتی اقتدار حاصل ہوتا ہے رعیت بننے کا قانون اس حد تک ہر جگہ یکساں ہے کہ ماں باپ رعیت ہوں اور ان کی اولاد ان کے وطن ہی میں پیدا ہو تو وہ بھی رعیت ہوتی ہے۔ رعیت سے غیر ممالک میں ولادت ہو، والدین میں سے صرف ایک رعیت ہو، غیر ممالک کے باشندے رعیت بننا چاہیں، تصادم قوانین ہو یعنی کسی شخص کو ایک سے زیادہ قومیتیں حاصل ہوں یا وہ بے قومیت ہو جائے تو اس کے متعلق ہر مملکت میں مستقل قانون ہوتے ہیں۔ امریکا کے ایک مشہور مقدمے کا فیصلہ اکثر دہرایا جاتا ہے کہ "ہر خود مختار قوم کا یہ ایک فطری حق ہے کہ کس قسم کے اشخاص کو وہ حقوق شہریت عطا کرے اور اس کے لئے دستور اور قواعد

بنائے گئے نامناسب لوگوں کو اپنے میں ملانا اچھا بھی نہیں ہوتا۔

کسی علاقے کی فتح یا اور طور سے منتقلی کے بعد وہاں کے باشندوں کو مہلت دی جاتی ہے کہ اگر انھیں نئے حاکم کی قومیت منظور نہیں ہے تو ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔ بعض ممالک کے قانون کے باعث بین الممالک پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے ورنہ اس کا ذکر یہاں غیر ضروری ہوتا۔ مثلاً کوئی اطالوی رعیت امریکا میں جا کر توطن اختیار کرے اور باضابطہ وہاں کی رعیت بن کر حقوق شہریت حاصل کرے تو بھی اطالوی قانون کے لحاظ سے وہ شخص اٹلی میں فوجی خدمت کرنے پر مجبور ہے۔ بعض ممالک کے قانون کے لحاظ سے ان کی سابق رعیت اگر جنگ میں ان کے خلاف شریک ہو تو سزائے موت کی مستحق ہے۔

کسی ملک میں علاوہ قدیم اور جدید رعیت کے سیاح، مسافر، تاجر، وغیرہ عارضی طور سے آنے والے بھی — جن کو مستامن کہتے ہیں — مقامی اقتدار سماعت کے تابع ہوتے ہیں۔ خاص کر قانون فوجداری کی اغراض کے لئے مگر ان کے سیاسی حقوق اور شخصی حیثیت البتہ غیر متاثر رہتی ہے۔

۵۸۹ اشخاص کی طرح کسی حکومت کو اپنے حدود ارضی کے اندر کی اشیاء پر بھی اقتدار حاصل رہتا ہے جس میں جہاز اور طیارے بھی شامل ہیں۔ چونکہ کھلا سمندر کسی مملکت کی ملکیت نہیں ہوتا، اس لئے کسی ملک کو اپنے سرکاری اور خانگی جہازوں پر کھلے سمندر میں بھی اقتدار باقی رہتا ہے۔ البتہ غیر ملک کے

سلہ ۔ ینک صفحہ ۱۶۵ حوالہ ۲ (بر صفحہ مابعد) ۔ ممالک متحدہ بنام وونگ کم آرک

ebooks.i360.pk

"تحت علاقہ سمندر" میں ان کی حیثیت مستامن کی سی ہوگی۔

کسی ملک کو اپنی رعیت پر ہمیشہ اقتدار باقی رہنا اب تسلیم کیا جانے لگا ہے چنانچہ اگر کوئی انگریز کبھی خارجہ علاقے میں یا خارجہ جہاز پر انگلستان کے خلاف کوئی جرم کرے تو انگلستان واپس آنے پر اس پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض ممالک کے قانون کے لحاظ سے مثلاً کوئی روسی اپنے ملک میں حکومت اٹلی کے خلاف کوئی جرم کرے تو اس روسی کے کسی وقت اٹلی آنے کی صورت میں اس پر اطالوی حکومت مقدمہ چلا سکتی ہے۔ یوں بھی تحویل ملزم کی درخواست تو منظور نہیں کی جائے گی لیکن دوستدار ملک کی شکایت پر ایسے ملزموں کو خود مقامی حکومت نگرانی میں لے کر مزید سازشوں سے روک دیگی۔

چونکہ بحری ڈاکہ زنی کو انسانیت کے خلاف جرم تسلیم کر لیا گیا ہے اس لئے غیر ممالک کے بحری ڈاکوؤں کو بھی کوئی حکومت گرفتار کر کے سزائے موت دے سکتی ہے۔ کسی حربی کا کوئی سرکاری فعل بحری ڈاکہ زنی نہیں ہے اسی طرح کسی برسر جنگ مملکت کا اپنی رعایا کو غنیم پر بحری چھاپہ مارنے کی اجازت دینا جسے نیم سرکاری بحری ڈاکہ (پرایویٹ تیرنگ) کہتے ہیں اور جس کی اب معاہدات کے ذریعے عام ممانعت ہوگئی ہے ـــــ بحری ڈاکہ نہیں ہے۔

بعض استثنا

۵۹۵ قانون بین الممالک کے لحاظ سے کسی مملکت کو اپنے حدود اختیار سماعت میں بھی بعض اجنبیوں پر عدالتی مقدمہ چلانے کا اقتدار حاصل نہیں ہوتا۔

۱۔ سب سے پہلے غیر ممالک کے حکمران اور ان کا ہمراہی عملہ ہے جن پر دیوانی یا فوجداری کوئی مقدمہ مقامی عدالت میں نہیں چلایا جا سکتا۔ غیر ملکی حکمران جو کہیں مہمان ہو اپنے مسکن میں مقامی حکومت کے لئے کوئی مضر کام کرے یا مفسدوں کو پناہ دے تو زیادہ سے زیادہ اس حکمران کو ملک بدر کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر کسی طرح کا مقدمہ چلا کر سزا نہیں دی جا سکتی۔ مہمان حکمران اپنے عملے کو اثنائے سفر میں کوئی عدالتی سزا نہیں دے سکتا۔ ان پر مقدمہ چلانے کے لئے ان کے وطن کو بھیجنا ضروری ہے[1]۔ کوئی حکمران گمنام سفر کرے تو اسے یہ حقوق حاصل نہیں رہتے گو وہ ہر وقت اپنے آپ کو نمایاں کر کے اس وقت سے ان حقوق کو حاصل کر سکتا ہے[2]۔ اگر کوئی شخص کسی ملک کا حکمران ہو اور دوسری جگہ کا رعیت تو اس خاص ملک میں جہاں کی وہ رعیت ہو، اسے یہ حقوق نہیں ہوں گے۔ اس کی ایک مثال سلطان مکلا ہیں جو حیدرآباد کی موروثی اور پشتینی رعیت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ڈیوک آف البنی سا کس کو بورگ گوتھا کی ریاست کا حکمران اور انگلستان کی رعیت تھا[2]۔

میکل بنام سلطان آف جوہور کی مشہور انگریزی نظیر[3] سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خارجہ تعلقات سے محروم حکمران گمنام رہنے کے باوجود اقرار ازدواج جیسے شخصی فعل کی بنا پر بھی مقدمہ چلایا نہیں جا سکتا۔ امریکا کی نظیروں[4] نے

---

[1] لارنس ص ۲۲۳ [2] لارنس ص ۲۲۲ [3] دیکھئے اوپر ف ۲۳

[4] اسکاٹ کی کتاب کیسیس آن انٹرنیشنل لا صفحہ ۲۸۵ حوالہ ۸ مقدمہ نائن بنام ورجینیا

وفاقی ریاستوں کی جائداد کو اسی وفاق کے دوسرے اجزا میں اسی اصول کے تحت ضبط ہو سکنے سے محفوظ کر دیا ہے۔

۲۔ دوسرے سفارتی کارندے یعنی سفیر اس کی بیوی، بچوں اور ہمراہی ملازمین اور دستہ کاری عملے کو بھی یہی حقوق حاصل ہوتے ہیں (دیکھئے ویانا ۱۹۶۱)

۳۔ غیر ملک کی سرکاری فوجیں بھی حالت امن میں مقامی عدالت کے اختیار سماعت سے باہر ہوتی ہیں مگر فوجیں صرف اجازت لے کر ہی آسکتی ہیں، خواہ اجازت پیشگی اور ہمیشہ کے لئے ہو، یا عارضی ایک بار کے لئے۔ حالت جنگ سے یہاں بحث نہیں ہے۔ سرکاری جہازوں اور طیاروں کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی مقامی ملزم کسی غیر ملکی جنگی جہاز میں سوار ہو جائے تو مقامی پولیس اسے گرفتار نہیں کر سکتی۔ ملزم کی حوالگی کا مطالبہ سفارتی ذرائع سے ہونا چاہیئے اور اگر جرم سیاسی ہو تو حوالگی عمل میں نہیں آتی بلکہ اسے پناہ دی جاتی ہے بے شبہہ سیاسی ملزم کو بھاگ نکلنے میں مدد دینے یا اپنی پناہ پیش کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر ایسا کوئی شخص غیر ملکی جنگی جہاز کے پاس پہنچ کر پناہ طلب کرے تو اس سے انکار نہیں کیا جاتا۔

۴۔ خاص خاص ممالک میں مستامن مقامی حکومت کی عام عدالتوں کے اختیار سماعت سے باہر رہ سکتے ہیں۔ اوپر اسلامی قانون کا ذکر آچکا ہے قدیم سے اسلامی ملکوں میں غیر ملکی مستامنوں کو بطور رعایت اپنے ہم مذہبوں کی عدالت میں رجوع ہونے کی اجازت رہی ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم تیسری صدی ہجری اور اس کے بعد کے زمانے میں مسلمانوں کو

ebooks.i360.pk

بھی چین، ملیبار، ترکستان وغیرہ میں عدالتی علاحدگی حاصل تھی اور نہ صرف مقامی مسلمان باشندے بلکہ سیاح اور مسافر بھی دیوانی اور فوجداری معاملات میں اس عدالت مسلمانان میں رجوع ہوتے تھے۔ چین میں تو مسلمان کا فیصلہ مسلمان قاضی ہی کیا کرتا تھا خواہ مدعی مقامی چینی غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے قاضی کو بعض ممالک میں ہنرمن بھی کہتے تھے۔ [۵۱]

سلطان صلاح الدین نے مغرب اقصیٰ کی اسلامی ریاست کے مسلمان باشندوں کو بھی قومی عدالت کا حق دیدیا تھا جیسا کہ ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں بیان کیا ہے۔ [۵۲]

اہل یورپ کو بھی اسلامی ممالک میں خاص کر مصر اور استانبول کے تجارتی مرکزوں میں اسی طرح کی رعایتیں قدیم سے دی جاتی رہی ہیں۔ اور قونصلوں (شہبندروں) کو عدالتی اقتدارات برتنے کی اجازت دی جاتی رہی لیکن جب ان سے بے جا فائدہ اٹھایا جانے لگا اور مقامی باشندوں کو نہ صرف معاشی بلکہ بڑا سیاسی نقصان پہنچنے لگا تو ان مراعات خصوصی کو

---

[۵۱] عجائب الہند مولفہ بزرگ بن شہریار ص ۲ تا ۹۱ نیز ص ۱۴۳۔ مروج الذہب مولفہ مسعودی ج ۲ ص ۸۶۔ عرب و ہند کے تعلقات مولفہ سلیمان ندوی ص ۲۷۸ تا ۲۹۷۔ سلسلۃ التواریخ مطبوعہ پاریس ص ۱۳۔ جغرافیہ ابن حوقل ص ۲۲۷ تا ۲۸۱۔ تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین (تاریخ ملیبار) مولفہ زین الدین المعبری مطبوعہ لزبن ص ۳۵ تا ۳۶۔

[۵۲] گب میموریل میں شائع شدہ ص ۵۲

ebooks.i360.pk

منسوخ کرنے کی کوشش ہونے لگی۔ سب سے پہلے جاپان نے ۱۸۹۹ء[۱] میں اس سے گلو خلاصی کرائی۔ ترکوں نے جنگ عظیم کے آغاز پر اس کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا جسے ۱۹۲۳ء کے معاہدۂ لوزان میں متعلقہ ممالک نے بھی تسلیم کر لیا۔ ۱۹۲۸ء میں ایران کو بھی آزادی مل گئی۔ حبشہ میں بھی اب یہ مراعات باقی تھے[۲] مگر اب اس کی فتح سے ان کا خاتمہ خود بخود ہو گیا۔ مصر میں مخلوط عدالتوں کو اختیارات دئے گئے ہیں لیکن اب ان کے بھی ۱۹۳۶ء کے انگریزی معاہدے کے باعث جلد ختم ہو جانے کے آثار ہیں۔ مسقط اور بحرین وغیرہ بعض ممالک میں صرف انگریزوں کو یہ خصوصی مراعات حاصل ہیں۔ اور مسقط سے یہ معاہدہ ہے کہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے باشندوں کے مقدمے بھی انگریزوں کی طرح انگریزی قونصل کے سامنے پیش ہوں گے[۳]

حیدرآباد میں قاعدہ یہ ہے کہ "رعیت برطانیا اہل یورپ" کے لئے حیدرآباد کا کوئی انگریزی ملازم حکومت انگریزی کے مشورے سے اس کام کے لئے نامزد کیا جاتا ہے لیکن اگر معاملہ تصحیح یا مرافعے کے لئے عدالت العالیہ کو آتا ہے تو پھر وہ معمولی حکام عدالت کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ نیز ملازمین سرکاری ان مراعات سے خارج ہیں۔[۴]

۹۶۔ اس کے علاوہ عام طور پر دوستدار ممالک میں تحویل ملزمین کے

---

[۱] اوپن ہائم جلد صفحہ ۵۵۴ تا ۵۶ مع حوالجات

[۲] پانکر انڈین اسٹیٹس اینڈ دی گورنمنٹ آف انڈیا) صفحہ ۱۹ تا ۹۱

[۳] ضابطہ فوجداری حیدرآباد باب ۲۸

ebooks.i360.pk

کے معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ تیرہ صدی قبل مسیح مصر نے جو معاہدہ کیا تھا اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ حالیہ زمانے میں جو معاہدے ہوئے ہیں ان میں عموماً تین باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے:۔

۱۔ بادی النظر اور سرسری تحقیقات میں جرم ثابت ہو۔

۲۔ جس خاص الزام کے تحت تحویل عمل میں آئی ہو اس کے سوائے کسی اور الزام کے تحت تحقیقات عمل میں نہیں آئے گی۔

۳۔ الزام کسی سیاسی جرم کے متعلق نہ ہو۔

اس قسم کے معاہدات کا منشا چوری، قتل وغیرہ کے مقدموں میں ملزمین کو جن سے کسی مہذب اور امن پسند حکومت کو ہمدردی نہیں ہو سکتی کیفر کردار تک پہنچانا ہوتا ہے۔ سیاسی جرم کو عام جرائم سے ممتاز کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں نیت ذاتی فائدے کی نہیں بلکہ ملک کی عام بھلائی کی ہوتی ہے۔

ebooks.i360.pk

مساوات

واقعہ صلحنامہ ویسٹ فالیا سے پیشتر پیثاق مجلس اقوام تک یہ برابر تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ قانون بین الممالک کا اصل اصول خود مختار سلطنتوں کی باہمی مساوات ہے۔ اس سے مراد قوت اور اثر میں نہیں بلکہ مرتبے اور قانونی حقوق میں برابری ہے۔ گو بھیڑیے اور بھیڑ کے بچے میں ندی پر پانی پیتے وقت جو واقعہ پیش آیا، اس کی مماثل بہانہ سازیاں بدقسمتی سے اشرف المخلوقات میں کبھی کچھ کم نہیں رہی ہیں۔

لیکن جس طرح کسی علمی یا سماجی جلسے میں چند ہی نمائندے پیش پیش رہتے ہیں اور باقی کسی نہ کسی رہنما کے پیچھے چلتے ہیں، اسی طرح سلطنتوں کے سماج میں بھی چند با اثر مملکتیں ہوتی ہیں۔ اور چھوٹے اور کمزور ملک بہت سی باتوں میں کسی نہ کسی جتھے میں شریک ہو جاتے ہیں اور بڑی سلطنتوں کے اشاروں پر چلتے ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ رائے یا مفاد کی یکسانی کے باعث کسی کا ساتھ دینا اور بات ہے، اور مخالفت نہ کر سکنا اور ہے۔ اگرچہ کوئی ذمہ دار شخص کہنا نہیں چاہتا لیکن واقعہ تو یہی ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جب تک

ebooks.i360.pk

اخلاقی قوتوں کو فتح ہو کر حکومتیں خود ہی ظلم و زبردستی چھوڑ نہ دیں، یا کسی مرکزی قوت، مثلاً مجلس اقوام کا ڈر ان کو راست روی پر مجبور کیا ہوا نہ رکھے، اس وقت تک یہ ممکن نہیں کہ آندھی کے بہاؤ کے رُخ کا تنکا ساتھ نہ دے۔

نپولین کی واٹرلو میں شکست کے بعد یورپ میں نئی جتھا بندی شروع ہونے لگی۔ اور انگلستان، فرانس، آسٹریا، پروشیا (جو بعد میں بزرگ جرمنی میں ضم ہو گیا) اور روس، یورپ کی کشتی کی ناخدائی کیا کرنے لگے کہ دنیا سے اپنی مرضی منوانے لگے۔ بعد میں اٹلی کی قوت نے اس کو بھی اس زمرے میں جگہ دلا دی۔ جنگ عظیم کے بعد آسٹریا کا تو خاتمہ ہو گیا لیکن امریکا اور جاپان کے اثرات نے عالمگیر سیاست میں بڑی اہمیت اختیار کر لی ہے۔ گو ان میں بھی پھوٹ اور جتھا بندی ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ چھے ملک کوئی بات منظور کر لیں تو وہ تمام دنیا کی منظوری کے مماثل ہو جاتا ہے۔

مقولۂ منرو کی بھی یہی توجیہ ہو سکتی ہے۔ نہ صرف امریکا کی خود مختار ریاستوں میں بلکہ دنیا کی اور سلطنتوں میں بھی اتنی ہمت نہیں ہے کہ ممالک متحدہ امریکا سے لڑائی مول لیں۔ جاپان نے میکسیکو (جنوبی امریکا) میں کچھ زمین پٹے پر لینی چاہی لیکن صرف ممالک متحدہ امریکا کی مخالفت سے کام بن نہ سکا حالانکہ پٹہ دہندہ اور پٹہ دار دونوں راضی تھے۔ اسی طرح فی الحال یہ ممکن نہیں کہ کوئی ملک چین میں جاپان کے مفاد کے خلاف کچھ دخل دے سکے۔

۱۸۸۹ء سے "اتحادِ امریکا" کی باضابطہ اور سرکاری کوشش مسلسل جاری ہے فرانس کے وزیر خارجہ موسیو بریاں نے "اتحادِ یورپ" کی قدیم

تجویز کو حال ہی میں پھر تازہ کیا تھا۔ اسلامی اور عرب ممالک کا اتحاد ایک جدید ترین تحریک ہے جو[عہ] جارحانہ سے زیادہ دافعانہ مقاصد پیش نظر رکھتی ہے۔

ف ۹۳ بہرحال بڑی سلطنتوں کی رائے اور منشاء کا چھوٹی اور مفاد دار سلطنتیں بہت کچھ لحاظ کرتی ہیں۔ لیکن جائداد، عدالتی اقتدار اور سفارتی تعلقات کے حقوق اور فرائض کی حد تک سب خود مختار ممالک مساوی سمجھے جاتے ہیں، اگرچہ خارجی تعلقات یا معاہدات کی حد تک ہمسایہ بڑے ممالک کے منشا کا لحاظ ذاتی اغراض و مفاد کے باعث رکھا جاتا ہے۔ اس مساوات کا سب سے نمایاں مظاہرہ استقبالی مراسم میں ہوتا ہے۔ مثلاً توپوں کا چلنا، اعزازی محافظ دستے کا پیش کیا جانا وغیرہ۔ مساوات بعض وقت ناممکن ہوتی ہے مثلاً معاہدے پر پہلے دستخط کرنا یا جلسے میں پہلے بیٹھنا۔ ایسی صورتوں میں ملکوں کے ناموں میں حروف تہجی کا لحاظ رکھ کر یا کسی اور طور سے مشکل کو حل کیا جاتا ہے۔ کسی ملک کا جنگی جہاز کسی غیر ملک کے ساحلی قلعے یا بندرگاہ کے پاس سے گزرے تو جنگی جہاز پہلے سلامی دیتا ہے پھر خشکی سے اس کا مساوی جواب دیا جاتا ہے۔ البتہ اگر جہاز میں حکمران یا سفیر موجود ہو تو پہلے جہاز کو سلام کیا جاتا ہے۔ دو مختلف ملکوں کے جہازوں کی مڈبھیڑ ہو تو جس جہاز کا کمانڈنگ افسر چھوٹا عہدہ رکھتا ہو وہ پہلے سلامی دیتا ہے۔ تجارتی جہاز جنگی جہاز کو پہلے سلامی

عہ ڈوبوا نے اتحاد ممالک نصرانیہ کی تحریک ۱۳۰۵ء میں پیش کی تھی اور سلی کی تحریک اتحاد یورپ کے متعلق ۱۶۰۳ء میں پیش ہوئی تھی۔ تفصیلوں کے لئے دیکھئے اوپن ہائم جلد ۱ صفحہ ۶۵ تا ۶۶

ebooks.i360.pk

دیتا ہے۔

بین الممالک سلامی اکیس (۲۱) گولوں سے زیادہ کی نہیں ہوتی اور سلام کا جواب مساوی دینا ہوتا ہے۔ کسی ملک میں شاہی استقبال پر زیادہ توپیں چلتی ہیں۔

ebooks.i360.pk

سفارتی تعلقات

۶۳ انسانوں کی احتیاج باہمی شروع ہی سے رہی ہے [illegible] انسانی ضرورتیں اور ذرائع برابر بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ چونکہ قدرتی خزانے ہر جگہ یکساں نہیں ہیں اس کا ناگزیر نتیجہ خود مختار سیاسی وحدتوں کا روز افزوں [illegible] باہمی استفادہ ہے۔

ایلچیوں کا بھیجنا تمدن انسانی میں بڑی قدیم چیز ہے [illegible] حال حال تک سفارتیں صرف خاص اغراض کے لئے بھیجی جاتی تھیں [illegible] رسول اور نبی جو انسانوں کے لئے خدا کے پیغام رساں ہو کر آئے [illegible] مستقل سفارت تھی۔) یہ سرکاری اور علانیہ سفارتوں کا ذکر ہے [illegible] قدیم ہیں اور قریب قریب ہر ملک میں نظر آتے ہیں۔

۶۴ تاریخ سفارت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے [illegible] باہمی احتیاج زیادہ تھی وہاں نہ صرف معاشی بلکہ [illegible] سیاسی ضرورتوں سے جلد جلد سفیروں کو بھیجنے کا رواج ہوا [illegible] میں سفیر کو تین سے چار مہینے تک مرسل الیہ کے پاس ٹھیرنا [illegible] مدت میں برابر اضافہ ہی ہوتا گیا۔ (ہندوستان [illegible] ہاں انگریزی اور دوسرے سفیروں کو دو دو سال ٹھیرنا [illegible]

اور سیاسی اہمیت کے باعث عیسائی یورپ کے ہر حصے سے اسکے پاس بھی اظہار اطاعت کی سفارتیں آیا کرتی تھیں، اور پوپ کے نمائندے بھی عیسائی بادشاہوں کے ہاں متعین ہوا کرتے تھے۔ چودھویں صدی سے اٹلی میں مستقل سفارتوں کی شکل نظر آنے لگتی ہے۔ اور پندرھویں صدی میں فرانس کے لوئی یازدہم (شہنشاہ ۱۴۶۱ء تا ۱۴۸۳ء) نے اس کو زیادہ عام کیا۔ اور سولھویں صدی سے یہ ناگزیر ادارہ بن گئیں۔

۶۵ ادھر مشرق میں گیارھویں صدی کے اواخر سے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے بغداد کے نمائندے "دارالسلطنت" مسلمان حکمرانوں کے ہاں اور ان کے نمائندے دربار خلافت میں مستقل طور سے متعین رہتے ہیں اور اپنے بھیجنے والے کے مفاد کی نگرانی کرتے ہیں۔[۱] یہ سفارتیں اس وقت تک ملکی نہیں بلکہ شخصی تھیں یعنی حکمران کا لحاظ تھا اُس کی وفات پر نیا حکمران تجدید کرتا تھا۔ سفارت مملکت کی طرف سے نہیں ہوتی تھی یہی حال یورپ میں بھی رہا۔

۶۶ یورپ میں اٹلی اور خاص کر وینیس اور فلورنس اپنے تجارتی تعلقات کے باعث خارجہ معاہدات اور سفارتوں میں سب سے پیش پیش رہے ہیں اور ان کے سفیروں میں دانتے اور ماکیاویلی جیسے نام بھی ملتے ہیں۔ جب ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کر لیا، اور ترکی سیلاب سے سارا یورپ گھبرانے لگا تو پروفیسر نیس (ص ۳۰۶) کے مطابق یورپ میں آپس کے

---

[۱] امیر علی، باب "خلافت عباسیہ پر نظر بازگشت"

ebooks.i360.pk

جھگڑے چھوڑ کر امداد باہمی کی بڑی ترغیب ہو گئی۔ تجارتی تعلقات کے سلسلے میں وینیس کے نمائندے آستانبول بھی پہنچے اور وہاں سرکاری حفاظت میں شہبندر (قونصل) کے فرائض انجام دینے لگے۔ وزارت ہائے امور خارجہ کے قیام کے بعد ہی مستقل سفارتیں عام ہوتی چلی گئیں اور سولھویں صدی مسیحی کے شروع ہی میں یورپ میں ان کا کافی رواج نظر آتا ہے۔ مگر ان مستقل سفارتوں کے باوجود غیر معمولی نمائندے وقتاً فوقتاً بھیجے جاتے رہے ہیں۔

۶۷ ابتداءً غیر ممالک کے نمائندے ایک ہی قسم کے ہوتے تھے اور ان کو سفیر (امباسیڈر) کہا جاتا تھا جو اپنے ملک کے بادشاہ کی ذات اور معاملات کی نمائندگی کرتے تھے۔ پھر مختلف وجوہات سے اور فرائض کے اختلاف کے لحاظ سے کئی قسم کے غیر ملکی سرکاری نمائندے ہونے لگے۔ ان کے ناموں اور کاموں میں انیسویں صدی کی ابتدا تک مختلف ممالک میں بڑا التباس رہا۔ اس کی الجھن کو چھوڑ کر موجودہ تقسیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خود مختار ممالک میں بہ لحاظ درجہ چار قسم کے سفارتی نمائندے ہوتے ہیں:۔

۱۔ سفیر جو اپنے ملک کے حکمران کی ذات اور معاملات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

۲۔ فرستادۂ سیاسی (ایلچی)، وکیلِ مختار کل (منسٹر پلینی پوٹن ٹیری) یا دیگر کار ندۂ خارجہ جو کسی ملک کے حکمران کے دربار میں متعین کیے جاتے ہیں۔

۳۔ وکیلِ مقیم (منسٹر ریزیڈنٹ) جو حکمران کے پاس متعین ہوتے ہیں

ebooks.i360.pk

۴۔ نگرانِ خارجہ (شارژے دافیر) جو کسی غیر ملک کے وزیر خارجہ کے پاس متعین کیے جاتے ہیں۔) یہ اپنا خریطۂ تقرر حکمرانِ ملک کے [illegible] پیش نہیں کرتے۔

[illegible] بڑے ممالک بڑے ملکوں میں مقرر کرتے ہیں۔ یورپ میں [illegible] نہ بھیجیں تو امریکا کو حقیر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ امتیاز باقی نہیں رہا۔ [illegible] ممالک میں یورپ کے نمایندوں کو ——— جنہیں [illegible] کمشنر کا نام دیا جاتا ہے ——— سفیروں کے برابر سمجھے [illegible] اور وہ بھی قصرِ فاتیکان میں اپنے سفیر بھیجتے ہیں۔

[illegible] مختار سلطنتوں کی باہمی سفارت کا ذکر تھا۔ جزءً مختار ممالک [illegible] ممالک جو نمایندے بھیجتی ہے، وہ عموماً مندوب اعلا [illegible] کہلاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء کی آزادی کے بعد مصر میں انگریزی [illegible] متعین کیا گیا تھا ——— اب وہاں سفیر مقرر ہے۔ اسی طرح عراق اور [illegible] ممالک میں دورانِ انتداب میں ہائی کمشنر مقرر رہے [illegible] کا نمایندہ لندن میں اسی نام سے موسوم ہے اور جنوبی افریقا میں [illegible] کا کارندۂ سیاسی (ایجنٹ) کا نام رکھتا ہے۔

[illegible] ممالک میں جنہیں خارجہ تعلقات کی اجازت نہ ہو حامی [illegible] کے نمایندے عموماً مقیم سیاسی (رزیڈنٹ) یا مقیم عام (رزیڈنٹ جنرل) [illegible] ہندوستان کی بڑی ریاستوں میں انگریزی رزیڈنٹ مقرر ہیں [illegible] آباد کا شمار جزءً مختار ممالک میں ہوتا ہے۔ سلطان مراکش

ebooks.i360.pk

اور بائی تونس کے حضور میں فرانسیسی "مقیم عام" ہوتا ہے۔

ف۷ سفیروں کو نامزد کرکے ہمیشہ اس ملک کی منظوری لے لی جاتی ہے جہاں انہیں جانا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر مملکت دنیا کی ہر مملکت میں سفارت جیسا خرچیلا دفتر قائم کرے۔ بعض وقت کئی ملک مل کر اپنا مشترکہ سیاسی نمائندہ مقرر کر دیتے ہیں اور بعض وقت جب تعلقات کی کشیدگی کے باعث سفارتی تعلقات توڑ لئے جاتے ہیں تو کسی دوستدار ملک کے سفیر کو اپنے معاملات کی نگرانی بھی سونپ دیتے ہیں۔

ف۸ تعلقات منقطع کرکے سیاسی نمائندے کو واپس بلا لینا عموماً سخت کشیدگی یا جنگ کے موقع پر ہوتا ہے۔ لیکن دوستی کے باوجود بھی معقول وجوہات پر کسی ملک کے کسی شخص کو بطور سفیر قبول کرنے سے انکار کیا جا سکتا ہے یا واپس بلانے کے لئے کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً چارلس اول کے سفیر ڈیوک آف بکنگھم کے باردوم فرانس بھیجے جانے پر اس بنا پر اعتراض کیا گیا تھا کہ اس نے سابقہ موقع پر ملکۂ فرانس سے عشق بازی کی تھی[ع۱] اسی طرح کسی شخص کے خیالات کا کسی ملک کے خلاف ہونا مشہور ہو تو بھی اس کے تقرر کو نامنظور کیا جا سکتا ہے

اسی طرح اگر مجوزہ نمائندہ سیاسی اگر مرسل الیہ ملک کا باشندہ ہو تو یہ بھی معقول عذر ہے لیکن اگر ابتداءً اعتراض نہیں کیا گیا، تو بعد میں اعتراض قبول نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب مسٹر ہالیڈے مکارٹنے چینی سفارت کے معتمد کی

ع۱ لارنس صفحہ ۲۷۵ بحوالہ گارڈنر

ebooks.i360.pk

حیثیت سے لندن آیا تھا اور ۱۹۰۸ء میں اس کو سفارت کے بعض حقوق سے انگریز ہونے کی بنا پر محروم کرنے کی کوشش ہوئی تو یہی عذر کیا گیا کہ تقرر کے وقت اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔[۵] حیدرآباد میں مسٹر (حال سر) ریجنالڈ گلانسی کو رزیڈنٹ مقرر کرنا چاہا گیا تو جلالت مآب حضور نظام نے یہ اعتراض کیا کہ وہ پہلے حیدرآباد کی ملازمت میں رہ چکے ہیں۔ پسندیدہ شخص بعد میں سفارتی فرائض اور وقار کے خلاف کام کرے تو اس کی واپسی کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۲) نمائندہ سیاسی کو اپنے ملک کی حکومت سے منزل مقصود کو روانہ ہوتے وقت متعدد دستاویزیں دی جاتی ہیں:۔

۱۔ خریطۂ تقرر جس میں نام و اغراض کے علاوہ مرسل الیہ سے مناسب برتاؤ کی استدعا ہوتی ہے۔ سفیر اور وکیل کی صورت میں حکمران ملک کے دستخط اور حکمران ملک کا پتہ لکھا جاتا ہے۔ نگران کی صورت میں وزیر خارجہ کی طرف سے مرسل الیہ کے وزیر خارجہ کو لکھت ہوتی ہے۔

۲۔ ان سیاسی نمائندوں کو دستاویز اختیارات دی جاتی ہے، اگر انھیں کسی کانفرنس میں صلح یا معاہدہ کرنے کے لئے شریک ہونا ہو۔

۳۔ حالت امن میں معمولی پاسپورٹ اور حالت جنگ میں غنیم کے ملک کو جاتے وقت وہاں کی حکومت کا امن نامہ بھی دیا جاتا ہے۔

---

[۵] لارنس ص ۲۷۹

ebooks.i360.pk

۴۔ بعض وقت زبانی لیکن عموماً تحریری ہدایات بھی دئے جاتے ہیں جو اپنی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی کو دکھائے نہیں جاتے۔ اب اکثر اہم معاملوں میں گھر کی حکومت سے ٹیلیفون، تار یا خط پر مشورہ بھی ہوتا رہتا ہے اور بعض وقت سیاسی نمائندے کسی چیز کو "بشرط استصواب" بھی قبول کر لیتے ہیں۔

ف ۴۳۔ سیاسی نمائندہ منزلِ مقصود کو پہنچ کر وہاں کے وزیر خارجہ کو اپنے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ سفیر کو حکمران ملک دربار عام میں باریاب کر کے خریطۂ تقرر وصول کرتا ہے۔ وکیل کو دربار خاص میں نگران کو صرف وزیر خارجہ کے پاس باریاب ہو کر تقرر نامہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ اور ہر صورت میں بہی خواہی اور خوش آمدید کی رسمی تقریریں ہوتی ہیں۔

ف ۴۴۔ سیاسی نمائندے کو گھر سے چلتے ہی بہت سے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور غیر ملک کے جہاز پر بھی اگر وہ سفر کرے تو وہ اپنے ملک کا جھنڈا لہرا تا ہے۔ خاص خاص مراعات جو مقامی ہوتے ہیں، خریطۂ درباری کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

ف ۴۵۔ واپسی کے وقت بھی "خریطۂ بازطلبی" کے لئے حکمران یا وزیر خارجہ جیسی کہ صورت ہو، سیاسی نمائندے کو باریاب کرتے ہیں اور سفیروں کو چلتے وقت انعام و اکرام دینا اب چھوٹ گیا ہے۔

ف ۴۶۔ کسی شخص کی حیثیت نمائندگی مختلف طور سے ختم ہو سکتی ہے۔ مرسل اور مرسل الیہ میں جنگ چھڑ جائے تو سفارتی تعلقات توڑ کر دفتر اور عملہ واپس منگا لیا جاتا ہے۔ سفیر کی وفات اور بازطلبی کے علاوہ اس کے منصرم ہونے

ebooks.i360.pk

کی صورت میں اصل اور مستقل افسر کے آجانے پر نیز اگر سفارت کسی عرصے یا غرض کے لیے معین ہو تو وقت گزر جانے اور کام ختم ہو جانے پر بھی کسی شخص کی نمائندگی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اور وہ عموماً اپنے ملک کو واپس ہو جاتا ہے۔

مرسل یا مرسل الیہ اگر کوئی بادشاہ ہو تو اس کی وفات پر تقرر نامے کی تجدید عمل میں آتی ہے۔ صدارت جمہوریہ کی صورت میں مرسل اور مرسل الیہ کے عوض حکومتوں کے نام ہوتے ہیں۔ اس لیے نئے انتخاب صدر پر تقرر نامے کی تجدید کی ضرورت نہیں۔

۵۸۷ سیاسی نمائندوں کو اور ان کے متعلقین کو شخصی و مالی دونوں مراعات حاصل ہوتے ہیں متعلقین میں بیوی، بچے، عملۂ دفتر، مذہبی افسر (امام یا پادری)، نامہ بر وغیرہ شامل ہیں اور عموماً سفارت خانے سے وقتاً بوقتاً مقامی حکومت کو ایسے لوگوں کی مکمل فہرستیں بھیجی جاتی ہیں۔ اور عموماً سفارت خانے میں مقامی اشخاص بھی غیر اہم عہدوں پر ضرور ملازم رکھے جاتے ہیں۔ انھیں بھی دوران ملازمت سفارت میں مراعات حاصل رہتے ہیں۔

۵۸۸ شخصی مراعات کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقامی عدالت کے اختیار سماعت سے باہر ہوتے ہیں۔ ماتحت ملازمین پر دیوانی نالش ہوئی ہو تو افسر سفارت عموماً اجازت دیتا ہے۔ فوجداری جرم اگر سفارت خانے کے باہر اور ادنا ملازم کریں تو بعض وقت ان کو فوراً برطرف کر کے سفیر اُن کو مراعات سے محروم اور مقامی عدالتی اقتدار سماعت میں دیدیتا ہے۔ اور بعض وقت بلا برطرفی، مقامی

ebooks.i360.pk

پولس کے سپرد کر کے مقدمہ چلانے کی اجازت دیدیتا ہے۔ ایسی صورتوں میں عموماً گھر کی حکومت سے استصواب کر لیا جاتا ہے بعض دوسری حالتوں میں خطا کار مقدمہ چلانے کے لئے وطن بھیج دیا جاتا ہے۔

شخصی آزادی میں یہ بھی شامل ہے کہ سفارت گاہ میں نمائندۂ سیاسی کو مذہبی عبادت کی مکمل آزادی ہوتی ہے۔ البتہ اہل ملک کو شرکت عام کی اطلاع کی غرض سے گھنٹے وغیرہ بجانے کی اجازت نہ ہوگی، اگر قانون ملک کی رُو سے اس طرح کی عبادت ممنوع ہو۔ عہد نبوی میں نجران کے عیسائی وفد کو مدینے میں خود مسجد نبوی کے اندر اپنی عبادت بجالانے کی اجازت دی گئی تھی۔ [1]

فـ۷۹ مالی آزادی میں سب سے پہلے اس کا امکن ہے جس میں مقامی حکومت کے عہدہ دار گھسنے کے مجاز نہیں۔ گو سخت کشیدہ تعلقات کی صورت میں تلاشی اور کاغذات وغیرہ کی ضبطی کے لئے اس آزادی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ اسی طرح سفارت گاہ کی عمارت پر محکمۂ بلدیہ وغیرہ کو کوئی محصول نہیں دئے جاتے۔ گو شرافت کا یہ تقاضا سمجھا جاتا ہے کہ برقی روشنی، گاس، پانی وغیرہ کے بل ادا کئے جائیں جس طرح بازار سے کچھ خریدنے پر ــــــ لیکن ان تمام صورتوں میں عدم ادائی پر متضرر کوئی قانونی چارہ کار اختیار نہیں کرسکتا۔ سفارت خانے کا اسباب بھی مراعات سے مستفید ہوتا ہے۔

فـ۸۰ علاوہ ان چار قسم کے سیاسی نمائندوں کے جن کا اب تک ذکر

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صـ۴۰۲ طبقات ابن سعد جلد اول حصہ دوم صـ۵۵

ebooks.i360.pk

ہوتا رہا، مجلس اقوام کی شرکت کے لئے جانے والے نمائندوں اور ہیگ کی "مستقل بین الممالک عدالت" کے ججوں کو بھی اب معاہدات کے باعث وہی مراعات دئے جاتے ہیں، جن کا اوپر ذکر ہوا۔

قونصل

۱۸۔ تجارتی نمائندے جو شہبندر (قونصل) کہلاتے ہیں نسبتاً کم مراعات پاتے ہیں۔ وہ اپنے مسکن پر اپنی حکومت کا جھنڈا اور مونوگرام نمایاں کر سکتے ہیں۔ مسکن پر محاصل بلدیہ وغیرہ نہیں دیتے۔ لیکن وہ کسی ملزم کو پناہ نہیں دے سکتے اور مقامی حکومت کے مطالبے کی صورت میں پناہ گزیں کی حوالگی پر مجبور ہیں۔ بعض وقت قونصل مرسل الیہ ہی کی رعایا ہوتا ہے۔ مثلاً جنگ عظیم تک مدراس میں ترکی قونصل ایک مدراسی مسلمان ہی تھا۔

ممکن ہے کہ کسی نگران سیاسی ہی کو قونصل بھی بنایا جائے۔ ایسی صورت میں پھر اُسے جملہ سفارتی مراعات حاصل رہیں گے۔ وسطی اور جنوبی امریکا کی جمہوریتوں میں زیادہ تر اسی کا رواج ہے۔

۱۹۔ سفارتی تعلقات کا ایک بڑا منشا معاہدات کا طے کرنا ہوتا ہے۔ معاہدے کرنے کا مجاز ہر مملکت کا وہ ادارہ ہوتا ہے، جس کی مرضی پورے ملک کے لئے پابندی عاید کرتی ہے۔ عملاً اس طرح کا ادارہ اپنا ایک بااختیار نمائندہ چنتا ہے۔ اور اس کا مرادضہ (یعنی عارضی راضی نامہ) توثیق کے لئے حکومت کے پاس آتا ہے۔ اس کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ گفت و شنید کرنے کے اختیارات ملک کے دو مختلف محکموں کو حاصل ہوتے ہیں، توثیق عموماً ملک کی پارلیمان

ebooks.i360.pk

کرتی ہے۔ اور مراوضہ وزارت خارجہ کی جانب سے عمل میں آتا ہے۔ اور یہ بارہا ہوا ہے کہ مراوضے کی توثیق نہیں کی گئی اور وہ کالعدم ہوگیا۔

معاہدہ توثیق پانے اور نافذ ہونے کے بعد بھی اس کے شرائط کے متعلق اکثر بحث ہوتی ہے اور بعض وقت ایک سے زاید زبانوں کے متن کو مساوی وقعت دینے سے بھی مشتبہ متعین کرتے میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ سنہ ۱۸۰۰ء کا معاہدۂ حیدرآباد و برطانیا فارسی اور انگریزی دونوں زبانوں میں ہے سنہ ۱۹۱۹ء کا معاہدۂ فرسائی انگریزی اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں ہے اس کے برخلاف یمن اور اٹلی کا معاہدہ مثلاً، عربی اور اطالوی دونوں زبانوں میں ہے، لیکن اختلاف کی صورت میں عربی متن کو مستند قرار دیا گیا ہے۔ تعبیر اور تاویل کے قواعد بنانا آسان نہیں ہے۔

معاہدوں کے متعلق عام اصول تو یہی ہے کہ اس کی شرطوں کی پوری پابندی ہونی چاہئے اور ان شرطوں میں فریقین کی منظوری کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو شرائط بزور کسی فریق سے منائے جاتے ہیں ان کے متعلق اکثر دیکھا گیا ہے کہ کمزور فریق کے اپنے سنبھالا لیتے ہی یکطرفہ اعلان کے ذریعے نظرانداز کردئے گئے۔ فریق ثانی میں اگر ہمت ہوتی ہے تو بدلہ لیتا اور نئے سر سے مجبور کرتا ہے ورنہ اپنا سا منہ لے کر چپ ہو رہتا ہے۔ صلح نامۂ فرسائی کی ہٹلری دور میں جو دھجیاں بکھری ہیں اس سے سب واقف ہیں۔ ایسی صورتوں میں دنیا کی رائے عامہ ایک حد تک فریق معاہدہ شکن سے ہمدردی محسوس کرتی ہے۔ لیکن وہ صورتیں بھی کم نہیں، جب محض طمع و آز کے تحت قوی

ebooks.i360.pk

سلطنت اپنے اقرار و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر کمزور کی کمزوری سے مزید فائدہ اٹھاتی ہے۔ ایسی صورت میں دنیا کی رائے عامہ معاہدہ شکن کو سرّاً یا جہراً لعنت ملامت کرتی ہے۔ لیکن :—

"جسے نصیحت کی نہ ہو پروا، اُسے کیا کہے کوئی"۔ ابھی دنیائے انسانی میں یہ ممکن نہیں ہوا کہ صریح ظلم و جبر کے خلاف بھی مل کر بپا اجمایا جائے، اور زبردست کو حق رسانی پر مجبور کیا جائے۔

یہاں میثاق مجلس اقوام کی دفعہ ۱۹ کی طرف بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی مجلس عام وقتاً فوقتاً اپنے ارکان کو اُن معاہدوں کی نظرثانی کا مشورہ دیگی جو ناقابل عمل ہو گئے ہوں، اور جن پر اصرار امن عالم کے لئے خطرہ ہو سکتا ہو — لیکن یہ دفعہ عملاً بیکار رہے، کیونکہ مجلس عام کے فیصلوں کا بہ اتفاق تمام ہونا ضروری ہے، ایک بھی اختلافی رائے اس کو بے اثر کر سکتی ہے اور جب فریقین معاہدہ میں تبدیلی پر اتفاق ہو تو پھر مجلس اقوام کی سفارش کی کوئی ضرورت نہیں۔ میثاق مجلس اقوام کی دفعہ ۱۸ کے لحاظ سے جو معاہدہ شائع نہ ہو اور مجلس اقوام میں رجسٹر نہ کرایا جائے وہ قابل پابندی نہیں ہوگا — یعنی اس کی تعمیل میں مجلس اقوام مدد نہیں دیگی۔ موجودہ بے بسی کے دور ہی میں نہیں، اس کے زور و شور اور بلند بانگ دعووں کے زمانے میں بھی جب اسی کے مقرر کردہ ایک غیر جانبدار کمیشن نے یہ رائے ظاہر کی کہ موصل ترکی کا جزو لاینفک ہے، تو مجلس اقوام نے اپنے جلسۂ عام

میں طے کیا کہ " لیکن وہ ایک انگریزی انتداب یعنی عراق کی حفاظت (منفعت ؟) کے لئے چونکہ ناگزیر ہے، اس لئے وہ ترکی کو نہ دیا جائے " ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؟

اور جس حبشہ کو اس نے "مدد" دی وہ کتنا کام آئی ؟

ebooks.i360.pk

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

دشمنوں سے نبٹنے کے لئے سدا تیار رہو

مخاصمانہ تعلقات

۸۳۔ قانون بین الممالک کا وہ جزء جس کی سب سے کم تعمیل ہوا کرتی ہے وہ یہی ہے۔ اس لئے مختصر طور سے صرف اس کے اہم خد و خال کا ذکر کیا جاتا ہے۔
دو خود مختار مملکتوں کے باہمی تعلقات ہمیشہ مسالمانہ اور دوستانہ نہیں رہتے ان میں جھگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن جھگڑوں کا تصفیہ اگر باہم گفت و شنید سے نہ ہو سکے تو بعض وقت قوت استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن ایسی ہر صورت جنگ نہیں ہوتی۔ چنانچہ نہ تو فریقین اپنے کو حربی قرار دیتے ہیں اور نہ دوسری مملکتوں کو غیر جانب دار کے فرائض اور بوجھ سے لادتے ہیں۔ سفارتی تعلقات برقرار رہتے ہیں اور غیر مقاتلوں کو حریف ملک سے تجارت بند کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔

۸۴۔ اس طرح کی پہلی صورت دھمکی اور دباؤ ہے جس میں کوئی ملک جنگی مظاہرہ کرتا ہے اور کبھی کبھی محدود علاقے میں کوئی جنگی فعل مثلاً بمباری بھی کرتا ہے۔

لیکن جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔

ف ۸۵ بعض وقت حریف کے تجارتی جہازوں کو اپنی بندرگاہ میں بند کر دیا جاتا ہے اور بعض وقت خود حریف کی ایک یا زائد بندرگاہوں کی ناکہ بندی کر کے آنا جانا روک دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۶ تا ۱۸۶۷ء میں جزیرہ اقریطش (کریٹ) میں بغاوت ہوئی تو ترکوں نے بجائے سزا دہی کے صرف بحری محاصرہ کر کے شورش کو دبا دیا تھا۔[1] اس کے برخلاف ۱۸۲۷ء میں جب یونان میں بغاوت ہوئی تو برطانیہ، فرانس اور روس نے یونان کا بحری محاصرہ کر لیا تاکہ ترکی فوج کو رسد اور کمک نہ آنے سے ترکی حکومت مجبور ہو کر ان کی ثالثی پر آمادہ ہو جائے۔[2] اس صورت میں محاصرین محض خدائی فوجدار تھے، ان کے فعل کو کوئی قانونی جواز حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض وقت کسی دباؤ اور جبر کا جواب مساوی درجہ کی کارروائی سے دے کر انتقام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے امریکا میں جاپانیوں کے توطن کی ممانعت ہو گئی تو جاپان نے بھی اسی طرح کے بلکہ اس سے سخت قانون اپنے ہاں نافذ کر دیے ہیں۔ محصول درآمد کی شرحیں ایسی صورت میں اکثر بڑھائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ سیاسی تعلقات کا انقطاع، معاہدوں کا التوا یا دباؤ کا کوئی اور ذریعہ بھی حسب ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔ معاشی دباؤ میں ضروریات زندگی کی برآمد کو روکنے کے علاوہ حال میں جرمنی نے اپنے باشندوں کا آسٹریا میں سیاحت

---

[1] ہالینڈ صفحہ ۱۳۵

[2] لارنس صفحہ ۳۱۶

ebooks.i360.pk

کے لئے جانا عملاً روک دیا تھا۔ اس سے آسٹریا کو بڑی آمدنی تھی۔

فقرہ ۱۶۷ مخاصمانہ تعلقات کی سب سے بڑی اور اہم صورت جنگ ہے۔ اس کی تعریف لارنس نے یہ کی ہے کہ دو یا زائد مملکتیں یا مملکات نما جماعتیں سرکاری فوجوں کی مدد سے اس نیت کے ساتھ مقابلہ کریں کہ اپنے باہمی پر امن تعلقات کو ختم کر کے مخاصمانہ تعلقات قایم کریں —— اس تعریف میں نیت اور مقابلے پر زور دیا گیا ہے اور خانگی افراد کو یہ حق نہیں ہے کہ دشمن پر بجبر مدافعت کے چھاپہ مارا کریں۔

اوپن ہائم کی تعریف یہ ہے کہ دو یا زیادہ مملکتوں میں مسلح فوجوں کے ذریعے مقابلہ جس میں ہر فریق اپنے حریف کو نیچا دکھا کر اس سے اپنی مرضی منوانے کی نیت رکھتا ہو۔

فقرہ ۱۶۸ پرانے زمانے میں جنگ اکثر بغیر کسی اعلان کے شروع کی جاتی تھی اور حریف پر انجان دھاوا بول کر نقصان پہنچایا جاتا تھا۔ اسلام نے سوا سزا اور انتقام کے اور صورتوں میں بلا اعلان جنگ کو سختی سے روکا ہے۔ جدید یورپی نظریہ یہ ہے کہ صریح اعلان جنگ یا مشروط نہائیہ (الٹی میٹم) پہنچنے کے بعد جنگ شروع کی جا سکتی ہے۔ اعلان تار پر بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ لیکن ضرورت ہوتی ہے کہ دیگر ممالک کو بھی فوراً آگاہ کیا جائے تاکہ غیر جانبداروں کے فرائض اور حقوق کا لحاظ کیا جا سکے۔

فوری اثرات اعلان جنگ | فقرہ ۱۶۹ جنگ کے چھڑتے ہی محاربی مملکتوں کی رعایا کے بین الاقوامی

ebooks.i360.pk

تعلقات میں بھی خود بخود اہم تبدیلی ہو جاتی ہے۔ سفارتی تعلقات اگر پہلے
ہی نہ ٹوٹ چکے ہوں تو اب ٹوٹ جاتے ہیں۔ مگر سفیروں کو امن و امان سے
واپسی کی اجازت دی جاتی ہے۔ قونصلوں کو اپنا کام بند کرنا پڑتا ہے۔ ہر فریق
کے سرکاری مسلح افواج کو حق مل جاتا ہے کہ قوانین جنگ کے مطابق حریف کو
ہر طرح کا نقصان پہنچائیں۔ اگرچہ غنیم کے غیر متقاتل افراد (بچے، بوڑھے،
اپاہج، عورتیں، غیر جنگی آبادی وغیرہ) کو ضرر پہنچانے کی پرہیز میں رعایت
بتائی جاتی ہے۔ لیکن:۔

۱۔ جبری فوجی تعلیم اور بھرتی کا عام رواج ہے اور عورتیں بھی بہت
کچھ ہاتھ بٹاتی ہیں روس کے بعد اب ترکی میں زنانہ پلٹنیں بھی بنایا [illegible]

۲۔ ہوائی تاخت (بم اور گیس سے حملہ) روز افزوں ہے۔

۳۔ دستوریت کے عام ہونے کے باعث اعلان جنگ کی ذمہ داری
پوری قوم پر ہوتی ہے۔

۴۔ معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے دشمن کے مواصلات کے قطع کرنے
کی اجازت سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ بہر حال منشاء یہ ہے کہ غیر متقاتلوں
کو عمداً نشانہ بنانے کی کوشش نہ کی جائے گو وہ زد میں آ جائیں تو مجبوری ہے۔
اعلان جنگ کے بعد ایک حربی ملک کی رعایا غنیم کی رعایا سے کوئی میل جول
نہیں کر سکتی اور اپنے ملک کے مفاد کے خلاف معاملات نہیں کر سکتی۔
حریف کو کوئی مدد یا سہولت نہیں پہنچانی چاہیے اور نہ وہاں کے قرضوں
کے حصے خریدنے چاہییں۔ اپنے ملک کے جنگی نقشے یا تجاویز سے حریف

ebooks.i360.pk

کو اطلاع دینی غداری ہوگی۔ غرض بڑی حد تک ایک حربی کی رعایا بھی دوسرے حربی کی رعایا کی دشمن ہوتی ہے۔ مگر اب اس میں وہ شدت نہیں رہی جو سابق میں ہوا کرتی تھی۔ تجارتی تعلقات کے متعلق یہ رجحان ہے کہ ہر حربی اپنی رعایا کے متعلق قواعد بنا سکتا ہے کہ وہ کس حد تک حریف ملک سے تجارتی کاروبار جاری رکھ سکتی ہے۔ امانتوں اور قرضوں کی حد تک انگریزی قانون یہ ہے کہ دشمن کی رعایا سے دیون کی بازیافت کا حق اور ان کی جانب سے نالش کا دائر ہو سکنا، دوران جنگ میں ملتوی ہو جاتے ہیں۔ البتہ صلح کے بعد دوبارہ کارگر ہو جاتے ہیں۔ سرکاری قرضوں کی حد تک ایک امین مقرر کیا جاتا ہے اور اقساط اس کی تحویل میں دئے جاتے ہیں، حریف کو فوراً نہیں ملتے۔ اور عموماً مفتوح مملکت کو اپنے قرضوں کی بازیابی سے دستبرداری بھی دینی پڑتی ہے۔

مستامن

۵۹ف حریف مملکت کے جو افراد رعایا کسی حربی ملک میں اعلان جنگ کے وقت ہوتے ہیں ان کو گزشتہ جنگ عظیم میں بعض ممالک نے قید کر دیا، بعض نے قلیل مہلت دے کر خارج کر دیا۔ چونکہ بالقوہ وہ مقاتل ہو سکتے ہیں، اس لئے رجحان یہ ہے کہ ان کی نظر بندی یا سخت نگرانی رکھنی چاہیئے، دوران جنگ میں اپنے وطن کو واپس جانے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیئے۔

اعلان جنگ کا اثر معاہدوں پر

۶۰ف کسی معاہدے کے

ebooks.i360.pk

دو فریق بھی ہو سکتے ہیں اور زیادہ بھی۔ اور کسی جنگ میں یہ ممکن ہے کہ کسی معاہدے کے سب فریق شریک جنگ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ایک جنگ میں شریک ہوا ہو۔

پہلے ہم ان معاہدوں کا ذکر کریں گے جن کے بعض فریق کسی جنگ میں غیر جانب دار رہیں۔ لارنس ان کی دو بڑی قسمیں کرتا ہے: غیر معمولی اور معمولی۔

۱۹ف (ا) اول الذکر کی چار صورتیں ہوتی ہیں:-

۱۔ جب کہ بنائے جنگ کو معاہدۂ سابق کی تجویزوں سے کوئی تعلق نہ ہو۔ چنانچہ ۱۸۵۶ء میں معاہدۂ پاریس میں ترکی کے متعلق بہت سی باتیں طے ہوئی تھیں اور ۱۸۶۶ء میں پروشیا اور آسٹریا میں جو معاہدۂ مذکور کے دو بڑے شریک تھے، جنگ چھڑی۔ معاہدۂ مذکور پر اس جنگ کا کوئی اثر نہیں پڑا۔

۲۔ جبکہ بنائے جنگ کو معاہدۂ سابق سے کوئی تعلق تو نہ ہو لیکن اس کی تعمیل میں جنگ سے دشواری پیدا ہو جاتی ہو۔ مثلاً اسی معاہدہ ۱۸۵۶ء میں فرانس نے علاوہ اور سلطنتوں کے ترکی کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں جرمنی سے جنگ کے باعث فرانس کا حال اس قدر زار ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ذمہ داری کو اگر ادا کرنے کی ضرورت پڑتی تو ناکام رہتا۔ ایسی شرطیں کسی مملکت کی ناقابلیت کے دوران میں معطل ہو جاتی ہیں، گو دیگر دستخط کنندگان معاہدہ پر وہ نافذ رہتی ہیں۔

۳۔ جنگ معاہدہ سابق کی شرطیں ہی نہ ہوں جس سے جنگ ہو۔ فریقین جنگ کی حد تک تو معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے لیکن غیر جانبداروں پر اثرات غیر معین ہیں اور زیادہ تر ان کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے کہ ۱۸۵۵ء کی جنگ کے بعد شرائط کا دیں اور سابقہ شرطوں کے مطابق ہی عمل کریں یا جب رہیں۔ چنانچہ ۱۸۶۶ء میں جب روس اور ترکی میں جنگ چھڑی اور ۱۸۵۶ء کے معاہدے کے دیگر فریق دوران جنگ میں تماشا دیکھتے رہے اور اس کے اختتام پر مطالبہ کیا کہ صلح نامہ مرتب کرنے میں ان کو بھی شریک رکھا جائے کیونکہ سابقہ معاہدے کی (جس میں وہ شریک تھے) ترمیم ہو رہی تھی۔ ترکی میں اگر شکست ہوتی تو اس مطالبے کو ٹھکرا دیا جاتا۔

۴۔ طرز عمل جنگ کے متعلق جو معاہدے ہوتے ہیں وہ جنگ کی ابتدا پر نافذ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً معاہدہ وقف اور بعض غیر جانبداران وغیرہ جیسے راضی نامہ ہائے ہیگ۔

دفعہ ۹۲۔ (ب) مجموعی معاہدے اگر اتفاقیہ ہوں تو کالعدم ہو جاتے ہیں جیسے متحدہ حکومتوں کا باہم حمایت اعلان جنگ سے یہ معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ جنگ کے باوجود بھی کوئی معاہدہ فریقین جنگ میں آپس میں تو نہیں لیکن غیر جانبداروں یا باہم غیر جانبدار اور ہر ایک فریق میں بہت سی صورتوں میں بدستور جنگ تک ان پر عمل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ اکثر تجارتی معاہدوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً ڈاک و تار وغیرہ کا بین الاقوامی سلسلے میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

جب کسی معاہدے کے جملہ فریقوں میں جنگ چھڑی ہو تو ان کی
بھی دو بڑی قسمیں ہیں: غیر معمولی اور معمولی۔

۹۳ (ج) اول الذکر کے سلسلے میں:۔

۱۔ اگر جنگ کو شرائط معاہدہ سے کوئی تعلق نہ ہو تو بھی وہ دوران جنگ میں معطل ہو جاتے ہیں۔ اور جنگ کے بعد کا صلحنامہ سابقہ معاہدہ یا اس کے کسی جزء کو صراحتاً یا سکوت کے ذریعے باقی رکھے تو حسب عمل ہوگا۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء کے معاہدۂ برلین، بلغاریا، جبل اسود، روما نیا، سربیا کی سرحدوں اور بہت سی دوسری باتوں کے متعلق ہوا تھا۔ جنگ عظیم میں معاہدۂ مذکور کے سب دستخط کنندہ لڑائی میں شریک ہو گئے اور ختم جنگ کے صلحناموں میں معاہدۂ برلین کی بعض دفعات کی صراحتاً تنسیخ کی گئی۔ کیونکہ یوگوسلاویا اور چیکوسلواکیا کی نئی سلطنتیں وجود میں لائی گئیں۔

۲۔ جن معاہدوں میں جنگ کی صورت میں طرز عمل کا ذکر ہوتا ہے وہ نافذ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ بنائے جنگ سابقہ معاہدے ہی کی شرطیں ہوں تو معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے اور ختم جنگ پر نئے سرے سے انتظامات ہوتے ہیں مثلاً بلجیم کو غیر جانب دار بنانے کا معاہدہ سنہ ۱۸۳۹ء میں ہوا تھا۔ جنگ عظیم میں جرمنی نے اس کی خلاف ورزی کی تو انگلستان وغیرہ جنگ میں کود پڑے۔

ebooks.i360.pk

۹۴ (د) سابقہ معاہدے کی فریقوں میں ہی اگر جنگ چھڑ جائے اور وہ معاہدہ معمولی امور کے متعلق ہو تو اس کی چار قسمیں ہیں :-

۱۔ موقتی معاہدے جو کسی خاص کام کو انجام دینے کے لئے ہوتے ہیں، مثلاً معاہدہ تعیین سرحد یا تسلیم خود مختاری وغیرہ تو محض اعلان جنگ سے ایسے معاہدے میں ترمیم نہیں ہو جاتی خواہ نتیجہ جنگ اس میں تبدیلی کرائے۔

۲۔ معاہدہ حلیفی و امداد باہمی ظاہر ہے کہ فوراً کالعدم ہو جاتا ہے۔

۳۔ معمولی تعلقات مثلاً تحویل ملزمین، تجارت وغیرہ کے معاہدے دوران جنگ میں تو معطل ہو جاتے ہیں اور ختم جنگ پر اگر ان کو منسوخ یا بدل نہ دیا گیا تو خود بخود دوبارہ کارگر ہو جاتے ہیں۔

۴۔ طرز عمل جنگ مثلاً تبادلہ اسیران وغیرہ کے متعلق معاہدے اب نفاذ حاصل کرتے ہیں۔

دشمن اشخاص و اشیاء

۹۵۔ دشمن ہونے کی حیثیت ایک ایسی صفت ہے جو اشخاص کو بھی حاصل ہوتی ہے اور اشیاء کو بھی، زیادہ مقدار میں بھی اور کم مقدار میں بھی۔ ہر ایک کے احکام مختلف ہیں۔

۹۶ ۱۔ غنیم کی بری، بحری یا ہوائی فوج میں جو لوگ ہوں خواہ

ebooks.i360.pk

غنیم کی رعایا یا غیر جانب دار ممالک کے رضا کار ۔۔۔۔ درجۂ اوّل کے دشمن سمجھے جاتے ہیں۔ مقابلے کے وقت ان کو قید، زخمی اور قتل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ غنیم کے ملک کے تجارتی جہاز ران بھی بڑی حد تک دشمن ہیں۔ لیکن اگر یہ مقابلہ نہ کریں تو ان کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ گرفتار کر کے قید رکھا جا سکے گا۔ اگر گرفتار کنندہ چاہے تو ان سے یہ تحریری اقرار لے کر کہ وہ جنگ میں کوئی حصہ نہ لیں گے، رہا کر سکتا ہے۔ ہیگ کانفرنس نے غیر جانب دار قوم کے جہاز ران ہونے کی صورت میں مزید رعایت کی سفارش کی ہے۔

۳۔ وہ لوگ جو فوج میں شریک ہوتے ہیں لیکن لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے، مثلاً سند یافتہ نامہ نگاران صحافت، ٹھیکہ دار، اسباب فروش تاجر وغیرہ نیز جو لوگ صرف اعزازی طور سے یا دل بڑھانے کے لئے آتے ہیں مثلاً شاہی خاندان کے افراد یا وزراء وغیرہ، ایسے لوگ غنیم کے ہاتھ میں پڑیں تو نظر بند کر دئیے جا سکتے ہیں اور ان سے جنگی قیدیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔

۴۔ دشمن کے ملک کے ساکنین خواہ اہل ملک ہوں یا اجنبی مستامن اگر یہ لڑائی میں کوئی حصہ نہ لیتے ہوں اور اس علاقے پر غنیم کا عارضی قبضہ ہو جائے تو فاتح نہ صرف ملکیوں بلکہ غیر جانب دار مستامنوں سے بھی رقمی مطالبے کر سکتا اور اسباب یا محتاج فراہم کرنے نیز حسب ضرورت کوئی شخصی خدمت انجام دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن جوں ہی ایسا قبضہ ختم ہو جاتا ہے وہاں کی رعایا خود بخود سابقہ حکومت کی معمولی رعایا ہو جاتی ہے، ان کو اب غنیم

ebooks.i360.pk

کے ملک کے ساکنین نہیں سمجھا جاتا۔ جنگ عظیم کے دوران میں انگریزی قانون سازوں نے اس کے ناگزیر نتیجے کے طور پہ یہ حکم دیا کہ دشمن سے تجارت نہ کرنے کا جو حکم دیا جائے اس کی پابندی ان لوگوں پر بھی واجب ہے جن کی بستی پر عارضی طور سے دشمن کا قبضہ ہو جائے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ کس حد تک اس کی تعمیل ممکن ہے۔

۵۔ غیر جانب دار ممالک کے وہ باشندے جو کسی حربی ملک میں کاروبار رکھتے ہوں اگرچہ رہتے اپنے وطن ہی میں ہوں، ایسے لوگوں کا مال ساکنین ملک کے مال کی طرح جنگ سے متاثر ہوگا۔ البتہ شخصی طور سے ان کو کوئی گزند نہ پہنچایا جائے۔

۶۔ اب تک اشخاص کا ذکر ہوا۔ اشیاء کے سلسلے میں:-

۱۔ غنیم ممالک کی سرکاری جائداد مثلاً جہاز، اسلحہ، اور جنگ میں کام آنے والی چیزیں ہاتھ لگیں تو ضبط یا تباہ کردی جاسکتی ہیں۔

۲۔ لیکن غنیم کی رعایا کی خانگی جائداد چاہے خشکی پر ہو یا جہازوں میں، قدیم زمانے میں لوٹ لی جاسکتی تھی۔ اب خشکی کی جائداد کو عام حالات میں قبضے یا فتح پر لوٹ سے مستثنا قرار دیا گیا ہے گو ان باشندوں سے رقم اور سامان احتیاج مہیا کرنے کے مطالبے کیے جاسکتے ہیں، جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا ۔ لیکن جو سامان سمندر میں جہازوں پر ہے وہ اب تک کسی ضبطی سے بری نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ہاں اعلان جنگ پر کسی ملک کی بندرگاہ میں غنیم کے ملک کا کوئی خانگی جہاز ہو تو استیمان کے باعث اس کو وطن واپسی تک

اثرات جنگ سے خارج رکھنے کے متعلق اسلامی قاعدہ اب یورپ میں بھی کچھ عرصے سے مان لیا گیا ہے۔

۳۔ حربی کا مال غیر جانب دار جہازوں اور غیر جانب دار کا مال حربی جہازوں میں جو اثرات پیدا کرتے ہیں، نیز کسی حربی ملک میں طویل توطن (حقوق شہریت حاصل کئے بغیر) ——— ایسے امور ہیں جن کے متعلق بڑا اختلاف رائے ہے اور اب تک کوئی اتفاق اور یکسوئی نہیں ہو سکی ہے اس کے پیچیدہ مسائل اس مختصر فہرست کے لئے موزوں نہیں۔

دشمن اشخاص سے برتاؤ

ف ۹۸۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کوئی مملکت اپنے علاقے میں مقیم مستامنوں سے کیا برتاؤ کرتی ہے جبکہ ان کی حکومت سے جنگ چھڑ جائے۔ قدیم اسلامی قانون یہ تھا کہ پاسپورٹ کے شرائط پر مستامن کے ملک سے جنگ کا چھڑنا کوئی اثر نہیں کرتا۔ اگر معاہدات نہ ہوں تو نظر بندی یا اخراج کا حق آج کل ہر مملکت کے لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے گو اخراج کو فوجی نقطۂ نظر سے ناپسند کیا جاتا ہے۔

ف ۹۹ دشمن کے علاقے کے ساکنوں میں مقاتل اور غیر مقاتل کا جو امتیاز مسلمانوں میں عہد نبوی سے کیا جانے لگا تھا وہ ویسٹ فالیا کے معاہدے (۱۶۴۸ء) تک یورپ میں مانا نہیں جاتا تھا۔ اور جدید [illegible]

ebooks.i360.pk

راہب، قیدی سب ہی مباح الدم سمجھے جاتے تھے۔ اس کے بعد سے مقاتل و غیر مقاتل میں اور لشکری اور کشوری آبادی میں امتیاز پر زور دیا جانے لگا۔ لیکن ہوائی حملوں اور دور زد توپوں وغیرہ کے باعث یہ فرق پھر سے ناقابل عمل ہوتا جا رہا ہے۔

۱۰۰۰ - جنگ کی بے رحمیوں کو کم کرنے کے لئے مغرب میں پہلی کوشش جو رضاکارانہ اور یک طرفہ تھی، امریکا میں ہوئی اور ۱۸۶۳ء میں ممالک متحدہ امریکا نے اپنی فوجوں کے لئے ہدایتیں مرتب کیں۔ متحدہ کوششوں کا آغاز ۱۸۷۴ء سے ہوا۔ اس سنہ میں بروسیل کانفرنس میں اور ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۷ء کی پہلی اور دوسری ہیگ کانفرسوں میں، نیز دیگر اس اثنا میں منعقد شدہ سرکاری و غیر سرکاری کانفرسوں میں بہت سے نرم قواعد منظور ہوئے لیکن ان میں ایک تو "غیر مہذب" غنیم کے لئے کوئی حق نہیں تھا۔ اور دوسرے انتقام میں یہ تمام ممنوعات پھر جائز ہو جاتے تھے۔ پھٹنے والی گولیوں اور روائح قاتلہ (مہلک اور زہریلے دھوئیں) نہ برتنے کا جن مملکتوں نے اقرار کیا تھا، خود ان کا طرز عمل مثلاً جدید ترین حبشی اطالوی جنگ میں جو رہا، وہ بتاتا ہے کہ اس طرح کے خوشنما قواعد کس قدر قابل عمل ہوتے ہیں۔

چند عام چیزیں جن کا کافی لحاظ کیا جاتا ہے، یہاں بیان کی جا سکتی ہیں:

۱۰۱ - دشمن سپاہی لڑتے لڑتے اگر ہتھیار ڈال دیں اور سفید جھنڈا اڑا کر

ebooks.i360.pk

امان طلب کریں تو خونریزی فوراً بند کردی جاتی ہے اور دشمن کو "جوار" دیدیا جاتا ہے۔

ف ۱۰۱ جنگی قیدیوں کا قتل ممنوع ہونے کے بعد غلام بنا سکنا عرصے تک رائج رہا۔ ہاب ہاؤز کا (دیکھئے کتاب مارلس اِن اِفالیوشن) بیان ہے کہ رومیوں کے ہاں غلام سے جو برتاؤ ہوتا تھا، عیسائیت نے آکر اس کو بدتر اور سخت تر کردیا اور یہ کہ مختلف ممالک میں غلاموں سے سلوک جو بہتر ہوا وہ براہِ راست اسلامی اثرات کا نتیجہ تھا۔ (اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے میری کتاب "رومی اور اسلامی ادارۂ غلامی" شائع کردہ بزم قانون جامعۂ عثمانیہ) جسٹس اکبر یار جنگ کا خیال ہے کہ اسلام میں غلاموں کی قطعی ممانعت نہ ہونے کا بڑا باعث یہ تھا کہ تمام دنیا میں بردہ فروشی جاری تھی۔ اور بین الممالک کاروبار کی یکطرفہ ممانعت ممکن نہیں۔ ابتدا سے جو اسلامی قانون رہا ہے اسے تسلیم کرکے اب ان کی غذا اور لباس قید کنندہ حکومت پر واجب ہوتی ہے۔ انھیں عبادتی آزادی دی جاتی ہے۔ یوروپی رواج ہے کہ ان سے غیر جنگی کام لیا جاسکتا ہے نیز معرکہ کارزار سے دور قلعوں، خندقوں وغیرہ کی تعمیر کے اور مماثل کام لئے جاسکتے ہیں۔ ختم جنگ پر عموماً مفتوح ملک فاتح کو اس کے اخراجات قیدیاں کی بھی تلافی کرتا ہے۔ اعلا فوجی افسروں اور دیگر معززین کے ساتھ

ebooks.i360.pk

قید ہونے پر اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ان سے کوئی خدمت نہیں لی جاتی اور ان کے آرام کا حتی الامکان لحاظ کیا جاتا ہے۔ ان کے ہتھیار اور جنگی کاغذات تو چھین لیے جا سکتے ہیں لیکن ان کی شخصی چیزیں انھیں کے پاس رہنے دی جاتی ہیں۔ بلکہ ان کو تنخواہ بھی دینے کا حکم ہے۔ اگر کسی جنگی قیدی کو بچن سے کر رہا کر دیا جائے کہ وہ جنگ میں کوئی حصہ نہ لے گا اور وہ اقرار شکنی کرتا ہوا دوبارہ گرفتار ہو تو اسے بطور مجرم کے جنگی عدالت میں پیش کیا جا سکیگا۔ قیدیوں کی نگرانی کی جا سکتی ہے اور نافرمانی پر تعزیری سزا دی جا سکتی ہے جو قیدی کسی بچن کے بغیر فرار کی کوشش کرے تو سزا دی جا سکتی ہے لیکن اگر وہ دشمن کے علاقے سے بھاگ اور بچ نکلے یا اپنی فوج یا امن میں پہنچ جائے اور پھر گرفتار ہو تو سابقہ فرار پر کوئی سزا نہیں دی جائیگی۔ بیمار اور زخمی قیدیوں کی تیمار داری کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔ بیمار اور زخمی دشمن کو گرفتار کرنے میں البتہ کوئی امر مانع نہیں، اور مثلاً اگر کوئی جہاز ان کو لیجا رہا ہو اور دشمن کو موقع ملے تو ان کی حوالگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ فاتح افسروں پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ میدان جنگ اور دواخانے میں مرنے والے دشمنوں کے جسم پر جو شخصی سامان ہو، وہ جمع کر کے حریف ملک کو متوفا کے وارثوں کے لیے بھیج دے۔

۱۰۳۹۔ زخمی اور بیمار سپاہیوں کی مدد کے لیے خواہ کسی فریق جنگ کے ہوں اب عام طور سے ہلال احمر اور صلیب احمر اور مماثل رضا کار ادارے کام کرتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف انسانیت کی خدمت ہوتا ہے۔ ان کے

ebooks.i360.pk

کام میں عام طور سے کم رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔

بحری جنگ میں زخمی یا بیمار اور جہاز شکستوں کو امداد دینے کے لیئے جو جہاز ہوتے ہیں وہ یا تو سرکاری ہونگے یا خانگی یا غیر جانب دار علاقے کے۔ ایسے جہاز سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور ان پر حربی مملکت کا ہونے کی صورت میں سبز، اور خانگی یا غیر جانب دار ملک کا ہونے کی صورت میں سرخ چوڑی پٹی آویزاں کی جاتی ہے۔ ایسے جہازوں پر علاوہ ان کے قومی جھنڈوں کے ہلال احمر یا صلیب احمر کا جھنڈا بھی ہوتا ہے۔ غیر سرکاری اور غیر جانب دار جہازوں کو کسی حربی فوج میں امدادی کام کرنے کے لیئے اس کے افسر کے ہدایات کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے جہاز اگر ذرا بھی جنگی کام کریں، مثلاً جاسوسی، پیام رسانی وغیرہ تو پھر ان کے ساتھ جو تھوڑا بہت مراعات کا سلوک کیا جاتا ہے، وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ موقع ملنے پر گرفتار اور ضبط کر لیئے جا سکتے ہیں۔

عموماً ڈاکٹر، نرس اور مذہبی پادری، امام وغیرہ کو گرفتار ہونے پر قید نہیں کیا جاتا بلکہ اپنا کام جاری رکھنے کی سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے۔

غیر جانب دار تجارتی یا خانگی جہاز یا علاقے میں کوئی بیمار یا قیدی پناہ لے تو حربی ان کی حوالگی کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن اگر غیر جانب دار جنگی جہاز میں وہ پناہ لیں یا غیر جانب دار علاقے میں کسی حربی کے تندرست سپاہی بھاگ کر چلے جائیں تو عموماً ان کو نظر بند رکھا جاتا ہے اور دوبارہ اپنے ملک کی فوج میں دوران جنگ میں جا ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور

ebooks.i360.pk

نہ ہی ان کے حریف ملک کے سپرد بطور قیدی کے کیا جا سکتا ہے۔

ف۱۰۸۔ کسی مفتوحہ شہر کو لوٹنا، جلانا، یا آبادی کا قتل عام کرنا اب روا نہیں رکھا جا سکتا۔ اور عام طور پر ضرورت سے زیادہ کشت وخون اور بے رحمی یا سختی نہیں کی جانی چاہیئے۔

دشمن کی جائداد سے برتاؤ

ف۱۰۹ اپنے علاقے میں جب دو مملکتوں میں جنگ چھڑے تو ایک کے علاقے میں دوسرے حریف کی جو جائداد ہوگی وہ یا تو سرکاری ہوگی یا نجی۔

ف۱۱۰ سرکاری جائداد حریف ملک کی سرکاری جائداد اگر منقولہ قسم کی ہو مثلاً رقم، جہاز، ذخیرہ، اسلحہ، ریل کے ڈبے یا انجن اور مماثل چیزیں تو ضبط کر لی جا سکتی ہے۔ سفارت خانے کی چیزوں کو عموماً باہمی مفاد کی خاطر چھیڑا نہیں جاتا۔ لارنس کی رائے میں کسی ملک کی سرکاری غیر منقولہ جائداد کسی غیر ملک میں نہیں ہوتی سوائے سفارت خانوں کے۔ لیکن ہماری تاریخ میں اس کے خلاف بہت سی عجب صورتیں ملتی ہیں۔ مثلاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بعض اور اسلامی ممالک کی طرح حکومت حیدرآباد کی بھی رباطیں ہیں گو یہ وقف کی صورتیں ہیں۔

اورنگ زیب نے اورنگ آباد کو پایۂ تخت بناتے وقت وہاں

جے پور، جودھ پور وغیرہ بہت سی ریاستوں کے راجاؤں اور نوابوں کو
جاگیریں دی تھیں۔ گو انقلاب زمانہ سے مغلیہ سلطنت ختم ہو گئی لیکن ان
جاگیروں اور جاگیرداروں کا وجود باقی ہے۔ اب اورنگ آباد، سلطنت حیدرآباد کا
جزو ہے اور یہ جاگیریں بھی مستقل ریاستوں کے فرمانرواؤں کی ہیں اور اسے
نہیں لوٹ کر [illegible] سب سے مکمل خود مختار رکھنے کا ارادہ [illegible]
میں پیشکش گری کا موروثی حق رکھنے کا بھی یہاں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے
اوپر صفحہ ۱۲۳)

البتہ انڈیا کمپنی کو حضور نظام نے بہت سی جاگیریں انعام میں
دی تھیں۔ سلطان مکان و قصر کو حیدرآباد میں بہت سی جاگیریں اور [illegible]
حضور نظام کے متعدد مکان بنگلور، دہلی، بمبئی اور کلکتہ وغیرہ میں
ہیں۔ اور موجودہ حضور نظام کے بیٹیوں کے [illegible]
پہنچنے کی بھی [illegible]
[illegible] حیدرآباد [illegible] حضور نظام [illegible]
[illegible] کی درخواست کی [illegible] کو کچھ جاگیریں دی [illegible]
[illegible] حضور نظام [illegible]
[illegible] اگرچہ حضور نظام نے معاوضہ اس بنا پر لیا کہ کسی [illegible] کی
خدمت کرتے ہیں۔ حیدرآباد کی [illegible] نہیں رہتا تھا لیکن معاوضہ
کا قبول کیا جانا ناممکن [illegible] قانونی حیثیت سے متعلق
پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔

ebooks.i360.pk

حیدرآباد کو بعض جنگ کی صورتیں پیشوا وغیرہ کی ریاستوں سے پیش آئی ہیں اور حیدرآبادی طرزِ عمل ایسی صورتوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ جنگ میں خواہ نگرانی، پابندی وغیرہ عائد کی جائے لیکن بعد صلح اگر زیرِ بحث جائداد کا مالک موجود ہے تو اس کے حقوق کا پھر احیاء عمل میں آجاتا ہے۔

خانگی جائداد اعلانِ جنگ پر حریف ملک کی مستامن رعایا کی جو خانگی جائداد کسی مملکت میں پائی جاتی ہے، وہ منقولہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر منقولہ بھی۔

اصلی یعنی غیر منقولہ جائداد یورپ میں اٹھارویں صدی سے پہلے ضبط کر لی جاتی تھی۔ لیکن اب بجز شاذ استثناؤں کے عام طور پر ایسی جائداد دورانِ جنگ میں قرق کر کے قبضے میں رکھی جاتی ہے؛ ضبط نہیں کی جاتی۔ شخصی یعنی منقولہ جائداد کے متعلق بھی عرصے تک بڑی سختی رہی۔ اٹھارویں صدی کے بہت سے معاہدوں میں اس بات کا انتظام کیا گیا کہ اعلانِ جنگ پر غنیم کی رعایا کو اپنا تجارتی مال ایک معینہ عرصے میں لے جانے کی اجازت دی جائے۔ انیسویں صدی سے شاذ ہی ضبطی عمل میں آئی ہے اور قرقی عموماً ختمِ جنگ پر اٹھالی جاتی رہی ہے۔

دورانِ جنگ میں اگر کوئی مستامن غنیم کے ملک میں رہے تو اُسے عام طور پر عدالت میں چارہ جوئی کی اجازت نہیں دی جاتی گو اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ ختمِ جنگ پر انصاف طلبی کی دوبارہ اجازت مل

ebooks.i360.pk

ہے تو چند ترقی یافتہ ممالک میں معطلی کا یہ عرصہ میعاد سماعت کے اغراض کے لئے شمار نہیں کیا جاتا۔ امریکا میں یہی قانون ہے، انگلستان میں بھی خیال کیا جاتا ہے کہ یہی قانون ہے۔ [۱]

کسی ملک کے سرکاری طور سے اجرا کردہ قرضے کے حصے غیر ملک کے باشندے خریدیں تو بھی جنگ چھڑنے پر ایسے حصے ضبط نہیں کئے جاتے بلکہ ان کا سود وغیرہ برابر ادا کئے جاتے رہتے ہیں، کیونکہ جنگ کے باعث مبادلہ کم ہو کر ادا طلب رقم گھٹ جاتی ہے۔ جنگ عظیم میں ایسی ادائیاں عام طور پر ملتوی رہیں۔

ف ۱۰۸ غنیم کے ملک میں دشمن کی جائداد جو مقبوضہ علاقے میں ملے اس کے سلسلے میں غنیم سے میدان جنگ میں یا پڑاؤ یا قلعے سے جو چیزیں ملیں وہ مال غنیمت کہلاتی ہیں۔ اور عموماً ان کا بڑا حصہ اصل (یا ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت) فاتح فوج میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ حکومت اور فوج کا تناسب مقرر نہیں۔ مسلمانوں کے ہاں ۴/۵ فوج میں بانٹ دیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۸۹۹ء کی ہیگ کانفرنس نے جو قواعد کارزار مقرر کئے تھے ان کی دفعہ ۱۴ یہ تھی کہ غنیم سپاہیوں کے شخصی استعمال کی جو چیزیں چھینی جائیں وہ دفتر معلومات کے ذریعے اصل مالکوں یا ان کے وارثوں کو واپس کر دی

---

[۱] پاملک کا قانون معاہدہ (نواں انگریزی اڈیشن) صفحہ ۱۷۱ مع حوالہ

ebooks.i360.pk

جائیں اس طرح کے کاغذی قاعدوں پر جس حد تک عمل ہو سکتا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس کی ایک بھی مغربی مثال لارنس کو نہیں مل سکی۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں جاپان نے مغربی تہذیب کے نئے نئے جوش میں اس پر البتہ عمل کیا تھا۔ انیسویں صدی تک یورپ میں جنگ سے نفع نہیں تو کم از کم اس کے اصلی اخراجات کو غنیم کے ملک کے ذرائع سے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس کے لئے جس قدر ظلم و ستم ہوتا ہوگا ظاہر ہے۔ اس کے بعد سے اس میں کم از کم چند بڑے ممالک کی حد تک کسی قدر نرمی ہوئی ہے۔ اور فتح اور فوجی قبضے میں فرق کیا جانے لگا ہے۔ مفتوحہ علاقے کا جب فاتح اپنے ملک سے الحاق کرلے تو پھر وہاں سے وہ اسی طرح برتاؤ کریگا جس طرح اپنے ملک کے کسی حصے سے۔ اگر صرف قبضہ ہو تو حقوق مالکانہ کی جگہ حقوق استفادہ حاصل ہوتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسخر شدہ علاقے کے باشندوں کو خود ان کے اپنے ملک کی فوج سے لڑنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن فاتح غنیم ان کو بہت سے کام کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ یورپ کی جنگ عظیم میں ـــــ فریقین کے الزاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ـــــ یہ عام بات رہی ہے کہ غنیم کی آتش باری میں پیش قدمی کے وقت خندقیں کھودنے کے لئے اسی طرح کے قیدیوں کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ مسخر شدہ علاقے کے باشندے اگر فاتح کے ساتھ ازخود امان کا سلوک رکھیں تو عموماً ان کے ساتھ بھی کافی نرمی کی جاتی ہے لیکن اپنے ہم وطنوں کے لئے جاسوسی یا فاتح کو اور طور سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے تو اپنی جان کو جوکھم میں ڈالنا ہوتا ہے۔

ebooks.i360.pk

جیسا کہ بیان ہوا، سرکاری غیر منقولہ جائداد پر فوجی قابضوں کو انتظام اور استفادے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ملکیت کا نہیں۔ چنانچہ ٹیکس اور کرائے وصول کئے جا سکتے ہیں، سرکاری مکانوں بلکہ خود گرجوں کو فوجی کام میں لایا جا سکتا ہے، مگر فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح بے ضرورت تباہی اور بربادی کی مہذب دشمن سے توقع نہیں کی جاتی، خاص کر تاریخی اور اثری عمارتوں کو عمداً نقصان نہیں پہنچانا چاہئے۔

ف ۱۰۹۔ منقولہ سرکاری جائداد — جس میں نقد رقم اور دستاویزات قابل تقوم بھی شامل ہیں — البتہ قابض دشمن کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ گو فنون لطیفہ، تاریخ اور اثریات کے نوادر کو مال غنیمت بنانے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اس پر صرف اسی حد تک عمل ہوتا ہے کہ مفتوح سے ایسی لوٹی ہوئی چیزیں واپس لی جاتی ہیں اور بس (مثلاً انڈیا آفس لائبریری کا) فوجی قبضے سے جہاں یہ حقوق حاصل ہوتے ہیں، کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں مثلاً یہ کبھی ہوتا ہے کہ زیر اقتدار علاقے میں حسب سابق امن اور انتظام قائم رکھی جائے اور مقامی آمدنی کا اولین مصرف یہی ہو۔

ف ۱۱۰۔ غیر سرکاری غیر منقولہ جائداد پر قابض فوج کو کوئی حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا۔ گو ان میں فوجوں کو ٹھیرایا جا سکتا ہے۔ سخت فوجی ضرورت یا شرارت پر تنبیہ کے لئے ان کو تباہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ منقولہ جائداد بھی ضبط نہیں کی جا سکتی۔ گو اسلحہ، آلات خبر رسانی، نقل و حمل کا سامان (مثلاً گاڑی، موٹر، ریل، غبارے، جہاز، وغیرہ) لئے جا سکتے ہیں

ebooks.i360.pk

ختم جنگ پر متضررین کو اس کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ گو اس کا بار عموماً مفتوح پر ہی ڈالا جاتا ہے۔

ف ۱۱۱ مسخر شدہ علاقے کے باشندوں سے جو رقم یا مال حاصل کیا جا سکتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں، فراہمی غذا، جنگی چندے، اور جرمانے۔ ہر فوجی افسر اس مقام کے باشندوں کو جہاں وہ ہو، اپنی فوج کے لئے اشیائے مایحتاج مہیا کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ اسی طرح سپہ سالار متعلقہ (جنرل) کی اجازت سے جنگی امدادی چندے دینے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ مایحتاج اور رقم کی جو اس طرح وصول ہو، مہیا کنندہ کو اکثر رسید دی جاتی ہے لیکن اس کی واپسی یا معاوضہ ختم جنگ پر عموماً مفتوح ملک پر تاوان جنگ کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔

جرمانوں کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسخر شدہ مقام کے باشندوں پر کسی شرارت کے باعث ـــ جس کے خاطی معلوم نہ ہوں ـــ رقمی ہرجانے لگائے جائیں۔ مالدار شہروں سے اس طرح روپیہ اینٹھنے کا اچھا موقع ہوتا ہے۔

بحری جنگ کا مال غنیمت

ف ۱۱۲ خشکی کی طرح تری میں بھی سرکاری اور خانگی جائداد میں فرق کی ضرورت ہے۔ حالت امن و صلح میں کسی جہاز کے جھنڈے، کاغذات رجسٹری یا خود افسر کا بیان کافی شہادت سمجھا جا سکتا ہے لیکن جنگ میں چونکہ حفاظت یا

ebooks.i360.pk

دیگر اغراض کے لئے عموماً عارضی طور پر جھنڈے غلط اڑائے جاتے ہیں۔ اسلئے تلاش اور تحقیقات کا حق غنیم کے جنگی جہازوں کو حاصل رہتا ہے۔

ف ۱۱۴ غنیم کے سرکاری جہازوں پر سوائے غیر جانبدار پانیوں کے، ہر جگہ حملہ یا قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ گو اس عام اجازت سے بعض جہاز مستثنا ہیں چنانچہ

۱۔ مریض بردار جہازوں کو تباہ نہیں کیا جاسکتا گو انہیں گرفتار کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

۲۔ جو جہاز خالص مذہبی، علمی یا بہبودئ نوع انسانی کے اغراض کے لئے مستعمل ہوں اور کسی جنگ میں اپنے ملک کی طرف سے کچھ بھی حصہ نہ لیں تو معاہدہ ہیگ سنہ ۱۹۰۷ء کے تحت غنیم بھی ان سے تعرض نہیں کرے گا۔

پچھلی صدیوں میں پرتگالیوں وغیرہ قوموں نے ہندوستانی خاص کر ملیباری[1] حاجیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روا رکھا تھا، اس کے ذکر سے قلم تھراتا ہے۔

۳۔ جو جہاز حربی مملکتیں جنگی قیدیوں کے تبادلے کے لئے بھیجتی ہیں، وہ بھی ان فرائض کی انجام دہی کے دوران میں، غنیم کی دستبرد سے باہمی اغراض کے باعث محفوظ رہتے ہیں۔ اور تبادلہ شدہ قیدیوں کو ان کے ملک کی کسی بندرگاہ کو پہنچنے تک امان حاصل رہتا ہے، بشرطیکہ یہ جہاز اثنائے سفر آمد یا واپسی میں نہ تو کوئی مخاصمانہ حرکت غنیم کے ساتھ کرے اور نہ اس کی تیاری ہی مثلاً اسلحہ بار کرنے کے ذریعے سے کرے۔ ایسے جہازوں میں تجارتی

لہ دیکھئے تحفۃ المجاہدین فی بعض اخبار البرتکالیین، مولفہ زین الدین المعبری۔

ebooks.i360.pk

سامان جنگی ہے یا عام مسافروں کو لیے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

۳۔ ساحل کے کنارے جو چھوٹی کشتیاں مچھلیاں پکڑنے کے لئے کام میں آتی ہیں، اگر یہ لوگ غنیم کے ساتھ مخاصمانہ برتاؤ نہ کریں تو غنیم بھی ان کو نہیں ستاتا ہے۔ البتہ جو جہاز گہرے سمندر میں مچھلیوں کے شکار کے لئے کام میں آتے ہیں وہ بین الاقوامی قانون کی اس رعایت سے مستفید نہیں ہو سکتے

۴۔ بعض وقت کوئی حربی ملک خود اپنی ضروریات کے لئے غنیم کے ملک کے کسی جہاز کو تجارت یا دوسرا کوئی خاص نوعیت کا روبار کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اجازت یافتہ جہاز بھی جب تک وہ اپنے فرائض اور شرائط کی خلاف ورزی نہ کریں امن میں رہتے ہیں۔

۵۔ الف۔ تین اور قسم کے تجارتی جہاز خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں:

اگر کسی غیر ملک کے جہاز حالت امن میں آئیں لیکن اس اثنا میں ان کے ملک سے جنگ چھڑ جائے۔

ب۔ اعلان جنگ کے بعد کسی ملک کا جہاز جو جنگ چھڑنے سے ناواقف ہو غنیم کی بندرگاہ میں پہنچے۔

ج۔ جنگ سے ناواقف جہاز کھلے سمندر میں پائے جائیں۔

ایسے جہاز اسیر و ضبط تو نہیں کئے جاتے لیکن دوران جنگ میں یا معاوضہ دے کر روک رکھے یا مال و اسباب کام میں لائے جا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ معاوضہ ادا ہو چکے اور اگر جہاز کی حالت ایسی ہو کہ تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اسیر شدہ کی کاغذ سے ثابت ہو کہ جہاز ران کو جنگ کی فوراً اطلاع ہو گئی

ہے لیکن تجارتی جہازوں کو اثنائے سفر میں ایسی اطلاع کچھ زیادہ سود مند نہیں ہو سکتی اگر حریف جنگی جہازوں سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ معاوضہ دینے کا جو ذکر کیا گیا اس کا فوری ہونا ضروری نہیں ہے۔

دفعہ ۱۱۵ اگر کوئی خانگی تجارتی جہاز جنگی جہاز بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ ضبط کر لیا جا سکتا ہے۔

دفعہ ۱۱۶ غنیم ملک کی بحری تجارت کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ غنیم کا مال غنیم کے جہازوں میں قابل ضبطی ہے۔ غنیم کا مال غیر جانبدار جہازوں میں ضبط کر لیا جاتا تھا گو جہاز رہا کر دیا جاتا تھا جیسے کہ قونسولاتو دل مارے کا حکم تھا لیکن اب کوشش ہو رہی ہے کہ اسے مہمل سمجھا جائے۔

دفعہ ۱۱۷ غنیم کے ملک کو جانے والی ڈاک کی تلاشی اور کھول کر نگرانی رکھی جا سکتی ہے لیکن ایسی ضرر ڈاک کو ضبط نہیں کرتے بلکہ جہاز سے جلد از جلد منزل مقصود کو بھیج دیتے ہیں تاکہ غیر جانبداروں کو زحمت نہ ہو۔

دفعہ ۱۱۸ غنیم سے جہاز واپس لینے کے لئے فرانس کا رواج ہے کہ اگر ۲۴ گھنٹے کے اندر کا معاہدہ عمل میں آئے لیکن وقوع ہونے سے پہلے اگر وہ جہاز غنیم کے قبضے سے چھن جائے تو معاہدہ باطل اور کالعدم ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ سوال باقی ہے کہ اگر کوئی حربی غنیمت کا جہاز قبضے میں ہو جاتا اور دشمن سے دوبارہ واپس لے لیا گیا تو وہ اصل مالک کو دی جائے گی یا وہ مال غنیمت سمجھی جائے گی۔ اس بارے میں بڑا اختلاف رائے ہے۔ عموماً اگر گرفتاری کے بعد بہت جلد بازیابی ہو تو اصل مالک کا حق مرجح سمجھا

قائم کرتا ہے اور کسی حربی کا مال ہو یا کسی غیر جانبدار کا سمندر میں ملے یا بحری فوج نے خشکی پر گرفتار کیا ہو، ضبطی سے پہلے ایسی کسی عدالت کے روبرو پیش کیا جاتا ہے جہاں ضبط کنندوں کے حقوق کی قانون بین الممالک کے مطابق جانچ کی جاتی ہے۔ برطانیہ میں ضبط شدہ مال کی پوری قیمت متعلقہ افسروں اور سپاہیوں میں بانٹ دی جاتی ہے۔ کوئی ملک خاص حکم کے ذریعے اپنی عدالت غنائم بحری کو کسی قاعدے کا پابند کرا سکتا اور مروّجہ قانون بین الممالک کو نظر انداز کرنے کا حکم دے سکتا ہے لیکن بین الممالک ذمہ داری حکومت پر ہوگی، عدالت پر نہیں۔ ایک بین الممالک عدالت قائم کرنے کی کئی بار کوشش ہوئی لیکن اب تک جامۂ عمل نہیں پہنایا جا سکا ہے۔

ف ۱۲۰ ہر حربی کے جنگی جہازوں اور جنگی طیاروں کو حق حاصل ہوتا ہے کہ تنہا یا خشکی کی فوج کی مدد سے فریق ثانی کے نیز غیر جانبداروں کے تجارتی جہازوں کو روک کر تلاشی لیں۔ شبہات پیدا نہ ہوں تو غیر جانبدار جہازوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ورنہ بزور ان کو اپنی کسی بندرگاہ میں لا کر مفصل تلاشی اور تحقیقات کی جاتی ہے۔ تلاشی میں سب سے پہلے کاغذات جہاز دیکھے جاتے ہیں جن میں مالک جہاز، اس کا وطن، راہ سفر، منزل مقصود، نوعیت بار (اسباب)، مالک اسباب، ملاحوں کی فہرست، معاہدہ یا کرائے کی تفصیل مندرج ہوتی ہے۔ ان کاغذات کے نہ ہونے، تلف کر دئے جانے یا جعل کے عمل میں لائے جانے کا خمیازہ عدالت غنائم بحری کے حکم سے ایسے جہاز کو بھگتنا پڑے گا۔ حالت اضطرار میں ایسے جہاز کو

ebooks.i360.pk

تباہ کر دیا اور ڈبو دیا جا سکتا ہے، خواہ وہ غیر جانبدار ہی کا کیوں نہ ہو۔ لیکن کاغذات جہاز اور ملاحوں کی سلامتی کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ اور پھر ان کاغذوں وغیرہ کی مدد سے مقدمہ چلایا جائے۔ اگر اتلاف خلاف قانون اور بے وجہ ہوا ہو تو متضرر کو ہرجہ دلایا جائیگا۔

کسی حربی کے جنگی جہاز بغیر جھنڈا لگائے یا غلط جھنڈا لگائے ہوئے بھی سفر کر سکتے اور غنیم کا پیچھا کر سکتے ہیں لیکن مقابلہ یا تلاشی کے وقت ان کو اپنا جھنڈا اڑانے کی پابندی ہوتی ہے۔ تلاشی کا یہ حق صرف فریق جنگ کو حاصل ہوتا ہے جس میں باغی بھی داخل ہیں۔ غیر جانبدار جنگی جہازوں کی البتہ تلاشی نہیں ہو سکتی۔ یہ ہتک سمجھی جاتی ہے۔ حالت امن میں صرف بحری لٹیروں اور بردہ فروشوں کے جہازوں کی تلاشی ہو سکتی ہے کسی ملک کے عام جہازوں کی کوئی تلاشی نہیں لی جا سکتی۔

(۱۳۱) کسی حربی کا تجارتی جہاز فریق مخالف کے جنگی جہاز کا مقابلہ کر کے بچ نکل سکتا ہے مگر جوکھم اس کا اپنا ہے۔ غیر جانبدار جہاز اگر مقابلہ کرے تو ضبط کر لیا جا سکتا ہے۔ مقابلے میں اگر وہ بچ بھی نکلے تو اس کے ملک اور تلاشی لینے والے ملک میں جھگڑا پیدا ہوگا۔ غیر جانبدار ممالک کا اپنے جہازوں کو خط اطمینان دے دینا یا خود فریق جنگ کے شہبندروں (قونصلوں) سے معاینہ کرا کے صداقتنامہ لینا بھی ناکار آمد ثابت ہوا ہے کیونکہ بندرگاہ سے نکلنے کے بعد ان پر نئے اشخاص اور اشیاء

ebooks.i360.pk

بار ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ زیر نگرانی بار کرانے کے بعد کسی حربی ناظر جہاز پر لیجانے کے ذریعہ ان دقتوں کا ازالہ ہو سکے اور ایسے ناظر کو [illegible] کی طرح امان عطا کیا جائے۔

سپاہی ہتھیار اور طریقہ جنگ

۱۲۲ کسی مہذب حربی پر سپاہیوں، ہتھیار اور طریقہ جنگ کے انتخاب میں بھی کافی پابندیاں ہوتی ہیں۔

۱۲۳ کوئی ملک اپنی رعایا کو تو باقاعدہ فوج میں بھرتی کرتا ہے لیکن بعض وقت غیر جانبدار ملک سے بھی خانگی بھرتی ہوتی ہے جو ہم وطن غنیم کی فوج [illegible] ان کو سخت اور خطرناک سزا دی جا سکتی ہے۔ غیر جانبدار ملک کے رضاکاروں کو کوئی خصوصی سخت سزا نہیں دی جائیگی لیکن ان کے ملک کی حکومت سے شکایت کی جا سکے گی۔

بے قاعدہ فوج کی اجازت چار شرطوں سے دی جاتی ہے۔

۱۔ ان پر کوئی ذمہ دار افسر مقرر رہے۔

۲۔ وردی کی تو ضرورت نہیں لیکن وہ کوئی فوجی یکساں نشان ہمیشہ اس طرح لگائے رہیں کہ کافی فاصلے سے نمایاں رہے۔

۳۔ ہتھیار علانیہ لئے رہیں۔

۴۔ قانون جنگ کی پابندی کریں۔

۱۲۴ بے قاعدہ فوج کو فوج عوام سے امتیاز کرنا چاہئے۔ جذبات

ebooks.i360.pk

وطن پروری سے بعض وقت دشمن کے مقابلے کے لئے پوری رعایا اُٹھ کھڑی ہوتی یا اٹھنے پر مجبور کی جاتی ہے۔ اُسے "عام اُٹھان" (لیے فی آن ماس" یا حشر) کہتے ہیں۔ جبری اور عام فوجی تعلیم کے باعث اس کی اہمیت اب اور بھی بڑھ گئی ہے۔ ایسے لوگوں کو بھی ڈاکوؤں کی ٹولی نہیں بلکہ باضابطہ غنیم سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ہتھیار علانیہ رکھیں اور قوانین جنگ کا پورا لحاظ کیا کریں۔

ف ۱۲۵ وحشی اور غیر منضبط سپاہیوں سے مدد لینے کو مہذب ممالک میں پسند نہیں کیا جاتا، کم از کم یہ خواہش کی جاتی ہے کہ دوسرے اس سے استفادہ نہ کریں، ورنہ عمل یہی ہے کہ گوروں کی جنگوں میں آتش باری کے وقت کالی اور رنگدار فوج سب سے آگے رکھی جاتی ہے اور کسی جگہ فاتحانہ داخل ہوتے وقت سب سے پیچھے۔ یوں بھی لارنس (ص ۴۹۸) وغیرہ کو اعتراف ہے کہ انتہائی مہذب فوجیں بھی "کبھی کبھی وحشت اور بربریت دکھانے لگتی ہیں ـــ خاص کر "غیر مہذب" دشمن کے مقابل۔

جاسوس

ف ۱۲۶ جاسوس کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جب ایک حربی دشمن کی خبر لانے کے لئے جان پر کھیل کر اور بھیس بدل کر جاتا ہے۔ دوسرے وہ جب کوئی شخص غداری کر کے اپنے ملک کے حالات و واقعات سے

ebooks.i360.pk

غنیم کو مطلع کر دیتا ہے۔ غدار کو بے شبہ عبرتناک سزا دی جا سکتی ہے لیکن دشمن کے جاسوس کو ___ اگرچہ معمولی حربی کے مقابل سخت برتاؤ کیا جاتا ہے ___ روز افزوں نرمی کا مستحق سمجھا جانے لگا ہے۔

ہیگ کانفرنس میں طے ہوا ہے کہ کسی شخص کو جاسوسی کے الزام میں سزا دینے سے پہلے تحقیقات ضروری ہے۔ نیز کوئی شخص جاسوسی کر کے بچ نکلے اور اپنی فوج میں جا ملے تو آئندہ گرفتار ہونے پر ایسے اس سابقہ جاسوسی کی بنا پر سزا نہ دی جائے۔ باوردی دشمن کو جاسوس نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی ان لوگوں کو جن کا کام ہی پیغام رسانی ہو اور وہ اس کام کو علانیہ انجام دیتے ہوں یا مثلاً غباروں میں بیٹھ کر جاتے ہوں۔

ف ۱۲۷ جنگی قیدیوں کو قتل نہیں کیا جاتا لیکن جاسوسی پر سزائے موت دی جاتی ہے۔ اگرچہ ہیگ کانفرنس کی رائے میں جاسوسی صرف اس وقت ہوتی ہے جب غنیم کے رقبۂ کارزار میں ناجائز طور سے خبر یا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ معرکۂ کارزار سے دور غنیم کے مثلاً پائے تخت میں بھی جاسوسی کی جا سکتی ہے۔ غنیم کے لاسلکی یا اس کے پیغام کو بیچ میں اچک لینا غالباً جاسوسی نہیں سمجھی جائے گی۔ اور کسی نامہ نگار صحافت کا کسی غیر جانبدار جہاز پر سے پیام بھیجنا بھی اب جاسوسی نہیں سمجھا جاتا۔

ebooks.i360.pk

خانگی افراد کو لوٹ مار کی اجازت

۱۲۸ قدیم زمانے میں کوئی حربی حکومت اپنی نیز غیر جانبدار ملک کی رعایا کو اس بات کی تحریری اجازت دیتی تھی کہ موقع ملے تو غنیم کے تجارتی جہاز لوٹ لے اٹھارویں صدی میں غیر جانبدار سے مدد لینے کی ممانعت ہوئی ہے اور ۱۸۵۶ء میں اعلان پیرس کے ذریعے خود اپنی رعایا کو بھی اس خانگی بحری جنگ سے روک دیا گیا ہے۔

رضاکار بیڑہ

۱۲۹ خانگی افراد کی بحری قزاقی میں اور رضاکار بیڑے میں فرق ہے۔ اگر کسی ملک کے خانگی جہازوں کے مالک مفت یا کسی معاوضہ پر اپنے جہاز کسی جنگ میں اپنی حکومت کے سپرد یا اس کی نگرانی میں دیدیں یا ان کو تلافی پہنچے یا لوٹ مار میں حصہ دینے کا وعدہ کیا جائے مگر جہاز پر سرکاری بحری فوج کا افسر رہیں تو اس میں کوئی حرج سمجھا نہیں جاسکتا۔

۱۳۰ خانگی یا سرکاری تجارتی جہازوں کو حسب ضرورت جنگی جہازوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے جن کے لئے سرکاری بیڑے میں شامل کرنا اس کے افسروں کا سرکاری بحریہ سے تعلق رکھنا اور اس پر بحریہ کا جھنڈا اڑانا اور ضروری اعلان کافی ہے اور ان کا بحری جنگ کے قواعد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لیکن روسی جاپانی جنگ میں بعض روسی رضاکا۔

ebooks.i360.pk

جہاز بوسفورس اور دردانیل سے اپنے کو تجارتی بتا کر گزر گئے جسب معاہدہ ترکی پانیوں سے جنگی جہازوں کو گزرنے کی ممانعت تھی۔ اور آگے جاکر بحر قلزم میں انھوں نے اپنے جنگی ہونے کا اعلان کیا۔ جب سے یہ مسئلہ چھڑا ہوا ہے کہ تجارتی جہاز کو جنگی جہاز کہاں بنایا جا سکتا ہے؟ حریف کا اپنی مملوکہ یا مسخر شدہ بندرگاہوں یا ساحلی پانیوں میں ایسا کرنا تو ظاہر ہے کہ کسی اعتراض کے قابل نہیں لیکن بعض ممالک کو اپنی آزادی پر اصرار ہے کہ وہ جہاں چاہیں یہاں تک کہ غیر جانب دار پانیوں میں بھی، ایسا کر سکتے ہیں۔ جن ملکوں کی بندرگاہیں دنیا کے ہر حصے میں ہیں ان کا مفاد اور ان ملکوں کا مفاد جن کو یہ سہولت نہیں ہے، کیسے ہم آہنگ ہو سکتا ہے؟ اس حد تک البتہ سب متفق ہیں کہ غنیم سے تجارتی جہاز چھین کر جب کوئی جنگی جہاز اس مال غنیمت پر اپنے افسروں کو بھیج کر اسے بھی جنگی جہاز قرار دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس کو بھی شاید سب مان لیں گے کہ ایک بار جنگی قرار دینے کے بعد اسی جنگ کے دوران میں ایسے جہاز کو دوبارہ غیر جنگی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آبدوز سرنگ

۱۳۱۹۔ جہازوں کو بھک سے اڑنے والے مادوں کی مدد سے تباہ کرنے کا ایک موثر ذریعہ آبدوز سرنگ بھی ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اگر وہ صرف دشمن کے جہاز کے لئے برتی جائے یا اس کی

پیدا ہوگا کہ آیا ناکہ بندی کے لئے کام میں لائی جائے۔ لیکن جب سے یہی سرنگیں ایجاد ہوئی ہیں غیر جانبدار جہازوں کو شدید خدشہ پیدا ہوگیا ہے اور خاص کر کھلے سمندر میں خودکار سرنگیں چھوڑ دی جائیں تو ان سے بعض وقت خود جانوں کا اتلاف اور عام تجارتی نقصان شدید ہو جاتا ہے۔

آبدوز کشتیاں

ف ۱۴۲۔ پانی کے اندر غوطہ لگا کر چلنے والی کشتیوں سے نہ صرف معمولی گولہ باری کا کام لیا جاتا ہے بلکہ ان سے تارپیڈو بھی چھوڑے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ بحری جنگ کے عام قاعدوں کا لحاظ کریں اور ڈوبنے والے جہاز کے لوگوں اور ملاحوں اور مسافروں کی بچانے کا انتظام کریں تو پھر ان کے استعمال پر کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا۔ اور اگر انہیں معمولی تجارتی جہازوں کے خلاف استعمال کیا جائے اور خاص کر کسی غیر جانبدار کو ضرر پہنچے تو یہ ایک بحری جرم کا ارتکاب ہوگا اور پچھتانا کام نہ آئے گا۔

ہوائی جنگ

ف ۱۴۳۔ ہوائی جہازوں سے جنگی جاسوسی، بمباری اور فوجی نقل و حمل کا کام لیا جاتا ہے۔ گولہ باری اور تیر اندازی بھی کیا جاسکتا ہے۔ دشمن کے حملوں کی مدافعت کے کام لئے جاتے رہے ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ہوائی جنگ کے قواعد بنانے کی کوشش کی گئی۔ ایک سال تک ماہرین کی کانفرنس ہیگ میں ہوئی اور محفوظ اور غیر محفوظ

مقام کے فرق کو نظر انداز کر کے اس اصول پر قواعد بنائے گئے ہیں کہ فوجی اغراض کے لئے بمباری جائز ہے۔ بعض غیر فوجی مقاصد (مثلاً سپردگی یا اطاعت یا رقم پر مجبور کرنے، غیر مقاتل آبادی کو گھبرانے، نقصان اور غیر جنگی جائیداد کو تباہ کرنے) کے لئے ہوائی حملوں کی ممانعت ہے۔ اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی حریف کسی خاص علاقے میں غیر جانبداروں کو پرواز کرنے سے بزور روک سکتا ہے۔ ان قواعد پر کاربند ہونا کوئی تعجب نہیں جو قابل عمل نظر آتا ہے۔ غیر مقاتل آبادی کا امتیاز اب اکثر ملکوں میں ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔

۱۳۷ خلاصہ

اس باب میں زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑے گا۔ ... ہوگا کہ حالت امن میں کن چیزوں کو شہری یا غیر جنگی ناجائز قرار دیا جاتا ہے، جن کا لحاظ جنگ کے وقت نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ نقصان نہ پہنچایا جائے۔ غیر مقاتلوں پر گولہ باری، تاریخی اور مذہبی یا علمی عمارتوں اور شفاخانوں کو نشانہ بنانا، دشمن کے علاقے کی تمام تر تباہی اور بلا امتیاز آتش زنی، پانی میں زہر ملانا، زہریلی گیسوں کا استعمال، متعدی بیماریوں کے جراثیم پھیلانا، جسم میں گھسنے کے بعد پھیلنے یا پھٹنے والی گولیاں چلانا، اور اس طرح کی بہت سی ممانعتیں ثقافت کے اعتراف میں کی گئی ہیں۔ لیکن کاغذی ممانعتیں کمزور مگر بہادر دشمن کے مقابل خود ان قواعد کے بنانے والوں نے بھی شاذ ہی زیر عمل رکھی ہیں۔ جنگ میں دشمن کے دارالحکومت سے زیادہ اہمیت کا کسی چیز کو ہدف بجز ... کیا جاتا ہے۔ دنیا کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ اور وہ کیا ہونا چاہئے

ebooks.i360.pk

تھا'' کو بھول کر کیا ہے'' کو دیکھنے لگتی ہے۔ اگر دشمن اپنے واجبات کو ملحوظ رکھ کر اپنے مہذب ہونے کا ثبوت دے تو چشم ما روشن دل ما شاد، لیکن جنگ جب تک مہذب قوموں میں بھی ہوا کرے گی، انھیں اس کے نتائج کو گوارا کرنا پڑے گا۔ اپنی طرف سے تعدی نہ کرو لیکن دوسرے کی تعدی کے لئے تیار رہو تو اسی میں سلامتی ہے ورنہ جب چڑیاں چگ گئیں تب پچھتائے کیا ہوت۔

ایک بات البتہ دیکھنے میں آ رہی ہے جو کافی اہم بھی ہے۔ وہ یہ کہ معاہدات اور دیگر واجبات کی عمداً خلاف ورزی پر مہذب تر ممالک میں گھمنڈ کم ہوتا جا رہا ہے اور یا تو تاویل کی جاتی ہے یا پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اخباروں کا بیان تھا کہ حالیہ حبشی جنگ میں صلیب احمر میں کام کرنے والے رضاکار اور غیر جانب دار ڈاکٹروں سے اطالوی افسر یہ لکھانے کی کوشش کرتے رہے کہ ان کے پاس گاس زدہ مریض نہیں آئے۔ اس واقعے کے سوائے اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ غیر ممالک میں بدنامی اور فضیحت کا ڈر بڑھ رہا ہے۔ صحافت وغیرہ سے بین الاقوامی ذہنی اور علمی تعلقات جتنے بڑھتے جائیں گے، معاہدوں اور اقراروں کی تعمیل کی اس موثر تہدید کو قوت حاصل ہوتی جائے گی۔

جنگ میں ہتیار روک تہاؤ

ف ۱۳۵ حربیوں میں بے روک ٹوک اور مسلسل خونریزی ہی نہیں ہوتی۔

ebooks.i360.pk

بعض وقت ان کو ہتھیار روک کر معاملت کرنی پڑتی ہے یہ محدود بھی ہوتا
ہے غیر محدود بھی، عارضی بھی مستقل بھی۔ اس کے قواعد کے لئے جو معاہدے
ہوں وہ انگریزی میں کارٹل کہلاتے ہیں۔ مثلاً فریقین جنگ کے نمائندے
حریف کے ملک میں دوران جنگ میں رہ کر قیدیوں کے تبادلے کا انتظام
کر سکتے ہیں نیز جہازوں وغیرہ میں ان کو لا اور لیجا سکتے ہیں۔ ایسے کارٹل
جہاز کو واپسی میں اپنے مامن کو پہنچنے تک چھیڑا نہیں جا سکتا۔ غنیم کی کسی رعیت
کو امن و امان سے رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ لڑتے لڑتے دشمن
ہتھیار ڈال دے تو خونریزی بند کر کے اس کو امان دینا پڑتا ہے۔ اس سلسلے
میں بری جنگ ہو یا بحری، سفید جھنڈا بلند کیا جاتا ہے جس کے معنے اطاعت
پر آمادگی یا کم از کم گفتگو پر آمادگی ہوتی ہے۔ اس طرح کا جھنڈا صرف افسر
فوج کے حکم سے بلند کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی سپاہی خود سفید جھنڈا دکھائے
تو خود اس کے ساتھی اس پر آگ برسا سکتے ہیں۔ لارنس کا بیان ہے کہ
گفت و شنید کی درخواست کو نامنظور کیا جا سکتا ہے جس کی اطلاع سفید
جھنڈے پر دور ہی سے آگ برسا کر دی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ گفت و شنید
کے لئے آئی ہوئی جماعت امان میں رہتی ہے بجز اس کے کہ وہ جاسوسی کرے
جس کی سزا موت ہے ضرورت ہو تو ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی جا سکتی ہے
یا عارضی طور سے ان کو واپسی سے روک رکھا جا سکتا ہے۔ اگر گفت و شنید
ناکام رہے تو بھی ان پیام رسانوں کو واپس اپنے مامن یا اپنی فوج کو پہنچنے
تک امان حاصل رہتا ہے۔ اگر اطاعت مشروط ہو تو اس کی پوری تعمیل

ebooks.i360.pk

فریقین پر واجب ہوتی ہے جس معاہدے کی شرائط کی منظوری مرکزی حکومت کی اختیاری ہوتی ہے۔ اسے "حرابو ضعہ" کہتے ہیں۔ وہ تا منظوری نافذ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ڈاک اور تاروں کے تبادلے کے لئے بھی معاہدے ہوتے ہیں جس میں باہمی فائدہ ہے۔

۱۴۴۔ غنیم کی رعایا کو کئی قسم کے امان دیئے جاتے ہیں:۔

۱۔ پاسپورٹ (عام اجازت سفر) جو حکومت کی طرف سے عموماً اپنے پورے علاقے کے لئے ہوتا ہے جس میں فوجی قبضے میں آیا ہوا ملک بھی شامل ہے۔

۲۔ خاص اجازت سفر جو حکومت کی طرف سے یا بری یا بحری فوجی افسر کی طرف سے کسی شخص یا چیز یا دونوں کے لئے صرف کسی خاص مدت کے لئے اور کسی خاص غرض کے لئے اور کسی خاص مقام کو جانے کے لئے دیا جاتا ہے۔ ایسے اجازت نامے خاص صورتوں میں منسوخ بھی کر دیئے جا سکتے ہیں۔ اگر اس صورت میں اجازت یاب کو اپنے امن تک واپس جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ شرائط اجازت کی خلاف ورزی پر سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

۳۔ خفارہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی حربی افسر اپنے کسی جوان یا جماعت کو کسی غنیم شخص یا چیز کے ساتھ رہنے یا جانے کے لئے متعین کر دیتا ہے تاکہ خفارہ دہندہ کی فوج یا دائرہ ضرر نہ پہنچائے۔ اگر یہ لوگ غنیم میں گھر جائیں تو خفارہ یاب کو توڑنا ہے کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ خفیروں کو بھی قید کم رواج ہے کہ بے روک ٹوک اپنے امن یا اپنی فوج کو واپس جانے کی اجازت

ebooks.i360.pk

دی جاتی ہے۔

۴۔ امان نامہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی افسر کسی غنیم کو تحریر لکھ دے کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچائے۔ امان دہندہ کے لئے لازم ہے اس امان نامے کا لحاظ کیا جائے گا۔

۵۔ اجازت نامہ تجارت بھی کسی غنیم شخص کو دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اجازت دہندہ کی عملداری میں تجارت جاری کر سکتا ہے۔ ایسی اجازتیں عام بھی ہوتی ہیں، خاص بھی اور محدود زمانے کے لئے بھی۔ کوئی محاصرہ کرنے والی فوج کسی مقام کے باشندوں کو باہر نکلنے کا حکم دے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ وہ انہیں تجارت کی خاص اور محدود اجازت دیتی ہے۔

وقفہ۔ خندقوں اور قلعوں کی جنگ جاری رہ کر طویل عرصے تک ایک ہی مقام پر موقوف رہتی ہے تو مردوں کو دفن کرنے یا کسی اور عارضی غرض کے لئے محدود مقام پر اور محدود عرصے کے لئے فریقین جنگ بند کر دیتے ہیں، گو ان محدود مقامات کے باہر فریقین میں جنگ جاری رہتی ہے۔ اور یہ مدت گزر جانے پر خود بخود یہ محدود مصالحت ختم ہو جاتی ہے۔ اسے عربی میں "ہدنہ" کہتے ہیں۔ انگریزی میں کوئی معین اصطلاح نہیں ہے۔ ہر فریق اطلاع دے کر دوبارہ شروع کر سکتا ہے۔ اور اگر فریق ثانی شرائط کی خلاف ورزی کرے تو بلا مزید اطلاع بھی جنگ شروع کر سکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ غیر ذمہ دار افراد کی خلاف ورزی کا اثر سب پر نہیں ڈالنا چاہیئے۔

اس کے برخلاف جب کوئی قلعہ یا شہر اطاعت قبول کرنے کے لئے گفت و شنید کرنا چاہے یا فریقین جنگ صلح کے شرائط طے کرنا چاہیں تو اکثر

ebooks.i360.pk

عارضی طور سے جنگ رک جاتی ہے اور شرائط طے ہوں تو صلح ورنہ جنگ دوبارہ شروع ہو جاتی ہے اس توقف کو فرانسیسی میں آرمسٹس کہتے ہیں گو انگریزی میں یہ لفظ مذکورۂ بالا قسم اور قسم ہذا دونوں صورتوں کے لئے برتا جاتا ہے۔

یہ تقسیم لارنس کی ہے لیکن ہمارے خیال میں مصالحت کی چار ایک دوسرے سے ممتاز صورتیں ہوتی ہیں :-

مصالحت

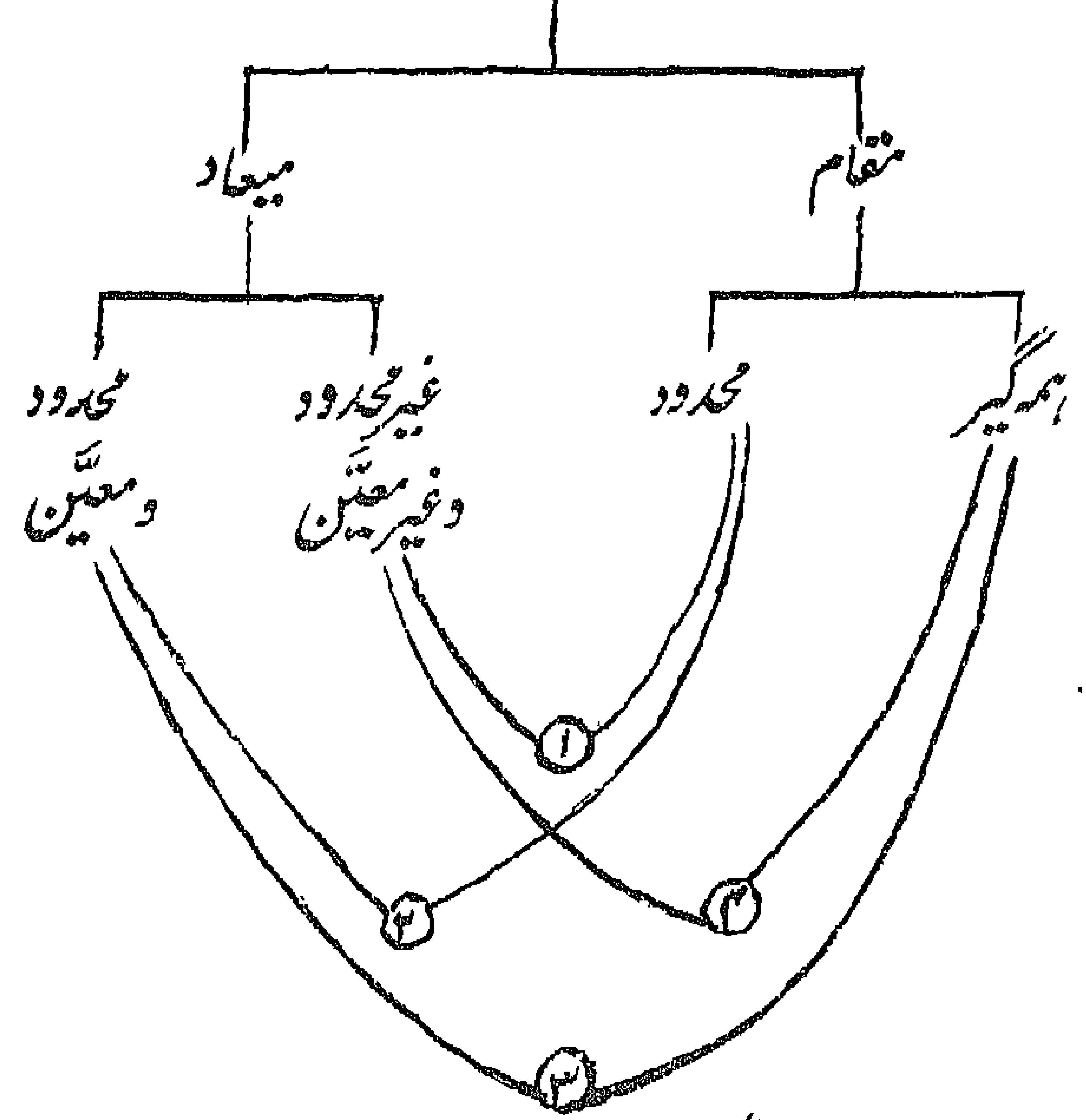

پہلی صورت محاذ جنگ پر عموماً پیش آجاتی ہے ہر فریق اطلاع دے کر اسے ختم کر سکتا ہے۔ اسے دکھنی زبان میں آمبال کہتے ہیں۔

ebooks.i360.pk

دوسری صورت عموماً میدان جنگ یا محاذ پر اس لئے ہوتی ہے کہ کوئی گفت و شنید کریں یا کوئی مشترکہ مفاد مثلاً مُردوں کی تدفین وغیرہ عمل میں لائی جائے۔

تیسری صورت وہ عارضی صلح ہے جس میں قطعی صلحنامے کے شرائط طے ہوتے ہیں۔

چوتھی صورت جنگ کو قطعی طور سے ختم کرتی ہے۔ ایسی مصالحتوں میں اب عموماً "ہمیشہ" کا لفظ لکھ دیا جاتا ہے۔

صلح اور صلح جوئی

ف ۱۳۸ قدیم زمانے میں شکست کے باوجود اگر کسی ملک کا حکمران محفوظ رہے اور اس کے قبضے میں کچھ علاقہ ہو اور فاتح پیش قدمی کر کے مفتوح کا پورا علاقہ چھین لینا پسند نہ کرے تو جنگ بغیر کسی صلحنامے کے ختم ہو جاتی تا آنکہ مفتوح میں پھر مقابلے کی قوت نہ آجائے۔ اس کی جدید ترین مثال سنہ ۱۸۶۷ء میں ملتی ہے جب فرانس نے میکسیکو سے چپ چاپ اپنی فوجیں واپس بلا لی تھیں۔

ف ۱۳۹ اسی طرح اگر کوئی فریق جنگ اپنے غنیم کے پورے علاقے پر قبضہ کر کے الحاق کر لے تو بھی کوئی صلحنامہ نہیں لکھا جاتا۔ اس کی ایک استثنائی مثال سنہ ۱۹۰۲ء میں جنوبی افریقا کی بوئروں کی جنگ ہے، جب انگریزوں

ebooks.i360.pk

نے بوئر حکومت سے تو نہیں البتہ مشہور اور با اثر بوئر رہنماؤں سے سمجھوتے پر دستخط لئے تھے۔

دفعہ ۱۴۰ جب جنگ ختم ہونے پر ہر دو حربی مملکتوں کا وجود برقرار رہے تو ان میں صلحنامہ مرتب ہوتا ہے۔ پہلے ایک ابتدائی راضی نامہ تیار ہو کر دستخط ہوتے ہیں جس کے ساتھ خونریزی رک جاتی ہے لیکن اگر محاذ وسیع ہو تو تب تک جب اطلاع ملے۔ یاد رہے کہ ہر فوج صرف اپنی حکومت کی اطلاع کی پابند ہوگی۔ ابتدائی راضی نامے کے بعد قطعی صلحنامہ لکھا جاتا ہے۔ جس میں نزاعی مسائل کے حل پر دونوں فریق رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۱۴ء میں ایک عجیب صورت حال پیش آئی تھی کہ انگریز اور ممالک متحدہ امریکا میں جنگ تو رک گئی لیکن قطعی صلحنامے کے شرائط پر فریقین متفق نہ ہو سکے۔ مجبوراً صلحنامہ تیار ہی نہیں کیا گیا مگر جنگ دوبارہ نہیں چھڑی۔

دفعہ ۱۴۱ جب قطعی صلح ہو جاتی ہے تو:—

۱۔ امر نزاعی کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حقوق حربیت (قتل، قید، اتلاف، قبضہ، مطالبات باجگذاری و رقم، جرمانہ اور ان آخرالذکر تین چیزوں کا ادا طلب بقایا وغیرہ) ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جنگی قیدیوں کو جلد سے جلد ہر فریق رہا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ "بقاء ما کان علیٰ ما کان"۔ اس لئے

ebooks.i360.pk

معاہدہ صلح میں جب تک اس کے خلاف تصریح نہ ہو یہی سمجھا جائے گا کہ ابتدائی راضی نامے کے وقت جو فریق جس چیز اور جس جگہ پر قابض تھا وہ بعد مصالحت بھی اسی کے پاس رہیگی۔

۴۔ خانگی حقوق اور وہ معاہدے جن کی تجدید اور احیا کی ضرورت نہیں اور جو دوران جنگ میں معطل ہو گئے تھے دوبارہ کارگر ہو جاتے ہیں۔

اجزائے صلحنامہ

صلحنامے کی دستاویز میں کچھ تو عام چیزوں کا ذکر ہوتا ہے۔ لڑائی جھگڑے کا ختم ہو کر امن و صلح کا قائم ہونا اور جنگ کے پیدا کردہ امور کی یکسوئی، اور کچھ خاص چیزیں ہوتی ہیں یعنی جس موضوع پر لڑائی چھڑی تھی اس کے متعلق راضی نامہ اور بقاء ما کان علی ما کان منظور نہ ہو تو نئے انتظام کی تفصیل۔ تیسرے متفرق امور ہوتے ہیں جو عام یا خاص اجزائے صلح سے کچھ تعلق رکھتے ہوں۔ چوتھے اقرار پابندی و تعمیل اور فریقین کے نمائندگان مجاز کے دستخط اور تاریخ۔

ف ۱۴۲ اصل معاہدے کے علاوہ ضمیمے اور بعض وقت خفیہ ناقابل تشہیر دفعات بھی ہوتے ہیں جو فوراً یا رفتہ رفتہ طے اور نافذ ہوتے ہیں۔ صلحنامے پر دستخط ہونے کے بعد فریقین کی مرکزی حکومت ان کی توثیق کرتی اور توثیق شدہ دستاویزوں کا تبادلہ عمل میں آتا ہے۔ اثنائے نفاذ میں الفاظ کے مطلب اور مراد پر فریقین میں اختلاف ہو تو پھر تعبیر معاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے لیے بعض وقت

ebooks.i360.pk

کسی ثالث کو حَکَم بھی بنایا جاتا ہے جو بعد تحقیقات فیصلہ کرتا ہے مجلس اقوام اور ہیگ کی "مستقل عدالت بین الممالک" سے بھی رجوع کیا جاتا ہے (جو جنگ عظیم سے پہلے کی "مستقل عدالت تحکیم" [ہیگ سنہ ۱۹۰۲ء تا سنہ ۱۹۱۴ء] کی جانشین ہے) اور بعض وقت اگر فریقین راضی ہوں تو ترمیم بھی عمل میں آتی ہے۔ قدیم زمانے میں نفاذ کی ضمانت کے لئے "رہین" یا یرغمال بھی لئے جاتے تھے

فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا

جب یہ غیر جانبدار رہیں...... انھیں ستانے کا تمھیں کوئی حق نہیں

غیر جانبداری

تعریف | ۱۴۳۔ غیر جانبداری کے معنے یہ ہیں کہ کسی جاری جنگ میں کوئی مملکت حصہ نہ لے اور ہر دو فریقین جنگ سے مسالمانہ تعلقات برقرار رکھے۔

تاریخ | ۱۴۴۔ دو کے جھگڑے میں تیسرے کا الگ تھلگ اور ناطرفدار رہنا قریب قریب اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ دو سے زائد خود مختار ملکوں کا بہ یک وقت دنیا میں پایا جانا۔ اگرچہ ہندو اور رومی مقنن بھی اس کا ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ اس کا تصوّر بطور ایک واقعے کے کرتے ہیں، غیر جانبداروں کے حقوق و فرائض کا بیان اُن کے ہاں نہیں ملتا۔ مسلمانوں میں عہد نبوی کے متعدد معاہدے صراحت سے

ebooks.i360.pk

اسی غرض سے ہوئے تھے۔ اسی عہد کے تاریخی واقعات، اور قرآن اور بعد میں فقہ کے احکام میں بھی اس کا خاصا ذکر ملتا ہے۔ اور عرب جنگ میں غیر جانبدار رہنے والے کو مُعتزل اور غیر جانبداری کو اِعتزال کہتے رہے ہیں۔ (”غیر جانب داری اسلامی قانون بین الممالک میں“ کے عنوان سے میرا جو جرمن مضمون رسالہ زیٹڈ ڈی ام جی ۱۹۳۵ء جلد ۸۹ صفحہ ۶۰ تا ۸۰ میں چھپا ہے اس میں اس کی تفصیل ملیگی)

یوروپ میں غیر جانب داری کا قانونی تصوّر تین سو سال سے زیادہ پرانا نہیں اور ابتدا میں یہ تصوّر بہت مدھم اور دھندلا تھا چنانچہ گروتیوس کی رائے ہے کہ کسی جنگ میں غیر جانب دار کو چاہیئے کہ حقدار کے ساتھ رعایت ملحوظ رکھے اور ظالم کے ساتھ رُکھائی بلکہ سختی برتے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ایک حربی کا اپنے غنیم سے کسی غیر جانب دار کو تجارتی تعلقات باقی رکھنے میں رکاوٹیں ڈالنا ——— جس کا قدیم یونانی اور رومی تاریخ میں بھی کہیں کہیں پتہ چلتا ہے ——— کس حد تک قانونی اہمیت رکھتا تھا۔ قدیم زمانے میں غیر جانب داری کے معاہدے کے بغیر ناطرفداری کی پابندی نہیں عائد ہوتی تھی۔ لیکن اب حربیت اور غیر جانب داری کے علاوہ ایک درمیانی صورت کی اجازت نہیں دیجاتی اور کسی غیر جانب دار مملکت کو کھلم کھلا اور سرکاری طور سے کسی ایک فریق جنگ کو اخلاقی یا مادّی مدد دینے کی آزادی

ebooks.i360.pk

نہیں ملتی۔ اور ۱۷۹۳ء میں برطانیا اور فرانس کی جنگ میں ممالک متحدہ امریکا کا طرزِ عمل ایک موثر نظیر بن گیا ہے۔

احکام ف ۱۴۵ ۔ غیر جانب داری کا اصول یہ ہے کہ غیر جانبدار کسی بھی حربی کے قطعاً ناطرفدار ہیں اور ہر حربی بھی غیر جانب دار کی خود مختاری اور اقتدارِ اعلا کا سختی سے احترام کرے۔ بہ ظاہر یہ خیال کیا جائیگا کہ کسی جنگ کے چھڑنے کے باوجود بھی غیر جانب دار کو وہی آزادیٔ عمل حاصل رہنی چاہیئے جو جنگ سے پہلے اُسے حاصل تھی، لیکن عملاً ایسا نہیں ہوتا بلکہ غیر جانب دار کو جہاں بعض حقوق سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، وہیں اُسے بعض نئے حقوق بھی حاصل ہوجاتے ہیں۔

غیر جانبدار بنانا ف ۱۴۶ لیکن غیر جانب دار کے حقوق اور فرائض بیان کرنے سے پہلے غیر جانب دار ہونے اور غیر جانب دار بنادیئے جانے میں فرق کی ضرورت ہے۔ اس قسم کی نظیریں ملتی ہیں کہ بہت سی ہمسایہ سلطنتیں مل کر کسی مملکت کو یا اس کے کسی حصہ کو یا کسی ندی یا آبنائے کو غیر جانب دار قرار دیدیں۔ ایسے غیر جانب دار بنائے ہوئے علاقے میں نہ تو اُس کی مالک سلطنت جنگ کرسکے گی، اور نہ کسی اور مملکت کو یہ اجازت ہوگی۔ عموماً دو یا زائد قوی سلطنتیں اپنے بیچ میں ایک حاجز مملکت (بفر اسٹیٹ) کھڑی کرلیتی ہیں اور باہمی مفاد کی خاطر اس کو مستقلاً غیر جانب دار قرار دیدیتی ہیں

ebooks.i360.pk

اور اس کے حق جنگ سے دائمی دست برداری کے معاوضے میں اس کی حفاظت کا وعدہ کرتی ہیں چنانچہ ۱۸۱۵ء میں انگلستان آسٹریا، فرانس، پروشیا، اور روس نے سوئٹزرلینڈ کو مستقلاً غیر جانب دار قرار دیا اور سوئٹزرلینڈ میں جنگجوئی نہیں رہی ہے اور چونکہ اس حالت کو برقرار رکھنے ہی میں ہمسایوں کا فائدہ ہے، اس لئے اس کی خلاف ورزی اب تک نہیں ہوئی ہے ۱۸۳۱ء میں بلجیم کو ہالینڈ سے الگ کر کے اسے یوروپ کی بڑی قوتوں نے مستقلاً غیر جانب دار بنا دیا تھا۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں جرمنی نے فرانس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلجیم پر حملہ کر دیا اور یوروپ کی اس بڑی جنگ کے بعد بلجیم کی مستقل غیر جانب داری کو صراحت کے ساتھ ختم کر دیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں لگزمبورگ کو بھی ایک مستقلاً غیر جانب دار مملکت قرار دیا گیا۔ اور چونکہ کوئی مستقلاً غیر جانبدار مملکت کو مدافعت کے سوا کسی اور جنگ کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے باوجود لگزمبورگ سے متعلق منعقد شدہ کانفرنس میں حصہ لینے کے بلجیم کو اس معاہدے میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ وہ خود مستقلاً غیر جانب دار بنا دیا گیا تھا۔ یوروپ کی بڑی جنگ کے بعد سے اس کی بھی غیر جانب داری صراحت کے ساتھ ختم کر دی گئی ہے۔

ebooks.i360.pk

ف ۱۴۷ کسی صوبے یا حصۂ مملکت کو غیر جانب دار بنانے کی بھی نظیریں ملتی ہیں۔ لیکن یہ عملاً بے سود ہیں۔ کیونکہ ایسے مستقلاً غیر جانب دار صوبے کی مالک سلطنت کو جنگ کی آزادی رہتی ہے اور وہ اس صوبے سے سپاہی اور دیگر جنگی چیزیں برابر حاصل کرتی ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ غنیم ایسے برائے نام غیر جانبدار علاقے کا کوئی احترام کرے۔

ف ۱۴۸ بعض آبی راہوں مثلاً نہر سویز کے متعلق بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا اصل باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کو نہر سویز کا اپنے لئے ہمیشہ کھلا رکھنا مطلوب تھا اور نہر سویز کی مالک (ترکی) میں اتنی قوت نہ تھی کہ انگلستان وغیرہ کے مطالبے سے انکار کر سکے ۱۹۱۴ء کی بڑی جنگ کے بعد آبنائے بوسفورس اور آبنائے دردانیل بھی نہتے اور مستقلاً غیر جانب دار بنا دئے گئے تھے۔ لیکن ۱۹۳۶ء میں مونٹریو کانفرنس میں ترکی کے مالکانہ حقوق بڑی حد تک پھر تسلیم کر لئے گئے۔

قانون غیر جانب داری میں نہ صرف سلطنتوں کے بلکہ ان کی رعایا کے حقوق و فرائض سے بھی بحث ہوتی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یوں واضح کیا جا سکتا ہے:-

ebooks.i360.pk

غیر جانبدار مملکت کے حقوق

ف ۱۴۹ (۱) اگر کوئی جنگ چھڑے تو فریقین جنگ کا فریضہ ہوتا ہے کہ غیر جانب دار مملکتوں کی سرزمین میں کوئی معرکہ آرائی نہ کریں۔ فریقین کی سرزمین میں، کھلے سمندر میں اور اس علاقے میں جو کسی بھی مملکت کے ملکیت میں نہ ہو، جنگ کی جا سکتی ہے۔ لیکن حربیوں کو چاہیئے کہ غیر جانب دار مملکت کے علاقے کا احترام کریں خواہ وہ خشکی ہو یا تری۔ چنانچہ غنیم کا تعاقب کھلے سمندر میں شروع کیا جائے اور وہ غیر جانب دار پانی میں پہنچ جائے تو وہاں لڑائی اور گرفتاری کی اجازت نہیں ہوگی۔ غرض غیر جانبدار علاقے میں نہ تو کسی جنگی کارروائی کی ابتدا ہو اور نہ انتہا۔

ف ۱۵۰ (۲) لاسلکی کی ترقی سے بحری تاروں کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ چونکہ غیر جانب دار ملک کی بحری تاروں سے جو کھلے سمندر میں سے گزریں، حربیوں کو نامہ و پیام میں مدد ملتی ہے، اس لئے غنیم کو اس سے محروم کر دینے کی کوشش کا باعث سمجھ میں آسکتا ہے۔ بحری تاروں کی چار صورتیں ہیں:۔

ا۔ جب وہ کسی حربی ملک کے دو حصوں کو ملاتی ہو۔ غنیم ان کو بے تکلف تباہ کر سکتا ہے۔ اور خبر رسانی پر اور طور

ebooks.i360.pk

سے نگرانی (سنسر) قایم کرسکتا ہے۔

ب۔ جب وہ ان دو ملکوں کو ملاتی ہو جن میں اب جنگ چھڑی ہے۔ فریقین اس کو کاٹ بھی سکتے ہیں اور باہمی رضامندی سے کوئی اور انتظام بھی روا رکھ سکتے ہیں۔

ج۔ ایک غنیم کے ملک سے کسی غیر جانب دار ملک کو ملاتی ہو۔ اگر دوسرا غنیم ان کو کاٹ ڈالے تو غیر جانب دار ملک کو ہرجہ پانے کا حق پیدا ہوتا ہے لیکن اس قسم کے متعلق یکساں رواج پیدا نہیں ہو سکا۔

د۔ دو غیر جانب داروں کے ملک کو ملاتی ہو۔ عموماً اس کو کاٹنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ملتی۔

بہرحال جیسا کہ عرض ہوا، لاسلکی کی بڑھتی ہوئی ترقی سے بحری تاروں کی اہمیت گھٹتی جا رہی ہے۔

۱۵۱ (۳) حربیوں کا تیسرا فریضہ یہ ہے کہ غیر جانبدار علاقے میں جنگی تیاریاں نہ کرے۔ رنگروٹوں کی بھرتی، فریقین جنگ کے جنگی جہازوں کا ہتیار حاصل کرنا، فوجی مہموں کو تیار کرنا، اور غنیم کی تاک میں رہنا ـــــ ان سب کی ممانعت ہے۔ بعض معاہدوں میں یہ طے ہوا ہے کہ غیر جانب دار علاقے کو مستقر کارروائی جنگ (بیس آف آپرے شن) بنانا اور وہاں

"جنگجویانہ مہم" (وار لائک ایکسپیڈیشن) کی تیاری کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان اصطلاحوں کے معنے نہیں بتائے گئے ہیں لارنس کی رائے میں اوّل الذکر سے مراد یہ ہے کہ جن کاموں کو تھوڑی مقدار اور تھوڑے عرصے کے لئے کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھا جا سکے، لیکن زیادہ مقدار یا زیادہ عرصے کے لئے کرنے میں کسی حربی کو اپنے غنیم پر بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے، ایسے کاموں کو اپنے علاقے میں کرنے دینا "مستقر کارروائی جنگ" کہلاتا ہے مثلاً کسی جنگی جہاز کا کثیر مرمت یا آرام کے لئے آنا یا بحری غنیمت کو لا رکھنا تاکہ غنیم دوبارہ ان کو چھین نہ سکے، اسی میں داخل ہیں۔ جنگجویانہ مہم کے معنے یہ لئے جاتے ہیں کہ سپاہیوں کا افسروں کی سرکردگی میں لڑائی میں حصہ لینے کے لئے ایک تنظیم کے ساتھ جانا۔ ۱۸۷۰ء میں جرمنی اور فرانس میں جنگ چھڑی تو نیویارک سے دو فرانسیسی جہازوں میں بارہ سو فرانسیسی روانہ ہوئے جہازوں میں کچھ سامان جنگ اور بندوقیں بھی تھیں۔ مگر چونکہ ان فرانسیسیوں کے نہ تو کوئی افسر تھے اور نہ ان میں کوئی فوجی تنظیم تھی اس لئے اس روانگی کو جنگجویانہ مہم نہیں سمجھا گیا۔

ف ۱۵۲ اگر غیر جانب دار ملک اپنی غیر جانب داری کی حفاظت کے لئے کوئی قواعد نافذ کرے تو حربیوں کو چاہئے

کہ ان کی تعمیل کریں۔ مثلاً جنگی جہاز غیر جانب دار بندرگاہ میں کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں، کتنا کوئلہ اور مایحتاج (غذا و غلہ) لے سکتے ہیں، کتنی مرمت کرا سکتے ہیں وغیرہ۔ غیر جانب دار خشکی میں حربی سپاہیوں کو آنے یا گزرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ورنہ انہیں نظر بندی سے سابقہ پڑتا ہے۔ صرف بیماروں اور زخمیوں کے ساتھ رعایت کی جا سکتی ہے۔

بڑی جنگ کے آخر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ عارضی صلح کے دوران میں جرمن فوجوں کو حربی علاقوں کا تخلیہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ستر ہزار جرمن فوج بلجیم سے واپسی میں ہالینڈ کی راہ گزرنا چاہتی تھی۔ ہالینڈ (غیر جانب دار) میں ان کو روکنے کی قوت نہ تھی۔ ان کو نظر بند کرنا اس وجہ سے ممکن نہ تھا کہ ملک میں غذا کی بڑی قلت تھی۔ چونکہ جنگ ختم ہو رہی تھی، اس لئے نہتا کر کے ان کے گزارنے پر متحاربین چپ ہو گئے۔

ف ۱۵۴ اگر کسی ملک کی غیر جانب داری کی حربیوں کے کسی فعل سے خلاف ورزی ہو تو حربی ہرجہ دیں اور تلافی کریں۔ بعض وقت کسی چیز کی بجنسہ واپسی، بعض وقت واپسی مع ہرجہ اور بعض وقت محض معذرت عمل آتی ہے۔ اسی سلسلے میں اس غصب اور بیگاری کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو قرون متوسطہ میں

ebooks.i360.pk

یورپ میں پیدا ہوا اور اب تک باقی ہے۔ اس جاہلانہ رسم کا (جسے انگاری کا نام دیا گیا ہے) مطلب یہ ہے کہ اگر جنگ کے زمانے میں سخت ضرورت محسوس ہو تو غیر جانب دار کی جائداد اور رعایا سے جو کسی حربی کے علاقے (یا عدالتی اقتدار) میں ہوں جبری استفادہ اور بیگاری لی جاسکتی ہے، خواہ یہ جائداد سرکاری ہو یا خانگی۔ البتہ معاوضہ دیا جانا چاہیئے۔ جنگ عظیم کے موقع پر انگریزوں نے غیر جانب دار ترکی کے زیر تعمیر جنگی جہاز اسی طرح ضبط کر لئے اور ہالینڈ اور سویڈن کے تجارتی جہازوں کو بیگاری کے لئے روک لیا تھا۔

غیر جانبدار مملکت کے فرائض

دفعہ ۱۵۶۔ بعض امور کی حد تک عام اتفاق ہے اور بعض کے متعلق عمل میں اختلاف ہے۔ حربیوں سے برتاؤ میں غیر جانب دار مملکت کو پانچ طرح سے رہنا پڑتا ہے:۔

۱۔ بعض باتوں سے رکنا۔

۲۔ بعض باتوں سے روکنا۔

۳۔ بعض باتوں کو گوارا کرنا۔

۴۔ بعض باتوں کو بحال کرنا۔ (سابقہ حالت پر رد مظالم کے ذریعے)

۵۔ بعض باتوں کا ہرجانہ دینا۔

ebooks.i360.pk

ف ۱۵۵ پہلی قسم کے سلسلے میں فریقین جنگ کو ہتھیاروں اور جنگی جہازوں سے مدد دینا، معرکہ آرائیوں سے متعلق صرف ایک فریق جنگ سے خاص مراعات ملحوظ رکھنا، کسی بھی فریق کو رقم چندے میں یا قرض دینا یا قرض کا کفیل بننا ممنوع ہیں، لیکن غیر جانب دار خانگی رعایا پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء کی جنگ طرابلس میں ترکی حکومت جرمنی سے ہتھیار خریدتی رہی اور ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان میں ترکی اور اس کے حریف ہر دو حربی فریق جرمنی اور آسٹریا کی منڈیوں سے ہتھیار پاتے رہے۔ ۱۹۱۵ء میں غیر جانب دار امریکا سے (الارنس کے بیان کے مطابق) متحدین نے نو مہینوں میں محصول سے تین کروڑ بیس لاکھ پونڈ زیادہ کے ہتھیار خریدے۔ غیر جانب دار حکومت بطور خود البتہ چاہے تو اپنی رعایا کو روکنے کا حکم دے سکتی ہے۔ اسی طرح حالیہ جنگ حبشہ و اٹلی میں جب اٹلی کو مجلس اقوام نے ظالم قرار دیدیا تو مجلس اقوام نے اپنے ارکان کو حکم دیا کہ اٹلی کو ہتھیار نہ بھیجیں اور صرف حبشہ کو بھیجیں۔ البتہ طبی امداد کے لئے ہلال احمر یا صلیب احمر وغیرہ کے دستوں کا رضاکارانہ بھیجنا جانب داری نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح دستور مجلس اقوام کی ف ۱۶ کے تحت ظالم حربی کا معاشی مقاطعہ کرنا بھی ۱۹۳۶ء میں حبشی جنگ کے سلسلے میں پہلی مرتبہ اور ایک محدود

ebooks.i360.pk

حد تک عمل میں لایا گیا گو ہنگری اور البانیا نے باوجود مجلس اقوام کی رکنیت کے اٹلی سے ان کے تجارتی تعلقات کی مخصوص نوعیت سے مجبور ہو کر اس بائیکاٹ میں شرکت سے انکار کیا۔ مجلس اقوام کے غیر رکن ممالک میں مصر نے انگریزی اثر سے مقاطعے میں شرکت کی جس کے باعث اسے اٹلی کی کافی مخالفت مول لینی پڑی۔ غیر جانبدار کے لئے کسی حربی سے دوران جنگ میں اس کا مال غنیمت خریدنا بھی ممنوع ہے۔

۱۵۶۔ جن چیزوں سے روکنا غیر جانبدار کا فریضہ ہے ان میں بڑی حد تک وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن سے رکنا حربیوں کا فریضہ ہے۔ ان باتوں کو روکنے میں قوت کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ غیر جانبدار ملک اپنے علاقے میں حربیوں کو (یا حربیوں کے لئے) فوجی مہموں کی تیاری سے روکنے کا پابند ہے خواہ اس طرح کی فوجی تنظیم خانگی اشخاص ہی کیوں نہ کریں۔ حربیوں کے جنگی جہازوں کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت نہ دینا ہی ایک معقول اور قابل عمل طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ جنگی تیاریوں میں رنگروٹوں اور رضاکاروں کا بھرتی کرنا بھی شامل ہے۔ رعایا کے بلا تنظیم اپنے طور پر کسی حربی کی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے جانے کی البتہ ممانعت نہیں ہے۔

ebooks.i360.pk

اسپین کی موجودہ خانہ جنگی میں روس، اٹلی، جرمنی، آئرلینڈ وغیرہ سے رضاکار کسی نہ کسی فریق کی طرف سے بھرتی ہونے کے لئے جس کثرت سے آرہے ہیں ان سے اخبار بھرے رہتے ہیں۔ غیر جانب دار کو چاہئے کہ کسی حربی جنگی جہازیا مال غنیمت کو زیادہ عرصے اپنی بندرگاہ میں رہنے نہ دے اور نہ اُن کی ایسی مرمت کی اجازت دے جن سے ان جہازوں کی جنگی قوت میں اضافہ ہوجائے اور نہ ہی ان جہازوں کو بار بار اور کثرت سے (خواہ مختصر عرصے کے لئے) اپنے ہاں آنے اور غیر جنگی سامان (مثلاً کوئلہ یا غذا وغیرہ) لیجانے دے۔ آخر میں غیر جانبدار ملک کو چاہئے کہ اپنے علاقے میں نہ تو حربیوں کے لئے کوئی اطلاع کا مرکز قایم کرنے دے، اور نہ اپنے لاسلکی یا تار کے دفتروں سے جنگی احکام رسانی وغیرہ کا کام لینے دے ——— کم از کم ایک کو اجازت دے کر دوسرے کو محروم نہ رکھے۔

ف ۱۵۸ کسی جنگ کے زمانے میں غیر جانب دار ملکوں کے لئے جن چیزوں کو گوارا کرنا پڑتا ہے، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ کسی حربی کے ملک میں ان کی جو جائداد ہو اُسے اگر جائز جنگی کارروائیوں کے سلسلے میں ضرر پہنچے یا ان کی رعایا کو کوئی تکلیف اٹھانی پڑے یا فریقین جنگ جہازوں کی تلاشی لیں، اور غنیم کے ملک کو برآمد ہونے والے ہتھیار ضبط کریں اور غنیم کی کسی بندرگاہ

ebooks.i360.pk

کو بند کر کے آمد و رفت کو غیر جانب داروں کے لئے بھی روک دیں تو غیر جانب دار کو چپ رہنا اور گوارا کرنا پڑتا ہے۔ جہازوں کی تلاشی سے خاص کر کافی خرچ اور نقصان ہوتا ہے۔ لیکن جب تک فریب کے امکانات انسانی سماج میں باقی رہیں گھن کے ساتھ کیڑے کو بھی پسنا پڑے گا۔ گو "بدنام کنندہ نکونامے چند" ہی ہوتے ہیں۔

دفعہ ۱۵۱۔ سابقہ حالت پر بحال کرنے کا فریضہ اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب غیر جانب دار کے ملک میں حربی اپنے غنیم کو کچھ نقصان پہنچائے۔ مثلاً جہاز کا تعاقب کر کے گرفتار کرلے ایسی صورتوں میں غیر جانب دار کا فریضہ ہے کہ غاصب سے چھینی ہوئی چیز لے کر مغصوب منہ کو واپس دلائے۔ اگر ملزم جہاز اس کے حدود اختیار میں ہو تو اپنے جبریہ ذرائع کی مدد سے ورنہ اس کی حکومت سے سفارتی ذرائع سے اس سرزوری کی تلافی کرائے۔ ایک حربی اپنی بحری غنیمت کو موسم کی خرابی، ایندھن کی کمی، یا تباہی یا کسی اور خرابی کی وجہ سفر کے ناقابل ہو یا عدالت غنائم بحری کے فیصلہ ضبطی کا انتظار ہو تو غیر جانب دار بندرگاہ میں لاسکتا ہے۔ لیکن اگر ان وجوہات کے علاوہ کسی اور غیر معقول وجہ سے (مثلاً تعاقب سے بچنے کے لئے) لایا گیا ہو تو بھی "ردّ مظالم"

ebooks.i360.pk

غیر جانب دار کا فریضہ ہے۔ اِس سلسلے میں غیر جانب دار ملک کا چارۂ کار ایک تو سفارتی شکایت ہے، دوسرے بزور کسی خلاف غیر جانب داری فعل کو روکنا یا ہونے پر تلافی کرنا ہے (اور انسٹی ٹیوٹ آف اِنٹرنا شنل لا کے مطابق تو غیر جانب دار ملک ملزم کا اپنے حدود کے باہر کھلے سمندر میں بھی تعاقب کرسکتا ہے)۔ تیسرا طریقہ اپنی عدالت غنایم بحری کی مدد سے ملزم جہاز سے اس کی غنیمت لے کر متنفر کو واپس دلائے۔

ف ۴۵۹ یہ بھی معقول ہے کہ اگر کسی غیر جانب دار کی غفلت یا بدخواہی کی وجہ سے کسی حربی کو نقصان پہنچے تو اس غیر جانبدار کو ہرجہ دینے کا پابند کیا جائے۔ غفلت کے سلسلے میں سنہ ۱۸۶۲ء کا الاباما کا مقدمہ قابل ذکر ہے۔ امریکی خانہ جنگی کے زمانے میں ممالک متحدہ امریکا کی حکومت نے انگلستان کی حکومت کی توجہ اس جانب منعطف کرائی کہ باغیوں کے لئے ایک جنگی نوعیت کا جہاز ــــ جس کا نام بعد میں الاباما رکھا گیا ــــ بن رہا ہے۔ الاباما انگلستان سے بالکل غیر جنگی حالت میں گیا لیکن بحر ظلمات (اٹلانٹک) کے وسط میں جزائر آزور پہنچا تو انگلستان سے تین جہاز جنگی سامان لے کر آئے اور الاباما لیس ہوکر ممالک متحدہ امریکا کے تجارتی جہازوں پر چھاپہ مارنے لگا۔

ebooks.i360.pk

کئی سال کی بحث پر انگلستان اور ممالک متحدہ تحکیم پر آمادہ ہوئے۔ اور ۱۸۷۲ء میں حَکَموں نے جنیوا میں فیصلہ کیا کہ انگلستان اپنی نامناسب غفلت کی پاداش میں ممالک متحدہ امریکا کو تیس لاکھ پونڈ ہرجہ دے۔

غیر جانبدار کی تجارت

۱۶۰۔ اس باب کا زیادہ تر تعلق حربی ملک اور غیر جانب دار خانگی افراد کے باہمی برتاؤ سے ہے۔

پرانے زمانے میں یورپ میں قاعدہ رہا ہے کہ فریقین جنگ میں سے ہر ایک اپنے حریف کو نقصان پہنچانے کے لیے غیر جانبدار ملک کی تجارت کو بھی حریف کے ملک سے جبراً بند کر دے۔ بیوپار کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور ملکوں کے باہمی احتیاج نے اس سختی کو گھٹانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ یہ تو ابھی ممکن نہیں ہے کہ کسی جنگ میں غیر جانب دار ممالک حربیوں سے اسی طرح کاروبار کرتے رہیں جس طرح حالت امن میں۔ پھر بھی اس کے ساتھ وہ سختی روا نہیں رکھی جا سکتی جو پہلے ممکن تھی۔

خشکی کی تجارت میں زیادہ پیچیدگی نہیں ہے غنیم کے علاقے

میں غیر جانبدار باشندوں کے مال تجارت سے سامان اور رقم مہیا کرنے کا مطالبہ فاتح افسر اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح وہ ملک کے اصلی باشندوں سے۔

بحری تجارت میں زیادہ پیچیدگی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جہاز ایک ملک کا ہو، اسباب اور بار دوسرے ملک کا اور اس کا بیمہ تیسرے ہی ملک میں کرایا گیا ہو۔ اس طرح ایک ہی بڑے جہاز میں بیسیوں ملکوں کا مال ہو۔

یہ تو قدیم ہی سے قاعدہ بنا چلا آرہا ہے کہ غیر جانب دار ملک کسی فریق جنگ کو کچھ جنگی سامان بیچے ——— صرف بیچنا ممنوع نہیں ہے ——— تو دوسرا فریق جنگ آڑے آکر اس سامان کو چھین سکتا ہے۔ غیر جنگی سامان کی تجارت کرنے اور بیچنے کی سختیاں گھٹتی جا رہی ہیں۔ لیکن ابھی تک کوئی معینہ قاعدہ نہیں بن سکا ہے۔

قرون متوسط کا جو رواج ۱۴۹۴ء میں چھپے ہوئے کونسولاتو دل مارے میں درج ہے، وہ یہ ہے کہ دشمن جہاز میں غیر جانبدار مال مامون رہے اور غیر جانبدار جہاز سے دشمن کا مال چھین لیا جا سکتا تھا۔

ہالینڈ کی بحری برتری کے زمانے میں یہ قاعدہ پیش رہا کہ مامون جہاز کا بار بھی مامون اور دشمن جہاز کا بار بھی دشمن ہی کا سمجھا جائے۔

فرانسیسی نظریہ یہ رہا ہے کہ غیر جانب دار مال دشمن کے جہاز

ebooks.i360.pk

ہیں اور دشمن کا مال غیر جانب دار کے جہاز میں بھی قابل ضبطی ہیں نیز غیر جانب دار جہاز بھی ضبط کیا جا سکتا ہے۔

سنہ ۱۸۵۶ء کے اعلان پاریس کے ذریعے جو معاہدہ ہوا تھا وہ یہ تھا دشمن کا مال غیر جانب دار جہاز میں اور غیر جانب دار کا مال دشمن کے جہاز میں قابل ضبطی نہیں ہیں۔ بجز ممنوعہ جنگی اشیاء کے (دیکھو آئندہ ف ۱۶۷)۔

گزشتہ بڑی جنگ میں اس پر عمل جاری نہ رہ سکا اور ہر فریق نے دوسرے کی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کر کے اور ممنوعہ اشیاء کی فہرست بڑھا کر غیر جانب دار تجارت کو بند سا کر دیا۔

قابل ضبطی غیر جانبدار جہاز

ف ۱۶۱ علاوہ محاصرہ شکنی، ممنوعہ باربرداری اور خلاف غیر جانبداری افعال کی صورتوں کے، غیر جانبدار کا جہاز چند صورتوں میں کوئی فریق جنگ ضبط کر سکتا ہے:-

(۱) وہ جہاز جن کی حفاظت ان کی حکومت خاص طور سے نہ کرے، چند صورتوں میں قابل ضبطی ہیں۔ ایک فریق جنگ کا جہاز جو بر اسے نام یا خود اعلان جنگ کے بعد اثرات جنگ سے بچنے کے کسی غیر جانب دار کے نام منتقل کر دیا جائے۔ اسی طرح وہ غیر جانبدار جہاز جو کسی فریق جنگ کے جھنڈے، اجازت یا سند سے سفر کرے،

ebooks.i360.pk

نیز دوران حمل و نقل میں جو مال کوئی فریق جنگ اپنے جھنڈے کے جہاز میں کسی غیر جانبدار کے نام منتقل کر دے وہ مال بھی قابل ضبطی ہے مزید براں جو غیر جانبدار جہاز کسی حربی جنگی جہاز کی تلاشی میں آڑے آئے وہ بھی قابل ضبطی ہے۔

۴۔ سترھویں صدی کے وسط سے یہ رواج نکلا کہ کوئی غیر جانبدار ملک اپنے جنگی جہازوں کی حفاظت اور ہمراہی میں اپنے ملک کے تجارتی جہاز روانہ کرے۔ بیسویں صدی کے آغاز تک اکثر ممالک نے تسلیم کر لیا کہ ایسے تجارتی جہازوں کی تلاشی نہ لی جائے۔ البتہ حربی جنگی جہاز، محافظ جنگی جہاز سے ان امور کا تحریری مواد طلب کر سکتا ہے جو اُسے تلاش پر معلوم ہوتے۔ اگر حربی جہاز کو شبہ ہو تو محافظ جہاز تحقیقات کرے۔ اور شبہہ ٹھیک نکلے تو ایسا تجارتی جہاز حفاظت سے محروم ہو جائے۔ اگر حربی اور محافظ جہازوں میں اتفاق رائے نہ ہو سکے تو سفارتی شکایت کی جائے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کے غیر موثقہ اعلان لنڈن کا یہ قاعدہ ایک حد تک اب بھی زیر عمل ہے۔

غیر جانبدار جنگی جہاز کسی حربی کے تجارتی جہاز کے لئے محافظ دستے اور خفارے کا کام انجام دینے کے مجاز نہیں۔ اسی طرح غیر جانبدار تجارتی جہاز کا کسی حربی کے جنگی جہاز کی پناہ میں سفر کرنا جانبداری سمجھا جاتا ہے اور وہ موقع ملنے اور گرفتار ہونے پر قابل ضبطی ہو جاتا ہے۔

بحری ناکہ بندی

دفعہ ۱۶۳ ہر حربی مملکت کو حق ہوتا ہے کہ اپنے غنیم کی بندرگاہوں یا ساحل کو ہر کسی کا آنا جانا بند کر کے غنیم پر دباؤ ڈالے اس کے لئے بندرگاہ یا ساحل کے قریب جنگی جہاز بھیج کر خلاف ورزی کی روک تھام کی جاتی ہے۔ ۱۹۱۴ء کی بڑی جنگ میں جرمنی نے آبدوز کشتیوں کی مدد سے انگلستان کا محاصرہ کیا تھا۔ اور محاصرہ شکنی کرنے والے غیر جانبدار جہازوں کو بھی ڈبونا شروع کیا تھا۔ انگریزی اور فرانسیسی عدالت اسے ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ کھلے سمندر کے بڑے رقبوں کو جرمنی نے دائرہ جنگ قرار دیا تھا۔ ہمارے خیال میں ایسا دائرہ جدید آلات ناکہ بندی کی قوت کے لحاظ سے تنگ اور پھیلا ہوا ہو سکتا ہے۔ کمزور کو پالیسی سے تو ان روک سکتا ہے۔

بحری ناکہ بندی کے لئے واقعی طور سے جہاز بھیجنا اور غیر جانبدار ممالک کو اس واقعے سے باخبر کرنا ضروری ہے۔ کاغذی ناکہ بندی کے اعلان کی غیر جانبدار ممالک خلاف ورزی کریں تو ان سے بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔

ناکہ بندی کرنے میں اتنی قوت لا کھڑی کرنی چاہئے جو خلاف ورزی کرنے والوں کو بزور روک سکے۔ اور اعلان میں ناکہ بندی کے حدود اور تاریخ آغاز

کی تفصیل بھی ہونی ضروری ہے۔ نیز یہ بھی کہ کسی محصور بندرگاہ میں جو غیر جانبدار جہاز فی الوقت موجود ہوں وہ کتنی مدت میں واپس جا سکتے ہیں۔ یہ بحری ناکہ بندی صرف تخاصم کی بندرگاہوں کی ہوتی ہے۔ خود اپنی بندرگاہوں میں عام آمدورفت بند کرنے کا اعلان بحری ناکہ بندی نہیں ہے۔ باغی علاقہ جنگی اغراض کے لیے اپنا نہیں بلکہ اجنبی تخاصم کا علاقہ سمجھا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۶۱ محاصرے جنگی بھی ہوتے ہیں، تجارتی یا معاشی بھی۔ جنگی ناکہ بندی میں محصور بندرگاہوں کو مسخر کرنا یا وہاں تخاصم کے جنگی جہازوں کو بند رکھنا پیش نظر ہوتا ہے۔ اور تجارتی یا معاشی ناکہ بندی سے تخاصم کی خارجہ تجارت کو روک کر اس کے ذرائع کا گھٹانا مقصود ہوتا ہے —— اگرچہ غیر جانبدار ممالک اس آخری قسم کو ناپسند کرتے ہیں مگر رواج اس کو جائز بتاتا ہے۔

دفعہ ۱۶۲ محاصرہ شکنی یعنی ناکہ بندی کی پرواہ نہ کرکے آنا یا جانا عموماً ملزم کے جہاز اور بار کو ضبطی کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ البتہ اگر اسباب کا مالک یہ ثابت کرے کہ اسے اسباب کے بار کرتے وقت جہاز والوں کے ارادۂ محاصرہ شکنی کا کوئی علم نہ تھا، تو پھر اسباب واگزاشت اور صرف جہاز ضبط کیا جاتا ہے۔ ضبطی عدالت غنائم بحری کے حکم سے ہوتی ہے۔ اگر خاص حالات میں ایسے جہاز کو تباہ بھی کیا جائے تو ملاحوں اور کاغذا

ebooks.i360.pk

جہاز کا بچانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

ف ۱۶۵ ناکہ بندی میں اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ غیر جانبدار کی بندرگاہوں کا راستہ بند نہ ہو جائے۔ لیکن بعض صورتوں میں جغرافی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی مثلاً جنگ عظیم میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے دردانیل کا محاصرہ کر لیا تھا۔ دردانیل بحر اسود کا راستہ ہے۔ اگر بحر اسود کی کوئی ساحلی مملکت جنگ میں غیر جانب دار رہتی تو پیچیدگی پیدا ہوتی۔

ف ۱۶۶ ناکہ بندی کے دوران میں کسی طوفان وغیرہ سے مجبور ہو کر کوئی غیر جانب دار جہاز محصور بندرگاہ میں صرف عارضی پناہ لینے کے لئے جانا چاہتا ہو تو محاصرہ کنندہ اپنا اطمینان کر کے اجازت دے سکتا ہے۔

ممنوعہ تجارت

ف ۱۶۷ ہر فریق جنگ کو یہ حق ہوتا سمجھا جاتا ہے کہ وہ غنیم کو ایسی چیزیں بھیجنے دینے میں آڑے آئے جن سے غنیم کو جنگ اور لڑائی میں مدد ملے۔ اس حق کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ممنوعہ اسباب چاہے غیر جانب داری غنیم کے ملانے کو لیجائے چھین لیا جا سکتا ہے۔ غیر جانب دار تاجروں کو کسی حربی کے ہاتھ ممنوعہ اسباب،

ebooks.i360.pk

اسلحہ وغیرہ بھیجنے میں آزاد ہیں۔ صرف اس اسباب کو کسی حربی کے علاقے تک خاص کر بحری ذرائع سے لے جائیں تو چھن جانے کے جوکھم کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ غرض :۔

(۱) ممنوعہ اسباب بیچنا نہیں بلکہ لیجانا جرم ہے۔

(۲) منزلِ مقصود راست ہو یا بالواسطہ، اگر کسی حربی کا علاقہ ہے تو ممنوعات کی حمل و نقل جرم ہے۔

(۳) ممنوعہ اسباب جوں ہی ممنوع منزلِ مقصود کے لئے اپنی بندرگاہ سے نکلے، جرم مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اسباب اتار دینے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس فعل کی بنا پر سزا نہیں دی جا سکتی۔

ف ۱۶۸ تجارتی اسباب کی تین قسمیں کی جاتی رہی ہیں۔ خالص جنگی، خالص غیر جنگی اور مشترک یعنی جو جنگی اور غیر جنگی دونوں ضرورتوں میں کام آتا ہو۔

خالص جنگی سامان کا لیجانا مطلقاً ممنوع ہے۔ خالص غیر جنگی سامان اگر غیر جانب دار کسی حربی کے ملک کو لیجائے تو دوسرا حربی آڑے نہیں آتا۔ مشترک قسم کا اسباب اگر کسی حربی کی فوج یا سرکاری دفتر کے نام جا رہا ہو تو چھین لیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ اس کی ممانعت مشروط ہے۔

خالص جنگی سامان میں پہلے صرف اسلحہ اور گولہ بارود داخل تھے

ebooks.i360.pk

لیکن اب اس فہرست میں بڑا اضافہ ہو گیا ہے، اور ہر حربی اس کا حق رکھتا ہے کہ جس چیز کو چاہے اس فہرست میں داخل ہونے کا اعلان کرے۔ ۱۹۰۹ء کے مشہور اعلان لنڈن میں دو سو چیزیں خالص جنگی سامان کی فہرست میں داخل کی گئی تھیں اور بڑی جنگ میں یہ فہرست ناکافی سمجھی گئی۔ علاوہ بریں عام جبری فوجی تعلیم کے باعث چونکہ آبادی کا بہت بڑا حصہ جنگی حیثیت رکھتا اور مقاتل سمجھا جاتا ہے، اس لئے اُن کی بسر برد کی ہر چیز ممنوعہ فہرست میں داخل کی جا سکتی ہے۔ ——— نہ معلوم بنی نوع انسان کی یہ بردا شتی کب تک جاری رہیگی؟

ف ۱۶۹ اسی سلسلہ میں "مسلسل سفر" کا نظریہ بھی واضح کر دیا جا سکتا ہے۔ اگر ممنوعہ اسباب ایک غیر جانب دار ملک سے دوسرے غیر جانب دار ملک کو جائے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگر یہ دوسرا غیر جانب دار ملک اسے کسی حربی کو بھیج رہا ہو تو یہ ممنوعہ اسباب کا مسلسل سفر سمجھا جاتا ہے اور ظاہری غیر جانب دار منزل مقصود کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ وہ قابل ضبطی ہوتا ہے۔ کوئی سفر سلسلہ بہ سلسلہ ممنوع مقام تک جاتا ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ عدالت غنائم بحری کرتی ہے۔

ف ۱۷۰ ممنوعہ اسباب لیجانے کی سزا یہ ہے کہ اسباب ضبط

ebooks.i360.pk

کر لیا جاتا ہے، اور جہاز بھی اگر ممنوعہ اسباب جہاز کے بار کا بالیت وزن، حجم، یا کرائے میں آدھے سے زائد ہو۔ ممنوعہ اسباب کے مالک کا غیر ممنوعہ اسباب بھی اگر اسی جہاز میں ہو تو اسے بھی ضبط کر لیا جاتا ہے۔

جنگ چھڑنے کا علم نہ ہو اور ممنوعہ اسباب بھیج دیا جائے یا کسی اسباب کے ممنوع ہونے کا علم نئی ممانعت کی بناء پر نہ ہو سکا ہو تو غیر جانبدار مالک کو معاوضہ دے کر مال ضبط کرنا چاہیئے۔

جانبداری یا خلاف غیر جانبداری خدمات

ف ۱۷۱ بہت سی باتیں ہیں جو گو لڑائی میں عملی حصہ لینا نہیں سمجھی جاتیں لیکن وہ تجارتی کاروبار سے بڑھ کر جنگی خدمات کی نوعیت اختیار کر لیتی ہے۔ غیر جانبدار کو ایسی خدمتیں انجام دینے کی ممانعت ہے۔

ف ۱۷۲ ممنوعہ اسباب لیجانے اور خلاف غیر جانبدار خدمت انجام دینے میں فرق ہے:-

(۱)۔ ممنوعہ اسباب لیجانے کا بڑا مقصد تجارت ہوتا ہے، خلاف غیر جانبداری خدمت میں تجارتی سے زیادہ جنگی نوعیت ہوتی ہے۔

ebooks.i360.pk

(۲) ممنوعہ اسباب اگر کسی حربی کو جا رہا ہو تو قابل ضبطی ہے خلاف غیر جانب داری خدمت میں منزل مقصود کو کوئی اہمیت نہیں۔

(۳)۔ ممنوعہ اسباب لیجانے میں ضبطی کا اثر سب سے پہلے خود اسباب پر ہوتا ہے۔ اور جہاز پر بعد میں اثر پڑتا ہے۔ خلاف غیر جانب داری خدمت میں جہاز پہلے گرفت میں آتا ہے۔ اور اسباب کی ضبطی صرف چند خاص صورتوں میں ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۱۶۴۔ خلاف غیر جانب داری خدمات کا کوئی معین ضابطہ نہیں ہے اس میں عام طور سے یہ دو کارروائیاں ہوتی ہیں:۔

(۱)۔ پہلے جب غیر جانب دار کا وہ مجرم جہاز اور اس کا اسباب تو ضبط ہوتا ہے لیکن جہاز کی حیثیت اس غیر جانب دار جہاز کی ہوتی ہے جو ممنوعہ اسباب لیجا رہا ہو۔ چنانچہ کسی حربی کی فوج کے سپاہیوں کا حمل ونقل، معلومات اور اطلاعات کا کسی حربی کے لئے لیجانا، ان مسافروں اور دستاویزوں کو تو قابل ضبطی بنا دیتا ہے اور جہاز کو بھی لیکن جہاز کا دوسرا سامان محفوظ رہتا ہے، سوائے اس سامان کے جو ضبط شدنی اسباب کے مالک کا ہو۔

نیز ایسے جہاز کو اس وقت تک ڈبویا یا تباہ کیا نہیں جا سکتا جب تک کہ سخت جنگی ضرورت نہ ہو۔ اور اس کا معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔

(۲) دوسرے جب غیر جانبدار کا یہ مجرم جہاز اور اس کا اسباب ضبط ہو کر جہاز غنیم کے تجارتی جہاز کی نوعیت اختیار کر لیتا ہے چنانچہ لڑائی میں براہ راست حصہ لینا (مثلاً غنیم کے جہازوں کی سمندر میں مرمت یا غنیم کے راستوں کی بحری سرنگوں کو ڈھونڈھنا اور ان کو ہٹانا وغیرہ) غنیم کی حکومت کے مقرر کردہ کارندے کو جہاز میں لے کر اس کے احکام یا نگرانی میں سفر کرنا، خدمت خالص غنیم ہی کی کرنا، سوائے غنیم کی فوج یا خبروں کو لانے لیجانے کے اور کوئی کام نہ کرنا ـــــ ایسی صورتوں میں جہاز و اسباب کو نہ صرف ضبط کیا جا سکتا ہے، بلکہ ضرورت ہو تو بلا معاوضہ اسے سمندر میں ڈبو بھی دیا جا سکتا ہے۔

تمت

ebooks.i360.pk

یہ چند صفحے جلدی میں پچیس تیس دن کے قلیل عرصے میں لکھے گئے ہیں
جن کے مواد کی ترتیب اور کیفیت بھی، فرصت ہوتی تو زیادہ بہتر ہو سکتی تھی۔
آخر میں میں اپنے محترم استاد (اور حال صدر شعبہ)
پروفیسر حسین علی مرزا صاحب کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں
جن کی کوشش سے قانون بین الممالک کا مضمون
جامعۂ عثمانیہ کے نصاب میں شامل ہوا
اور جنھوں نے مجھ میں اس کا ذوق اور
چسکا پیدا کیا گو بیانات کی ذمہ داری
خالصتہً مجھ پر ہی۔ تمنا ہے کہ خدا ہمارے
ملک کو بھی ان قاعدوں کو برتنے
کی عزت عطا فرمائے اور اہل علم
سے درخواست ہے کہ
اس نقش اولین کو
نظر انداز کر کے اس موضوع پر بہتر سے بہتر کتابیں لکھیں اور ملک اور زبان کی
خدمت فرمائیں فقط

محمد حمید اللہ

خانۂ خلیل کیلمنڈی
(حیدرآباد دکن)

ابجدی فہرست مواد

مضمون	نشان فقرہ	مضمون	نشان فقرہ
آبدوز سرنگ	۱۳۱	ابن جبیر	۵۹
آبدوز کشتی	۴۱ - ۱۳۲	ابی سینیا (نیز حبشہ)	۹-۴۱-۴۳-۴۹
آرمینیا	۱۰-۱۲ - ۳۲	اتحاد	۲۲
آزور جزائر	۱۵۹		
آسٹریا	۲۲ - ۳۰ - ۴۲	اتحاد عالم	۱۳-۱۴
آسٹریلیا	۲۲-۳۲ - ۴۸	اٹلی	۴۱-۴۳-۴۸-۴۹
آصف جاہ	۲۵		۵۷-۵۸-۵۴-۶۱-۶۲
آلبنی (ڈیوک آف)	۵۹		۱۵۵-
آلییر	۶	اٹھان	(عام اٹھان) -
آئرلینڈ	۲۲	اثرات جنگ	۸۸
آیالا	۱۳	اجازت تجارت	۱۱۳-۱۳۶-
آبدالی	۳۵	اجازت سفر	۶۲-۱۳۶-۱۶۱

اُحُد	۱۰	اشخاص	۵۷
اختیار سماعت عدالت کا	۲۹-۵۶-۵۹	اشیاء	۵۸
		اضافہ	۴۸
اڈریاٹک	۴۶	اضلاع مفوضہ	۲۵-۴۸
اراضی	۴۵	اطلاعات کا مرکز	۱۰۸
ارسطو	۶-۷	اطمینان دہانی	۲۵
ارسطوطالیس		اعتزال	۱۴۴
اسپین	۱۲-۱۳-۳۴	اعلان	(لنڈن، پاریس)
استانبول	۱۳-۵۹	اعلان جنگ	۸۷-۱۰۷
استصواب	۷۲	افریقا	۲۲-۳۲-۴۸-۴۹
استقبالی مراسم	۶۲	افغانستان	۲۵-۳۱
اسکاٹ لینڈ	۲۲	اقتدار اعلا	۴۱
اسکندریہ	۹	اقتدار عدالت	۲۹-۵۶
اسلام	۱۰-۸۷-۱۰۲	الاباما	۱۵۹
اسود (بحر)	۱۶۵	البانیا	۱۵۵
اشتراکی	۲۲	الحاق	۲۵-۴۸
اِنسٹائن بونڈ	(عہدیہ)	الکٹر	۲۲

اِیتیوْن	۷	انگلستان، انگلینڈ	۲۲-۲۵-۵۸-
امان	(جوار)	(دیکھو برطانیا)	۵۹-۱۵۹-
امانت	۸۸	اوپن ہائم	۳۷
امرندی	۹	اورنگ آباد	۲۳-۱۰۶
امریکا (ملک)	۹-۱۴-۳۰-۳۱-۴۸	اولمپیا	۷
امریکا (سلطنت)	(ممالک متحدہ)	اونٹاریو	۴۵
آمفکٹیونی	۷	ایران	۴-۹-۱۰-۲۵-۵۱
امن نامے	۷۲-۱۳۶		۵۹-
اناطولیا	۳۲	ایسٹ انڈیا کمپنی	۲۵-۲۶-۳۴-۴۸-۵۵
انتداب	۳۲-۸۲	ـــــ کا معاوضہ	۲۵-
انجمن	(مجلس اقوام)	ایشیا، ایشیائیوں کیلئے	۴۱
انجمن قانون بین الممالک	۳۷-۴۷	ایوان رؤسا	۲۵
اندور	۲۳-۱۰۶	بابل گاؤں	۲۳
انسداد بے رحمی	۱۰۰	باربروس	۹
انضمام	۲۲	بالشویک	۳۳-۴۳
انعام جاگیر	۵۴	باویریا	۲۲
انگاری	۱۵۳	بائکاٹ	۱۵۵

بچن	۱۰۲
بحری جنگ	۱۰۳
——— ڈاکہ	۸۵-۱۲۰
——— فوج	۴۶
——— ناکہ بندی	۵۸-۱۶۲
بدرقہ	۱۶۱
برابری	(مساوات)
برار	۲۵،۴۱،۵۲-۵۳
برازیل	۴۹
بردہ فروشی	۱۰۲-۱۲۰
برطانوی ہند	۲۲
برطانیا	۲۵-۴۱-۴۲-۴۳ ۴۹-۵۳-۵۵-۸۲ ۸۵-
بروسیل	۱۰۰
بریاں	۶۱
بڑی جنگ	(جنگ عظیم)
بڑی سلطنتیں	۶۱-۶۲
بستی، بسنا	۱-۴۸
بسرابیا	۴۸
بغاوت	۲۷-۲۸
بغداد	۱۲-۶۴
بفراسٹیٹ	(حاجز مملکت)
بلجیم	۳۹،۴۲،۱-۵۲
بمباری	۸۴-۱۱۲
بمبئی	۴۸
بندش	۸۵
بندیل کھنڈ	۲۳
بنکا پہاڑی	۲۶
بوسفورس	۴۶-۱۴۸
بوندس انشٹاٹ	(وفاق)
بوئر	۴۸-۱۳۹
بھوپال	۲۲
بیت المقدس	۹

بیچ بچاؤ	۴۲	پاناما	۴۶
بیدر	۲۳-۱۰۶	پانڈی چیری	۲۲
بیر معونہ	۱۰	پانگلر	۲۵
بین قطبی سلطنت	۲۴-۸۴	پیٹرول	۴۵
بے ضرر گزر	۴۵	پیٹے	۵۴
بیع	۴۸	پٹیالہ	۲۵-۱۰۶
بے قاعدہ فوج	۱۲۴	پٹیل گری	۲۳-۱۰۶
بیمار	۱۰۳-۱۵۲	پچھواڑی کھاڑی (یا کہ لیے)	۴۸
بیمہ	۱۶۰		
بین الاقوام	۱۶-۱۳۴	پرتگال	۲۵-۴۲-۱۱۳
بین الملوک	۳۰	پرتھی راج	۲۲
بین الممالک	۱۶	پرچہ نویس	۶۳
ـــــ عدالت	۲۳-۱۴۲	پرشیا (جرمنی)	۳۰
پادری	۱۰۳	پریٹر پریگرینس (مفتی عدالت خاصہ)	۸-۲۹
پارنہ	۴۳		
پارلیس	۹۰-۱۲۸-۱۶۰	پیرے نیز پہاڑ	۱۳
پاسپورٹ	۷۲	پڑاؤ	۱۰۸

پناہ	۵۹	تحت علاقہ سمندر	۴۶-۵۸
پنچایت	(تحکیم)	تحکیم	۲-۱۲-۳۷-۴۲
پوپ	۱۲-۱۳-۱۴-۶۸-۶۹	تحویل ملزمین	۵-۵۹-۶۰-۸۱-۱۰۳
پونڈورف	۱۳	ترکستان	۱۰-۵۹
پولینڈ	۳۲	ترکی	۹-۲۲-۲۵-۳۱
پھٹنے والی گولیاں	۱۰۰		۳۴-۴۳-۵۴-۵۹
پھلجڑی	(پانڈی چیری)		۸۲-۹۰-۱۵۳
پیرس	(پاریس)	تسلط	۱۰۸
پیریئیے	۱۲	تسلیم (حکومت وغیرہ کی)	۲۵-۲۸-۳۴
تار	۱۵۰	تصادم قوانین	۲۹
تانجیر	(طنجہ)	تعبیر	۱۴۲
تبادلہ	۴۸	تفویض	۵۴
تباہی	۱۰۸-۱۱۴	تلاشی	۱۱۹-۱۲۰
تبت	۲۵	تلطف	۲۹
تجارت	۸۳-۱۱۶-۱۳۶-۱۶۰	تلنگانہ	۴۱
تجارتی جہاز	۱۳۰	توپ	۴۶
تحائف مقدس	۳۰	توثیق	۸۲

توطن	۵۷	جاسوس	۱۰۳-۱۰۸-۱۲۶-۱۳۵
توقف	۱۳۷	جانبداری	۱۶۱-۱۷۱
تہدید	۱۳۴	جانشینی	۲۵
تیہ صحرا	۲۰	جائداد	۴۴-۱۰۶
ٹالسٹائے	۲۲	جبری بھرتی	۸۸
ٹانگانیکا	۳۲	جبل اسود	۳۴
ٹروے	۷	جراثیمی جنگ	۱۳۴
ٹمپلر راہب	۹۰	جرمانے	۲۸-۱۱۱
ٹوگولینڈ	۳۲	جرمنی	۲۲-۳۱-۴۱-۴۲-
ٹیکس	۱۰۸		۸۵-۱۶۳
ٹیوٹانک آرڈر	۹	جزو مقتدر مملکت	۳۳-۴۱
ثالثانہ وساطت	۴۲	جزیرے	۴۸
ثالثی	۳۷-۴۲-۸۵-۱۴۲	جموں	۲۲-۲۵
جاپان	۹-۲۲-۲۴-۳۱-۳۲	جمہوریت	۶۸-۷۶
	۴۱-۴۸-۴۹-۵۹-۶۱	جنتی لیبیا	۹-۱۳-۳۷
	۸۵-۱۰۸-	جنگ	۷۶-۸۶-۱۲۸
جاتیاں	۶	ـــــ سی سالہ	۱۳

جنگ عظیم	۳۰-۳۳-۴۳-۶۱-۶۳-۹۳	چھاؤنی	۵۴
	۹۶-۱۰۷-	چین	۳-۵-۹-۱۲-۴۹
جنگجویانہ مہم	۱۵۱		۵۹-۶۱
جنگی بنانا	۱۳۰	حاجز مملکت	۱۴۱-۱۴۶
جنگی قیدی (قیدی)	۸۸-۱۰۲-۱۲۷	حبشہ (ابی سینیا)	۹-۵۹
جنیوا	۲۱-۳۳-۱۵۹	حجاز	۳۱-۴۱
جوار (پناہ)	۵۹-۱۰۱	حربی ناظر	۱۲۱
جوہور	۲۳	حربیت	۸۳-۱۳۵-۱۴۱
جہاز	۲۸-۱۰۳-۱۱۰-۱۱۳	حسن مشورہ	۴۳
	۱۱۴-	حشر فوجی	۱۲۴
جہانگیر	۲۵-۶۴	حصول علاقہ	۴۸
جھنڈا	۷۴-۸۱-۱۰۱-۱۱۲	حطی حکومت	۵
	۱۲۰-۱۳۰-۱۳۵	حق قدامت	۴۸
چارلس اوّل	۷۱	حقوق سفارت	۷۷ تا ۷۹
چکوسلفاکیا	۴۲	حکمران	۵۹
چندر گپتا	۶	حلب	۲۲
چندے	۹۶-۱۱۱	حلیف صادق حکومت برطانیہ	۲۵

ebooks.i360.pk

حلیفی — (معاہدے)	۹۰-۹۴	خلفائے راشدین	۱۰-۵۶
حوّا	۱	خود مختاری	۱۳-۲۰-۳۴-۴۱
حیدر آباد	۲۲-۲۳-۲۵-۴۱	دانشمنش بندرگاہ	۱۳۱
	۴۸-۵۳-۵۹-۸۳	دانتے	۱۳-۶۶
	۱۰۶-	داؤد	۵
خانگی بحری ڈاکہ	۵۸-۱۲۸	دائرۂ اثر یا مفاد	۵۱
—— جائداد	۱۰۷	دباؤ	۸۴-۸۸
—— قانون بین الممالک	۲۹	دبروچہ	۴۸
خانہ جنگی	۲۷	دراوڑی نسل	۶
خدائی فوجدار	۸۵	دریار	۷۴
خریطۂ بازطلبی	۷۵	دردانیل	۴۶-۱۴۸-۱۶۵
—— تقرر	۶۷-۷۲	دریافت	۴۸
خصوصی قانون بین الممالک	(تصادم قوانین)	دستاویز اختیارات	۷۲
خطاب	۲۵	دستوریت	۸۸
خطبہ	۲۵	دشمن اشخاص	۹۵-۹۸
خفارہ	۱۲۱-۱۳۶-۱۶۱	—— اشیاء	۹۷-۱۰۵
خلائے غیر جانبداری خدمات	۱۷۱	دفن	۱۳۷

دکن	۲۴	ریذیڈنٹ، ریذیڈنسی	۲۵-۶۶
دومۃ الجندل	۳	رسد	۸۵
دہلی	۲۲-۲۵	رسید	۱۱۱
دھمکی	۸۴	رضاکار	۱۲۳-۱۳۴-۱۵۱-۱۵۶
دھویں زہریلے پھیلانا	۱۰۰	—— بیڑہ	۱۲۹
دیسی ریاستیں	۲۵-۵۴-۵۹	رعیت	۵۷
دیلاگوا خلیج	۴۲	رنگروٹ (نیز رضاکار)	۱۵۱
ڈاک	۲۵-۹۲-۱۱۷	روس	۲۲-۲۵-۲۹-۳۱-۳۴-۴۲
ڈاکہ	۲۸		۴۸-۸۵-۱۳۰
ڈیوزبی	۲۵	روما	۸-۹-۱۲
ڈپٹی	۷	رومانیا	۳۴-۴۸
ڈائنیں	(جاتیاں)	رومن کیتھلک	۶۸
راعمیس دوم	۵	رومی سلطنت	۹-۱۲
راہبوں کے جنگی نظام	۹	—— سلطنت بطور دیوتا	۱۲
رباط	۱۰۶	رومی قانون	۱۰-۵۶
رہبری	۸۴-۱۱۲	روانڈی اور رانڈی	۳۲
ریڈ کراس یا کریسنٹ	(صلیب احمر، ہلال احمر)	رہن	(یرغمال)

ebooks.i360.pk

زاکس کو یورگوتھائی ریاست	۵۹	سربیا	۳۴
زبان	۸۲	سرکاری جہاز	۵۹-۱۱۳
زخمی	۱۰۲-۱۰۳-۱۵۲	—— قانون بین الممالک	۲۹
زلزلہ	۴۸	السرخسی	۱۰
زمین	۴۵	سرنگ	۱۳۱
زنانہ فوج	۸۸	سسلی	۱۳
زنجبار	۴۹	سعودی سلطنت	۲۵
زوال پذیر اتحاد	۲۲-۲۴	سفارت	۶۳-۸۳-۸۷
زوش	۱۳	سفارت گاہ	۷۹
زہر	۱۳۴	سفیر	۹۵-۶۷-۸۷
زہریلے دھوئیں	۴۱-۱۰۰	سکندر اعظم	۶-۸
سار	۳۱	سکہ	۲۵
ساموا	۳۲	سلامی	۶۲
سان مارینو	۲۵	سلیمانؑ	۵
سپاہی	۱۳۲	سند تہنیت	۲۵
سپردگیٔ علاقہ	۴۸	سند یافتہ حکمران کمپنی	۲۶-۵۵-
سربراہی مایحتاج	۱۱۱	سوئٹزرلینڈ	۲۲-۱۴۶

سوئیڈن	۲۲-۱۵۳
سوئیٹ	۴۶-۱۴۸
سیاسی جرم	۵۹-۶۱
سیام	۹
سینٹ پیٹر	۹
سینٹ جان	۹
شارژے دافیر	(نگران خارجہ)
شارلمان	۱۲
شام	۱۰-۱۲-۳۳
شجر	۲۳
شخصی اتحاد	۲۳
——— قانون	۵۶
شرائط	۸۳-۱۱۳-۱۳۷
شرع اسلام	۵۶
شمالی سرکاریں	۳۵-۵۳
شورش	۲۷-۸۵
شہبندر	(قونصل)
شہریت	۵۷
شہری مملکت	۳
صحافت	۹۶
صقلیہ	(سسلی)
صلاح الدین سلطان	۵۹
صلح	۳۹-۱۳۷-۱۴۱
صلیب احمر	۱۰۳
صلیبی جنگ	۹-۱۳
صور شہر	۵
ضبطی	۷۹-۹۷-۱۰۷-۱۱۵
	۱۱۹-۱۶۱-۱۶۴-۱۷۰
ضمانت	۵۲
طائف	۳
طرابلس	۱۰-۴۳
طرز عمل جنگ	۹۰-۹۴-۱۲۲
طغیانی	۴۸
طنجہ	۲۴

طیارے	۴۵-۴۷-۵۷-۱۰۰	علیؓ	۱۰
ظلم	۶۱-۸۲-۱۰۸	عمالقہ	۵
عام اٹھان فوج کیلئے	۱۲۴	عمرؓ	۲۹
عادل شاہی	۴۱-۵۱	عمر بن عبدالعزیز	۴۸
عبادت	۷۸-۱۰۲	عمومی قانون بین الممالک	۲۹
عباسیہ خلافت	۱۴-۲۲-۵۶	عہدیہ	۲۲-۳۴
عبدالرحمٰن ثالث	۱۴	عیسائی	۲۹-۵۶
عثمان	۱۲-۲۴	غبارے	۱۲۶
عثمانلی یا عثمانیہ سلطنت (ترکی)	۵۶	غذا	۱۰۳
عدالت بین الممالک	۸۰-۱۴۲	غصب	۲۸-۴۸
— عنائم بحری	۳۷-۱۱۹-۱۵۸	غفلت	۱۵۹
عراق	۹-۱۰-۳۲-۸۲	غلامی	۱۰۲
عرب	۳-۱۰-۲۵	غنیمت کا مال	۱۰۸-۱۲۹
عشق بازی	۷۱	غیر جانبدار بنا دینا	۱۴۶ تا ۴۸
عصبیت	۳	غیر جانبداری	۲۸-۸۳-۸۷
علاقہ	۴۸		۹۲-۱۱۳-۱۴۳
علم صلح	۱۳۵		تا ۷۲

ebooks.i360.pk

غیر جانبدار کا حربی سے اس کا مال غنیمت خریدنا	۱۵۵	فوج باقاعدہ	۵۹-۱۲۲ تا ۲۵
		ـــــ عوام	۱۳۴
غیر مقاتل	۸۳-۸۷-۸۸-۹۹	ـــــ بے قاعدہ	(دیکھیے قاعدہ)
فدیہ	۱۱۸	فوجی قبضہ یا تسلط	۱۰۸-۱۰۹
فڈریشن	(وفاق)	فیتیالی مجلس	۸
فرار	۱۰۳	فینیقیا	۳-۵
فرانس	۹-۲۵-۲۴-۳۴-۴۲-۴۳-۴۴	قابیل	(قابین)
	۴۹-۴۴-۶۱-۷۱-۸۵	قانون	۱۷
	۱۳۸-	ـــــ فطرت	۱۳
فرانکفورٹ	۲۲	ـــــ مابین ممالک اسلامیہ	۱۰
فراہمی غذا	۹۶-۱۱۱	ـــــ مابین ممالک یہودیہ	۵
فردیہ	۲۲	قاہرہ	۱۳
فرستادۂ سیاسی	۶۷	قابین	۱
فرعون (دیکھیے رامیس)	۲۰	قبرص	۲۴-۵۳-۵۴
فریڈرک سوم	۱۳	قبضہ	۴۸-۹۶-۱۳۹
فلارنس	۶۶	قبیلہ واری	۱-۵۰
فلسطین	۵-۹-۱۰-۱۳-۳۲	قتل عام	۱۰۴

قرضے	۸۸-۱۰۷	ڤرسائی	۳۰-۴۱-۸۲
قسطنطین بادشاہ	۹	ڤینس	۴۶-۶۶
قسطنطنیہ (استانبول)	۱۲-۶۶	کارٹل	۱۱۳-۱۳۵
قطب شمالی و جنوبی	۴۸	کارل اِشٹاڈ	۲۲
قلزم (بحر)	۱۳۰	کارندۂ خارجی	۶۷
قلعے	۱۰۲	کاسلری	۲۹
قلمرو	۲۲-۳۱	کاشی	۲۲
قونصل (شہبندر)	۵۹-۶۶-۸۱	کاغذات جہاز	۱۳۲
قوم	۱۶	کاناڈا	۲۲
قومیت	۴-۵۷	کانسل	(قونصل)
قیدی	۹۴-۹۹-۱۰۲-۱۰۳	کاوٹلیا	۶
	۱۰۸-۱۱۳-۱۳۵	کرسٹین دپیزان	۹
قیصر روم	۸	کریڈیسے	۱۴
قیصر ہند	۲۵	کریٹ	۸۵
ڤاتل	۱۴	کشن پرشاد	۲۵
ڤاتیکان	۳۴-۶۸	کشمیر	۲۲-۲۵-۴۸
ڤائمار	۲۲	کشوری آبادی	۹۹

کمپنی	(د ایسٹ انڈیا کمپنی)	گلاب سنگھ	۴۸
کموڈورس	۳۲	گلاشی	۷۱
کمک	۸۵	گناہوں کی برائت کا بیچنا	۱۳
کنبہ	۱	گوا	۲۴-۲۵
کنفڈریشن	(د عہدیہ)	لارنس	۳۷
کوروائی	۲۲	لاسلکی	۴۵-۴۷-۱۱۰-۱۱۲
کوریا	۲۴		۱۲۷-۱۵۰-۱۵۶
کوستولانودلمارے	۱۱۶-۱۶۰	لباس	۱۰۳
کھلا سمندر	۴۵-۹۷-۱۳۱	لگزمبورگ	۱۴۶
کے (جسٹس)	۲۳	لگیٹ	۶۸
کیل نہر	۴۶	لندن	۲۲-۱۶۸
گاس	(د مسیحیین)	لوتھر	۱۳
گتہ دار	۹۶	لوٹ مار	۹۷-۱۰۴
گرجا	۱۰۸	لوزان	۴۷-۵۹
گرو رکھنا	۵۲	لوئی یازدہم	۶۴
گروتیوس	۱۲-۳۷	لیتھیا	۴۵
گزرنے کا حق	۴۵	لیبو پوپ	۱۲

ماتحت علاقے	۴۹	مراکش	۲۴
ماخذ	۳۵	مراوضہ	۸۴، ۱۳۵
ماکیاویلی	۱۳-۶۶	مرمت	۱۵۱-۱۵۲-۱۵۵-۱۶۳
مجلس اقوام	۱۴-۳۱-۶۱-۶۲-۸۲-۱۴۲	مسالمانہ تعلقات	۳۹ و ما بعد
مجوسی	۲۹	مساوات	۶۱
مجمع الجزائر	۴۸	مُستامن	۲۹-۵۷-۵۸-۵۹
پچھلی کا شکار	۴۶-۱۱۳		۸۹-۹۷-۱۰۷
محاصرہ شکنی	۱۶۴	مستقر کارروائی جنگ	۱۵۱
محمد (رسول اللہ صلعم)	۱۰	مسقط	۵۹
محمد الشیبانی، امام	۱۰-۱۴	مسلسل سفر	۱۶۹
محمیہ	۵۰	مسیحیت	۹-۴۰-۱۰۲
مخاصمانہ تعلقات	۸۳	مشترکہ حکمرانی	۵۳
مداخلت	۴۲-۴۳-۴۴	ـــــ سیادت	۱۲-۵۳
مدراس	۸۱	مصالحت (صلح)	۱۳۸
مدغاسکر	۴۹	مصر	۴-۵-۱۰-۱۲-۲۰
مدینہ	۱۰		۲۲-۵۹-۶۰
مراعات خصوصی	۲۹-۵۹	مطالبہ بایحتاج	۱۱۱

معاہدے	۳۷-۴۲-۵۱-۶۳-۸۱	ملطیہ (یا ملاطیہ)	۴۸
	۹۰-۹۸-	ملیبار	۵۹-۱۱۳
معتزل	۱۴۴	ملیچھ	۶
مغرب اقصا	۵۹	مملکت متحدہ امریکا	۲۲-۲۴-۳۴-۴۱-۴۳-۴۴-۴۸-۴۹-۶۷-۸۰-۸۱-۸۵-۱۰۲-۱۴۰-۱۵۹
مغلیہ سلطنت	۲۲-۲۵-۳۴-۱۰۶		
مفتیٔ عدالت خارجہ	۸-۵۶	مملکت	۲۰
مقاتل وغیر مقاتل	۸۹-۹۹-۱۲۲	مملکت کے اقسام	۲۲-۲۳
مقدس تحالف	۳۰	ممنوعہ اسباب تجارت	۱۶۷-۱۶۸
مقدس ومی سلطنت	۱۲	منچوکنو	۳۴
مقبولۂ منرو	۲۱-۳۰-۴۱-۶۱	منرو (مقولہ)	۲۱-۳۶-۴۹
مقیم سیاسی وعام	۶۹	موسکو	۴۷
مکسیملین	۴۳	موصل	۸۲
میکسیکو	۳۰-۴۲-۴۹-۱۳۸	موضوع	۱۹
مکلا	۲۳-۵۹-۱۰۶	میگل بنام سلطان جوہور	۲۴-۲۵-۵۹
مکموہن	۴۲	ناپولیون	۳۰-۶۱
مکہ	۳-۱۰۶	ناتسی جرمنی	۳۴
مگدھ	۲۲-	نادرشاہ	۲۵

ebooks.i360.pk

ناروے	۲۲
الناصرلدین اللہ	۱۳
ناکہ بندی	(بحری ناکہ بندی)
نامہ نگار صحافت	۹۶-۱۲۷
نجران	۷۸
ندیوں کے راستے	۴۸
نراج	۲۲
نرندرا منڈل	(ایوانِ رؤسا) ۲۵
نظام	۲۵
نظام شاہی	۴۱-۵۱
نظربندی	۸۹
نقشہ	۸۸
نگران خارجہ	۶۷
نمائندہ بااختیار	۸۲
—— تجارتی	۸۱
—— سیاسی	۷۲، ۷۳
—— مجلس اقوام	۷۹
نوآبادیاں	۳۲
نوآبادیاتی محکمہ	۵۰
نہایۂ (الٹیمیٹم)	۸۷
نہر	(سویز۔ پاناما۔ کیل)
نیابت	۲۶
نیاگرا	۴۵
نیس (شہر)	۹
نیس پروفیسر	۹
نیوزی لینڈ	۲۲-۳۲
واٹرلو	۶۱
وحشی فوج	۱۲۵
وراثت	۴۸
وساطت	۴۲
وفاق	۲۲-۵۹
وکیل مختار	۶۷
—— مقیم	۶۷
وِلسن	۳۰
ویسٹ فالیا	۱۳-۴۰-۹۱-۹۹
ویسٹ لیک	۳۷

ویسٹ منسٹر کا قانونچہ	۲۲	ہوا	۳۷-۴۷
ہاب ہاؤس	۱۰۲	ہوائی جنگ	۸۸-۹۸-۱۳۳
ہاسپیٹالر	۹	ہولی الائنس	۳۰ (مقدس تحالف سے)
ہالینڈ پروفیسر	۸۵	ہونورے بونے	۹
ہالینڈ (ملک)	۱۴۶-۱۵۲-۱۵۳	ہومر	۷
ہانوفر	۲۲	ہیگ کانفرنس	۳۷-۹۰-۱۰۰-۱۰۸
ہائی کمشنر	۶۹	— کورٹ کے جج	۸۰
ہبہ	۴۸	یانگتسی کیانگ	۴۹
ہتھیار روکنا	۱۰۱-۱۳۵	یثرب (مدینہ)	۳
ہدایات	۹-۳۷	یرغمال	۱۴۲
ہدنہ	۱۳۷	یروشلم (بیت المقدس)	۹
ہسٹنگر	۲۵	یمن	۲۵
ہلال احمر	۱۰۳-۱۵۵	یوروپ	۱۲-۱۳-۱۴-۳۰-۶۶-۱۰۷
ہلاکو خاں	۱۳	یوگوسلافیا	۳۲
ہندوستان	۳-۱۵-۱۶-۲۲-۲۵-۳۰-۴۷-۴۵	یونان	۳-۵-۷-۳۴-۴۳-۸۵
ہنرمن	۵۹		
ہنگری	۱۵۵	یہودی	۵-۹-۲۰-۹
ہنری	۱۳		

ebooks.i360.pk

-۹

حوالے

(چند متعلقہ اہم کتابیں)

۱۔ جیمس براؤن اسکاٹ کیسیس آن انٹرنیشنل لا (سنہ ۱۹۳۲ء)۔

۲۔ آسن پالاسیوس۔ اسلامی ادبیات کا اثر دانتے کی ڈیوائن کامیڈی پر

باب چہارم "یورپ پر اسلامی اثرات" (مجلہ مکتبہ حیدرآباد دکن ماہ مئی سنہ ۱۹۳۱ء)

۳۔ آماری۔ (فرانسیسی ترجمہ) دروا اِیں ترنا سیونال۔

۴۔ امیر علی۔ اشارٹ ہسٹری آف سارا سینز

۵۔ اوپن ہائم۔ انٹرنیشنل لا (دو جلد، طبع چہارم سنہ ۱۹۲۸ء)۔

۶۔ بار بیراک۔ اِستوار دے ڈاں سیاق تر ے تے۔

۷۔ پاسکال۔ دیرِتو اِنترتا ذِیونالے پوبلیکو۔

۸۔ محمد حمید اللہ۔ ڈوکیوماں سور لا ڈپلوماسی مسلمان (دو جلد، پارس سنہ ۱۹۳۵ء)

۹۔ ایضاً۔ دی نا ے ترالیتیت اِم اسلامِشن فولکر ریشت (مطبوعہ

رسالہ زیٹ ڈی ام جی جلد ۸۹)۔

۱۰۔ ریفلیشن۔ انٹرنیشنل لا اینڈ کسٹم آف اینشنٹ گریس اینڈ روم

(دو جلد سنہ ۱۹۱۱ء)۔

ebooks.i360.pk

۱۱۔ فنک۔ انٹرنانشنل لا (نیویارک ۱۹۲۴ء)۔

۱۲۔ فوشی۔ ترے تے ڈ ڈروا ایں ترنا سیونال پوب لیک (طبع ہشتم ۱۹۲۲ء)

۱۳۔ فسوانا تھا۔ انٹرنا شنل لا ان انشنٹ انڈیا (۱۹۲۵ء)۔

۱۴۔ لارنس۔ پرنسپلز آف انٹرنا شنل لا (طبع ہفتم ۱۹۲۶ء)۔

۱۵۔ لیمون لیتی۔ انٹرنا شنل لا۔

۱۶۔ نیس۔ اپیتریں دو دروا ایں ترنا سیونال (۱۸۹۴ء)

۱۷۔ ڈاکٹر واجد خاں۔ فینانشل پر ابلمس آف انڈین اسٹیٹس انڈر فیڈریشن (۱۹۳۵ء)

۱۸۔ واکر۔ اے ہسٹری آف دی لا آف نیشنز (۱۸۹۹ء)۔

۱۹۔ ولسن (مع) ٹکر۔ انٹرنا شنل لا (طبع ہشتم ۱۹۲۲ء)۔

۲۰۔ ویسٹ لیک۔ پبلک انٹرنا شنل لا (دو جلد ۱۹۱۳ء)۔

۲۱۔ ایضاً۔ کلکٹڈ پیپرس آن پبلک انٹرنا شنل لا (۱۹۱۴ء)

۲۲۔ ٹالنڈ۔ اسٹڈیز ان انٹرنا شنل لا (۱۸۹۸ء)۔

۲۳۔ ہولٹسن ڈورف۔ ہانڈ بوخ دس فوئل کر ریشٹس (چار جلد ۱۸۸۹ء)۔

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

SALTANATON KE BAHAMI BARTAW KA DASTURUL-'AMAL

being a treatise on

Principles & Practice of Public International Law

(in Hindustani language)

BY

MUHAMMAD HAMIDULLAH,

M. A., LL. B. (Osm.); Dr. Phil. (Bonn.);

Dr.-ès-Lettres de l'Univ. de Paris; etc.

Lecturer on International Law, Osmania University.
Author of " Documents sur la Diplomatie musulmane "
" Die Neutralität im islamischen Völkerrecht ",
" Romi awr Islami Idara-e-ghulami ", etc., etc.

Printers & publishers

MAKTABA IBRAHIMIYA, HYDERABAD-DECCAN.

1355 A. H. = 1937 A. C.

ebooks.i360.pk